مطالعہ بریلویت

۲

ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب

ایک تاریخی، فکری اور تحقیقی جائزہ

مطالعہ بریلویت

جلد دوم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

تقریظ

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب

مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حافظی بکڈپو دیوبند یو۔پی

Hafzi Book Depot, Deoband (U.P.)
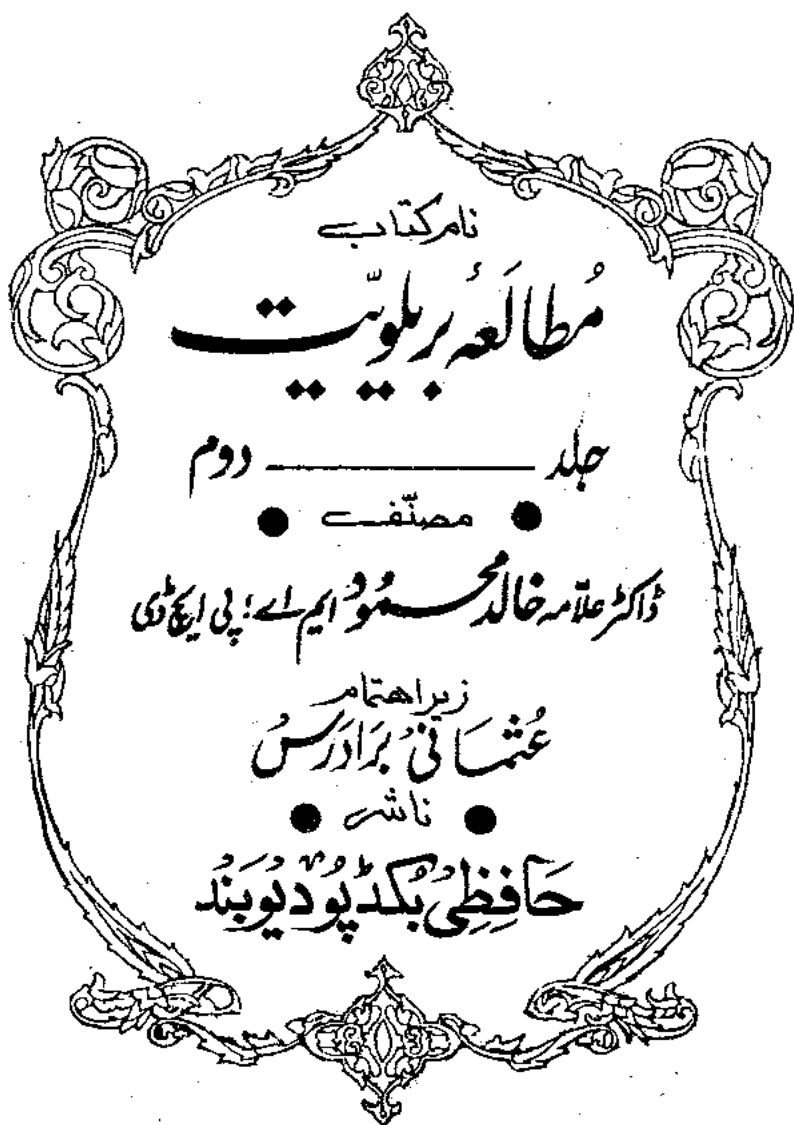
HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND U.P.

یہاں تک حالات کیسے پہنچے

مقدمہ

بریلوی تصویر کا دوسرا رُخ

دیباچہ طبع سوم

مولانا احمد رضا خاں ــــ علم و فضل کے آئینہ میں

کثرت تصنیف سے خانصاحب کی علمی برتری پر استدلال

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن

غلط ترجمہ قرآن پر عالمی احتجاج

اخلاقی زندگی کی ایک جھلک

عقیدہ توحید کی ایک جھلک

تکوین کی حقیقت

اللہ تعالیٰ کو منشی کہنے کی گستاخی

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیروں کا عقیدہ توحید

عقائد رسالت کے باب میں

انبیاء کی دخل شیطانی سے حفاظت

مولانا احمد رضا خاں کا انکار ختم نبوۃ

انبیاء اور عام افرادِ انسانی میں فرق

مقام صحابہ بریلوی نقطہ نظر میں

اولیائے کرام کے بارے میں

قرآن کریم بریلویت کی زد میں

درود شریف بریلویت کی زد میں

تفریق امت کی سمندر پار کوششیں

اور ان کا علمی تعاقب
مولانا احمد رضا خاں کا جلسۂ تعارف

اثر خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

اعلان و انتباہ

دیوبندی، بریلوی اختلاف پر پہلی کتاب "انوارِ ساطعہ" عوام کے سامنے آئی تھی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے "انوارِ ساطعہ" کو متن بنا کر ذیل میں "براہینِ قاطعہ" کے نام سے اس کا جواب لکھا۔ تاکہ مطالعہ کرنے والا دونوں طرف کی بات ایک ہی وقت میں دیکھ سکے۔

فضیلۃ الاستاذ علامہ خالد محمود صاحب نے نزاع کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کتاب ہذا ہدیۂ قارئین کی ہے اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابلِ اعتنا سمجھا جائے گا۔

جب تک کوئی جواب کتاب ہذا کے پورے متن کا حامل نہ ہو گا اسے کتاب ہذا کا جواب نہ سمجھا جائے گا۔

مرتب کتاب ہذا۔

حافظ محمد اسلم عفا اللہ عنہ

ساکن ڈنکاسٹر انگلینڈ : فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال پاکستان : ۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

یہاں تک حالات کیسے پہنچے

انگلینڈ میں مسلمانوں کی آمد اور مدارس و مساجد کا وجود قدرتِ الٰہی کا عجیب کرشمہ ہے، ایک وقت تھا کہ انگریز یہاں سے اپنی نوآبادیات کی طرف جاتے تھے، وہاں سے رہنے کے لیے یہاں کوئی نہ آتا تھا اور ان ملکوں سے یہاں اونچے خاندانوں کے طالب علموں کے سوا کسی کا گزر نہ ہو سکتا تھا۔ یہ دُنیا ولایت کہلاتی تھی۔

صنعتی انقلاب آیا تو ان لوگوں کو مشرقی قوموں کی ضرورت پڑی، ایشیائی لوگ ان نوآبادیات سے یہاں آنے شروع ہوئے، ۱۹۶۰ء تک یہاں اتنے مسلمان آچکے تھے کہ مختلف علاقوں اور شہروں میں ان کے اپنے معاشرے قائم ہو گئے، کچھ لوگوں نے اپنے بال بچے بھی بلوا لیے۔ یہ لوگ اپنے علاقے میں کوئی بڑا مکان خریدتے اور اسے مسجد میں منتقل کر لیتے اسطرح کی مسجدیں بننے لگیں، بچے اوقاتِ سکول کے بعد ان میں پڑھنے لگے اور کہیں کہیں حلال گوشت کی دکانیں بھی کھلنے لگیں، یہ انگلستان میں ایک نئے معاشرے کی تشکیل تھی۔

مسلمان جہاں بھی گئے اپنی تمدنی، معاشرتی اور دینی ضرورتیں پوری کرنے کے سامان فراہم کرتے گئے، ان دیار میں غریب الوطن مسلمانوں کو مذہب آشنا رکھنے کا سہرا تبلیغی جماعتوں کے سر ہے جنھوں نے اس وقت یہاں کلمے پر محنت کی جب لوگ کلمہ بھول چکے تھے اور اسوقت یہاں نمازیں قائم کیں جب نماز یہاں کسی کسی کو یاد رہ گئی تھی۔

۱۹۶۷ء تک یہ زمین مسلمانوں کے فرقہ وارانہ اختلافات سے ناآشنا تھی، لوگ ہر شہر میں مل جل کر رہتے، سب کے بچے اکٹھے مسجدوں میں جمع ہوتے اور پڑھتے، نمازیں اکٹھی ہوتیں، کبھی کبھی دینی اور ملی تقریبات بھی ہوتیں جلسے بھی ہوتے اور مسلمان غیر ممالک میں اتحاد ملی اور اخوتِ اسلامی کے جذبات سے سرشار رہتے اور ایک نئی قومی تعمیر کا یہ عجیب مظاہرہ ہوتا تھا۔

۱۹۶۸ء میں یہاں راولپنڈی (پاکستان) سے مولانا عارف اللہ صاحب قادری آئے انھوں نے یہاں قوم کو پہلی بار اختلاف سے آشنا کیا جو لوگ ان کے زیرِ دام آئے انھوں نے مسجدوں میں اپنے ہم خیال بنانے شروع کیے اور ایک دوسرے کو اختلافات بتلانے کی مہم شروع کر دی، یہ یہاں کی بریلوی زندگی کا آغاز تھا، مسجدوں میں اختلافات اٹھنے لگے لڑائیاں ہونے لگیں، نئی نئی انتظامیہ بننے لگیں اور لوگوں کا امن اُٹھ گیا وہ مسجدیں جو غریب الوطنی میں یہاں سکون کا مرکز تھیں اختلافات کی آماجگاہیں بن گئیں، قوال نما علماء نے برسرِ منبر گداگری شروع کر دی انہی میں سے کوئی قاری یا نعت خواں پیش قدمی کرتا اور لوگ پھر اس کی پڑی میں کچھ نہ کچھ دے کر ہی چھوٹتے۔

یہاں زیادہ تر مزدور طبقے کے لوگ ہیں جو مصروف ہیں اور انتہائی مصروف —— ان کے پاس فرقہ بندی کے بندھنوں اور مذہب کے جھگڑوں کے لیے وقت نہ تھا، نہ وہ چاہتے تھے کہ یہاں فرقہ بندی کی فضا قائم ہو —— مگر افسوس کہ چند فرقہ پرستوں نے یہاں بھی وہی کاروبار کھول دیا جس سے لوگ اپنے ملکوں میں تنگ آئے ہوتے تھے، پیرانِ عظام کی ایک قطار لگ گئی سونا دگنا ہونے لگا، بریڈفورڈ کے ایک پیر کی تجویز تھی کہ "پاکستان اور ہندوستان سے ان بریلوی علماء کو یہاں آنے کی دعوت دی جائے جن کی زندگیاں دیوبندی بریلوی نزاعات اور مناظروں میں گزری ہوں، یہاں کے تبلیغی حلقے ان کا دفاع نہ کر سکیں گے اس طرح

بہت سی مسجدوں پر جو تبلیغی محنت سے بنی تھیں ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔" اسی جذبہ اخلاص کے ساتھ وہ پاکستان سے مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کو اور ہندوستان سے مولانا ارشد القادری کو یہاں آنے کی دعوت دے چکے تھے مگر مولانا محمد عمر صاحب فوت ہوگئے ان کی جگہ ان کا لڑکا آگیا، مولوی ارشد القادری صاحب بھی تشریف لے آئے اور بریڈفورڈ کی ایک مسجد میں امامت کا عہدہ قبول کر لیا، اسی اثنا میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پوتے مولوی ریحان رضا خاں اپنے دادا کی تکفیری دستاویز "حسام الحرمین" لے کر یہاں پہنچے اور پھر تکفیر (دوسروں کو کافر بنانے) کی گولہ باری یہاں تک ہوئی کہ شاید ہی کوئی اس کی زد سے بچا ہو۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نماز آشیانے میں

بریلویوں کا اس آزاد فضا میں نعرہ یہ تھا کہ اماکن مقدسہ حرمین شریفین کو آل سعود کے قبضہ سے نکلنے کی بین الاقوامی مہم چلائی جائے، یہاں سے لوگ کثیر تعداد میں حج کے لیے جاتے ہیں کوئی پابندی نہیں۔ حج اور عمرہ کے ان قافلوں کو تلقین کی جائے کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہے وہاں جا کر ان کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، قبضہ کفار میں جمعہ نہیں ہوتا، خانہ کعبہ میں جمعہ نہ پڑھیں اس دن ظہر پڑھیں، لوگوں میں عام پروپیگنڈا کریں کہ وہابیہ نجد سب کافر ہیں مرتد ہیں نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز ہے۔

۱۹۷۴ء میں اس مقصد کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا، اعلان کیا گیا کہ ان تعلیمات کے لیے ایک مشنری کالج بریڈفورڈ میں قائم کیا جائے گا، اس پروگرام کی تکمیل کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں کے لوگوں میں یہ تحریک چلائی جائے تاکہ وہ اپنے ملکوں میں جا کر ان خیالات اور اثرات کو مزید ہوا دیں طے پایا کہ اس ادارے کا صدر پاکستانی ہو اور سیکرٹری ہندوستانی۔ پاکستان کے مولانا جناب احمد نورانی ورلڈ اسلامک مشن کے صدر قرار پائے اور مولوی ارشد القادری ناظم اعلیٰ ٹھہرے۔

مولانا نورانی ایک پٹھان کی آغوش میں

مولانا شاہ احمد نورانی ۱۹۷۵ء میں انگلستان آئے، ان کے ساتھ ایک پٹھان تھا جو بریلوی مذہب سے اختلاف رکھنے والوں کو برسرِعام سکھوں سے بدتر کہتا تھا مولانا نے اسے اپنے ساتھ کیوں رکھا ہُوا تھا یہ وہی جانیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ خان مذکور کی اس خدمتِ خاص سے بہت خوش تھے، ان کی خاموشی اس ستم کار کو دادِ ستم دیتی رہی اور انگلینڈ میں مسلمان فرقہ بندی کے کانٹوں پر لوٹنے لگے اور پھر بریلوی مولوی اور پیر صاحبان ان تڑپنے والوں کو خوب لوٹتے رہے۔

سعودی عرب کے خلاف ورلڈ اسلامک مشن کی سرگرمیاں شروع سے ہی تیز تھیں روزنامہ ملت لندن کی اطلاع کے مطابق ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکرٹری مولانا ارشد القادری ۱۹۷۴ء میں ایک بیان دے چکے تھے:

> "شاہ فیصل کو پاکستان اور عالمِ عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں یہ نجدی وہابی ہیں جو قادیانیوں سے زیادہ خطرناک ہیں، اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ جانا چاہیئے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیئے" "ملت" لندن ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء

یہ وہ دَور تھا جب قادیانی پاکستان میں اقلیت قرار دیے جا رہے تھے اور اس تحریک میں سب مسلمان اکٹھے تھے، ایسے وقت میں ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کا یہ بیان بہت معنی خیز تھا، قادیانی تو اس سے اس لیے خوش تھے کہ ورلڈ اسلامک مشن والے حرمین کو ان سے بھی زیادہ خطرناک سمجھتے ہیں اور جب تک یہ ذہن باقی ہے، قادیانیوں کے خلاف نفرت زیادہ نہ بڑھے گی، قادیانی چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ وہابیوں کے خلاف بھی غیر مسلم اقلیت ہونے کی قرارداد پیش کریں۔

عرب ممالک اور بھارت

اس پر بریلویوں کی بھارتی مشینری حرکت میں آئی، بھارت کی سیاسی پالیسی یہ تھی کہ عرب ملکوں کو ناراض نہ کیا جائے لیکن اگر بھارت سے یہ مطالبہ اُٹھے کہ وہابیہ نجد کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں بھارت کی سیاسی پالیسی پر بھی کچھ ضرب آئے گی بمبئی سے ماہنامہ "المیزان" جناب مدنی میاں کی سرپرستی میں نکلتا ہے اس نے مطالبہ کر دیا :

"وہابیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے" (ماہنامہ المیزان دسمبر ۱۹۷۴ء)

بریلویوں کی امن سوز سرگرمیاں پورے زور پر تھیں اور یہ لوگ شاہ فیصل کے خلاف بڑی تیزی سے جذبات نفرت بھڑکا رہے تھے، تبلیغی جماعتوں کے خلاف ان کا پروپیگنڈا بڑے زور کا تھا اور دیوبند سے عقیدت رکھنے والے ہر شخص کو برسرِ عام کافر اور مُرتد کہا جا رہا تھا۔ کہ یکایک خبر آئی شاہ فیصل شہید کر دیے گئے۔

جلالۃ الملک شاہ فیصل کی شہادت سے لوگ جاگ پڑے اور ہر جگہ پوچھنے لگے کہ بریلوی مذہب کیا ہے ؟ جو لوگ مکہ و مدینہ پر بھی کافروں کا قبضہ جتلاتے ہیں ان کا اپنا تعارف کیا ہے؟

مجبوراً انجمن خدام التوحید والسنۃ برمنگھم نے اعلان کر دیا کہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۵ء کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے تعارف پر ایک جلسہ عام ہوگا جس میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد و نظریات اور اہم وقائع حیات پچاس علماء کے ایک بنچ (JURY) کے سامنے ایک کیس کی صورت میں پیش کیے جائیں گے اور ان سے استفسار کیا جائے گا کہ ان عقائد و نظریات کے لوگ کیا سُنّی کہلانے کے مستحق ہیں؟ اور جو انھیں سُنّی کہے وہ گنہگار ہوگا یا نہ ؟

اشتہار نکلنا تھا کہ پورے ملک میں بریلوی حلقے تھرا اُٹھے، مختلف گوشوں سے سفارشیں آنے لگیں کہ یہ جلسہ روک دیا جائے خود بریلویوں نے وفود بھیجنے شروع کیے کہ اعلیٰحضرت کو جلسہ عام میں زیرِ بحث نہ لایا جائے انھیں کہا گیا کہ جب تمہارے مقررین کی زبانیں ہر

جلسہ عام میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا تھانویؒ کے خلاف کفر و الحاد کا لاوا اُگلتی ہیں تو اگر مولانا احمد رضا خان صاحب کی رُوح کو بھی کچھ اس کا ثواب پہنچا دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ ان لوگوں نے بہت منت وسماجت کی لیکن افسوس کہ پانی سر سے اُوپر جا چکا تھا ۔

اذا الماء فوق رأس طغا
فکعب قناۃ و الف سواء

یہ جلسہ ۲۷ اپریل بروز اتوار بڑے انتظام واہتمام سے ماؤنٹ پلیزنٹ سکول برمنگھم کے وسیع ہال میں منعقد ہُوا، ساٹھ ارکان جیوری کے طور پر سٹیج پر تشریف فرما تھے میزوں پر کتابوں کے ڈھیر لگے تھے، جلسہ کی صدارت ماریشس کے مشہور عالم دین حضرت مولانا احمد پانڈور نے کی، سٹیج سیکرٹری کے فرائض پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا عبدالرشید ربانی نے ادا کیے، مرکزی تقریر علامہ خالد محمود صاحب کی رہی جس میں آپ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا کیس علماء جیوری کے سامنے بڑی تفصیل سے پیش کیا، حوالے پیش کرنے میں آپ کے معین مولانا منظور الحق صاحب تھے، سرزمین انگلستان میں پہلی مرتبہ بریلویت کے چہرے سے نقاب اُٹھا اور ساٹھ علماء کرام نے بالاتفاق فیصلہ دیا کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو ہرگز اہل سنت نہیں اور جو شخص ان کے عقائد جانتے ہوئے انھیں اہل سنت کہے وہ سخت گناہگار ہے کہ اس نے دانستہ بدعت کو سنت اور اہل بدعت کو اہل سنت کہا۔

سُنّی مسلک وہ ہے جو کتاب وسنت کی روشنی میں ائمہ اربعہ فقہاء و محدثین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور امام ربانی مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگوں سے علماً اور عملاً منقول ہے، اسی طریقے کے لوگ سُنّی ہو سکتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کے طریقے کے لوگ ہرگز سنی نہیں۔

ساٹھ علماء جیوری کے اس متفقہ فیصلے سے پورے انگلستان کی فضا بدلی، تصویر کے دونوں رُخ لوگوں کے سامنے آئے اور بریلویوں کا روز و شب کا مشغلہ کہ ہر جلسے میں

علمارِ حق پر اعتراضات کرتے رہیں یکایک سرد پڑ گیا جہاں کہیں وہ بات کرتے لوگ کہتے کہ عبارات کے الزامات تو دونوں طرف موجود ہیں اب کس کی بات مانیں اور کس کی نہ مانیں ان ذاتیات اور الزامات کو چھوڑ کر سب لوگ سیدھے کتاب و سنت کی چوکھٹ پر کیوں نہیں آ جاتے ؟ اس کا جواب بریلویوں کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔

جلسہ کے دوران علمار کرام کا قیام جامع مسجد وڈ سٹاک روڈ برمنگھم میں رہا، جلسۂ عام سے ماقبل اور مابعد مسجد میں درس کی مجلسیں بھی رہیں جو بڑی کامیاب تھیں، لوگوں کو سوال و جواب کے مواقع بھی خوب ملے اور توحید و شرک اور سنت و بدعت کے فرق لوگوں کے سامنے بہت کھل کر آئے۔

ان درسوں اور جلسہ عام میں پیش کیے گئے حوالوں کو دیکھنے اور نوٹ کرنے کا ناظم ترتیب کو خوب موقع ملا، ان معلومات افزا درسوں کی روشنی کو عام کرنے اور اس جلسہ تعارف کے فیض کو ہر جگہ پھیلانے کے لیے مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ تعارف بڑی احتیاط سے ترتیب دیا گیا ہے اور یہ بات جتلانے کے لیے کہ مولانا احمد رضا خاں ان عقائد و نظریات میں اکیلے نہیں، ان کے ساتھ ان کے ہم خیال چند دیگر علمار و واعظین کی تحریرات بھی پیش کی گئی ہیں، الحاصل ایک جماعت ہے یا اسے ایک بھیڑ کہیے جو ایک غلط سمت جا نکلی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ حضرات اہلِ سنت سے ہی نکلے ہیں اور جاتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کی مرکزیت کو اس قدر کمزور کر گئے ہیں کہ اب اہل سنت کے بنیادی مخالفین اہلسنت کی اس زبوں حالی پر بہت نازاں و فرحاں ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

احباب کو خواہش ہوئی کہ اس جلسہ تعارف کو بین الاقوامی بنانے کے لیے ان جمع شدہ معلومات اور حوالوں کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جائے، یہ جلسہ اور انکشافات شرک و بدعت کے ایوانوں پر ایک ایسا دھماکہ ثابت ہوئے کہ اسی نام سے اس کتاب کو شہرت ہوئی۔ مطالعہ بریلویت کی یہ اہم تاریخی دستاویز ہے۔

اس کتاب کے ذریعہ قارئین کرام کو مولانا احمد رضا خاں کی فکری اور عملی تحریک پر سیر حاصل بحث ملے گی، چودھویں صدی کے سیاسی مدّوجزر کے کچھ نقشے آپ پہلے دیکھ آئے جن میں آگے مولانا احمد رضا خان تھے ۔ اور پیچھے برطانوی استعمار کی گھنٹی یہ بجاتی سنائی دیتی تھی (DIVIDE AND RULE) کہ تفرقہ پھیلاتے جاؤ اور حکومت کرتے جاؤ۔

اس کتاب کے ذریعے جن دوستوں کو بریلوی مذہب سے توبہ کرنے کی توفیق ملے ان سے ان تمام لوگوں کے حق میں دعا کی درخواست ہے جن کی مساعی سے کارکنان انجمن خدام التوحید والسنۃ اس عظیم جلسہ تعارف کے لائق ہوئے۔

رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سُنّی عقائد پر استقامت بخشے، بریلوی عقائد و اعمال سے پوری قوم کی حفاظت فرمائے اور قوم کے سامنے سے جہالت کے وہ دبیز پردے اٹھ جائیں جن کے پیچھے کھڑے ہو کر بریلوی علماء اپنے آپ کو سُنّی کے قالب میں پیش کرتے ہیں

آپ کو انتظار رہوگا کہ بریلویوں کی یہ تکفیری مہم جس مذہب کی خاطر ہے اس مذہب کے چند نمونے جلد آپ کے سامنے آئیں یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں سے اور کہیں کہیں ان کے ہم خیال بعض دوسرے بریلوی مولویوں کی تحریرات سے بھی استناد کیا گیا ہے۔ یہ سب اپنی اپنی جگہ حضرت تھے اور مولانا احمد رضا خاں انہی کے اعلحضرت ۔ قافلہ سالار کی قیادت میں یہ حضرات کیا کچھ کہتے گئے، اس کی سیر حاصل بحث آپ کو اسی کتاب میں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بریلوی مذہب اور اس کے حضرات کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قوم کو اس زہر رساں بیماری سے نجات بخشیں۔

واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق

ناظم ترتیب

ایم۔ اے خاں

ناظم اعلیٰ انجمن خدام التوحید والسنۃ برمنگھم

مقدمہ

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ وعلیٰ آلہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کی ضرورت

صدیوں کی ابتدا تھی مشرق کی سیاست میں مسلمانانِ ہند ترکوں کا ساتھ دے رہے تھے، انگریز ترکوں کے خلاف تھے، برِصغیر میں عجیب کشمکش تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں سخت اتحاد کی ضرورت تھی، ایسا اتحاد جس میں کوئی رخنہ نہ پڑ سکے۔ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں اُٹھے اور آپ نے دو کام سرانجام دیے۔

مسلم ممالک میں ترکی سب سے طاقت ور تھا اور پورے یورپ پر اس کا رعب تھا "اعلیٰحضرت" نے ایسے نازک دور میں "دوام العیش" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا اور مسلمانوں کو بتایا کہ خلافت ترکوں کا حق نہیں، اس وقت یہ بحث نہیں کہ مسلم مفادات کی کتنی لاشیں اس کتاب کے نیچے تڑپی ہوں گی، مصنف اس کی جواب دہی کے لیے

خود اللہ کے حضور میں پیش ہو چکے ہیں ہم مزید تبصرہ نہیں چاہتے ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستین کا

مولانا احمد رضا خاں نے دوسرا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کو ایک نئے اختلاف سے روشناس کیا، ایک نیا اختلاف چھیڑا ایسا اختلاف جو اختلاف اتحادِ ملی کی ہڈیاں توڑ دے ایک خدا، ایک رسول، ایک قبلہ اور ایک کتاب کے ہوتے ہوئے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کر دے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا دے۔

اسلام کی پچھلی بارہ صدیوں میں مسلمانوں میں یہود و مجوس کی سازش سے صحابہ کرامؓ پر کچھ اختلاف ہو گیا تھا۔ فروعی مسائل میں مجتہدین عظام کی عملی راہیں کہیں کہیں مختلف تھیں لیکن شاہراہ ایک تھی اور اس سے اسلام کا ہر قافلہ آگے بڑھتا چلا آیا تھا۔ اصولی مسائل میں سُنّی شیعہ اختلافات اور فروعی امور میں حنفی شافعی اور اہل حدیث قسم کے اختلافات تھے۔ پر خدا اور اس کے رسول پاکؐ پر اختلاف کبھی نہ سُنا تھا۔ خدا اور رسول کو سب مسلمان مانتے تھے اور ان کی ناموس پر وقت کی ہر ضرورت میں قربانی دیتے تھے انہی ناموں پر ملت کا شیرازہ جمع ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ بات ناقابلِ تصور تھی کہ کوئی ایسے مسلمان بھی ہو سکتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے ہوں۔

اختلاف کی نئی شاہراہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بتایا کہ نہیں مسلمانوں میں بھی کئی ایسے لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کو نہیں مانتے۔ خدا پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں اور اس کے رسول برحق سے دشمنی رکھتے ہیں، مولانا مذکور نے بعض علماء اسلام کے الفاظ میں کھینچا تانی کر کے ان کی

عبارات میں اپنے معنی داخل کیے اور اپنے الزامات کی مسلسل یلغار سے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کر دیے جن خوش نصیبوں کو خدا تعالیٰ نے انگریز کی پالیسی (DIVIDE AND RULE) سمجھنے کی توفیق دی تھی وہ اس دام فریب میں نہ آئے وہ یہی کہتے رہے کہ مسلمان ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ خدا اور اس کے آخری رسول کو مانتے ہیں، کلمۂ اسلام بھی انہی دو پر مشتمل ہے۔ خدا اور رسول کے ماننے پر مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

مومن اور منافق کے عملی فاصلے

عملی زندگی میں احکام شریعت کی پابندی کرنا ضرورت پر اس کے لیے مالی اور جانی قربانی دینا، دوسروں کو اسلام کی علماً و عملاً اور تبلیغاً دعوت دیتے رہنا اور اس پر سالہا سال سے محنت کرتے چلے آنا ان لوگوں کو کبھی میسر نہیں آسکتا نہ اس کی توفیق ملتی ہے جو منافق ہوں اور صرف ظاہرداری سے کلمہ پڑھ رہے ہوں قرآن کریم نے مومن اور منافق کے جو فاصلے تبلائے ہیں وہ ان حالات پر منطبق نہیں ہوتے جو انگریزی عملداری میں مسلمانان ہند کے تھے، مسلمانوں میں کفر و اسلام کے دو محاذ قائم کر کے ملت کے دو ٹکڑے کرنا نہ صرف اپنی آخرت کو برباد کرنا تھا بلکہ دنیا میں بھی اپنی قومی زندگی کو شدید زخمی کرنا تھا اور شاید یہ زخم اب کبھی مندمل نہ ہو سکیں۔ اے آنکھوں والو! عبرت حاصل کرو ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی   یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

جب حال یہاں تک پہنچے کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسول کو ماننا بھی اختلافی مسئلہ بنا دیا جائے تو پھر اسلام کی کشتی کس کنارے لگے گی؟ یہ بات ہم سب کے سوچنے کی ہے ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو لائق عبادت جان کر اور اس کے رسول برحق کو آخری رسالت مان کر اور اپنے ان اقرارات پر ہر طرح کی مالی اور جانی قربانی کر کے بھی خدا اور اس کے رسول کا نہ ماننے والا ہو سکتا ہے۔

تحریک کی اہمیت

یہ تصور اسلام کی تیرہ صدیوں میں نہ تھا کہ مسلمانوں میں خدا اور اس کے رسولؐ کے ماننے پر اختلاف ہوسکتا ہے۔ چودھویں صدی میں ایک "اعلٰحضرت" نے مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کرنے کے لیے محنت کی یہ کام کسی چھوٹے "حضرت" کا نہ تھا اس کے لیے واقعی "اعلیٰ حضرت" کی ضرورت تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کام کا ذمّہ لیا اور بریلی سے یہ تحریک شروع کی، اپنی کتابوں میں ایک مذہب پیش کیا اور دوسروں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوت دی، آپ کے ماننے والوں کو بریلوی کہا جاتا ہے ان میں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جو پہلے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر تھے اور اس تحریک سے وہ مولانا احمد رضا خاں کے مذہب پر آگئے بہرحال بریلوی مذہب نے ایک باقاعدہ شکل اختیار کرلی اور یہ مذہب ہندوستان میں کئی جگہ پھیل گیا جہاں جہالت زیادہ ہوتی وہاں ان کے لیے زمین زیادہ ہموار ہوتی۔

مذہب کی نسبت کس کی طرف ہوتی ہے؟

اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے، اجتہادی مسائل میں مذہب کی نسبت مجتہدین کی طرف ہوتی ہے، مذہب کی نسبت اتباع اور عمل کی غرض سے اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی طرف ہوتی ہے تو وہ صحابہ کرامؓ اور مجتہدین عظام ہیں ہاں امتحان اور تعارف کے لیے آپ کسی سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ اور اسی انداز میں سوال قبر میں بھی ہوگا لیکن اتباع اور پیروی کی غرض سے مذہب کی نسبت مجتہدین کے بعد کسی شخص نے اپنی طرف نہیں کی۔ مولانا احمد رضا خاں پہلے شخص ہیں جنھوں نے باقاعدہ دعوت دی کہ: میرے دین و مذہب پر چلو اسلام کی چودہ صدیوں میں ایک ایسا مسلمان نہ ملے گا جو جو لوگوں کو اپنے دین و مذہب پر چلنے کی دعوت دیتا ہو

میرے دین و مذہب پر چلو

چودھویں صدی میں اپنے مذہب کی پیروی فرض کرنے والے یہ کون صاحب ہیں؟ یہ نیا مذہب جس میں ایک ایک سنت پر بدعت کے سو سو غلاف چڑھائے گئے آخر کس نے ایجاد کیا؟ اس مذہب کے عقائد و مسائل کیا ہیں؟ آیئے اعلٰحضرت اور ان کی پوری تحریک سے تعارف کیجئے، ان کے ماننے والے سب حضرت ہیں اور یہ خود ان کے اعلٰحضرت (بڑے حضرت) سمجھے جاتے ہیں۔

آپ نے اپنے مخصوص نظریات کو اپنا مذہب کہا یہ کسی اور کی زیادتی نہیں ان حضرت کی اپنی ایجاد ہے، اعلٰحضرت نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ شریعت کی پیروی تو حتی الامکان کریں مگر ان کے مذہب کی پیروی کو سب سے بڑا فرض جانیں، مولانا احمد رضا خاں صاحب اپنے وصایا شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو، اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے، اللہ توفیق دے۔ والسلام
>
> ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ دستخط فقیر احمد رضا غفرلہٗ بقلم خود

اعلٰحضرت اپنے دین و مذہب کے لیے حدیث و فقہ کی کتابوں کا نام لیتے تو میرے دین و مذہب سے اسلام بھی مراد لیا جا سکتا تھا مگر اس کے ماخذ کے طور پر انھوں نے ان کتابوں کی ترغیب نہیں دی بلکہ اپنی کتابیں تبلائیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا کہ جب تمھیں صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے تم میری بات چھوڑ دو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرو مگر اعلٰحضرت نے حدیث و فقہ کی بجائے اپنی کتابوں کی ترغیب دی اور اپنے مذہب کی پیروی کو فرض تبلایا اس بات کی وضاحت ہے

کہ اپنے دین و مذہب سے ان کی مراد شریعتِ محمدی نہ تھی اپنا علیحدہ مذہب تھا۔ ورنہ وہ یہاں قرآن و حدیث کا ذکر کرتے اپنی کتابوں کا ذکر نہ کرتے یہ رسول کی شان ہے کہ اپنی پیروی کی دعوت دے نائب رسول کا یہ منصب نہیں

مذہبی خودکشی کی ایک مثال

بریلوی مذہب کے ایک پیرو ارشد القادری صاحب ابھی حال میں انگلستان آئے ہیں، آپ نے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی کتاب میں کہیں دیکھ لیا کہ ایک دفعہ جذب کی حالت میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے کہیں اپنی اتباع کا کہہ دیا اس پر ارشد صاحب لکھتے ہیں:

"نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علماء کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباعِ رسولؐ کی دعوت دیں اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعًا ان کا منصب نہیں ہے۔"

ارشد صاحب نے یہ نہ سوچا کہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے تو یہ بات ایک جذب کی حالت میں کہی تھی اور جذب کی حالت میں اولیاء کرام کیا کیا نہیں کہہ دیتے، لیکن ارشد صاحب نے جس نفیس پیرایہ میں اعلٰحضرت کے مذہب کا خون کیا ہے ہم اس کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے، مولانا احمد رضا خاں تو اسے ایک اصول ایک دعوت بلکہ ایک وصیت کی صورت میں اپنے مذہب کی دعوت دے رہے تھے اور وہ بھی صرف اپنی اتباع کی نہیں بلکہ اپنے مذہب کی پیروی کی۔ افسوس کہ یہاں ارشد القادری صاحب کچھ نہیں تلملائے پس ہم قوم کے سامنے یہ استغاثہ پیش کرنے پر مجبور ہیں کہ ارشد صاحب نے یہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام کیوں نہیں لیا جب ان کے قلم کی تلوار کا لہو اعلٰحضرت پر جلی صورت میں ٹپکا ہے تو وہ کون سا داعیہ ہے جو انھیں اعترافِ حق سے روکتا رہا۔ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک

مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے۔

ایک صحیح الدماغ آدمی یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی عبارتیں جب احمد رضا خاں صاحب کے قلم سے نکلتی ہیں تو بریلوی حضرات انھیں عین اسلام قرار دیتے ہیں اور ایسی کوئی بات خواہ اپنے الفاظ میں ان سے کتنی ہی کمزور اور سادہ کیوں نہ ہو، جب دوسروں کی زبان سے سنتے ہیں تو ان لوگوں کے دل و دماغ کا لاوا اُبلنے لگتا ہے۔ کیا یہی انصاف ہے؟ حق کا کیا یہی تقاضا ہے کہ وہی بات جب اپنے بزرگوں کے منہ سے نکلے تو شیر مادر کی طرح ہضم ہو جائے اور جب دوسروں سے سننے میں آئے تو آنکھوں میں تنکے کی طرح کھٹکنے لگے ؎

غیر کی آنکھوں کا تجھ کو تنکا آتا ہے نظر دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

علم و دیانت کا یہ فیصلہ نہیں کہ اپنے اور بیگانے میں فرق کر کے عبارتوں کے الزامات قائم کیے جائیں۔ حق یہ ہے کہ ارشد صاحب کی مذکورہ تحریر نے خود بریلوی مذہب کا خون کیا ہے اور ان کے قلم کا یہ خون اعلیٰحضرت پر گرا ہے، مزید تفصیل چاہیے تو بریلویوں کی تفرقہ انگیز تقریروں اور ان کے فرقہ وارانہ ماحول میں جا کر دیکھیے، ان کے اسلامی تصورات سنیے اور ان پر غور کیجیے اور پھر ان کی روشنی میں بریلوی مذہب جس کے نمونے اعلیٰحضرت کی کتابوں میں ملتے ہیں ان کا جائزہ لیجیے، اگر آپ محسوس کریں کہ بریلوی حضرات اپنے بزرگوں کی قابلِ اعتراض عبارتوں کی توجیہ اپنے عمومی افکار کی روشنی میں کرتے ہیں اور ان عبارتوں کے اشتباہ کو اپنے دوسرے محکم نظریات کی روشنی میں حل کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ یہ حق کیا دوسروں کو بھی دینے کے لیے تیار ہیں یا نہ؟ ہم قوم کے سامنے استغاثہ پیش کیے دیتے ہیں کہ جو امور وہ اپنے بزرگوں کے حق میں جائز سمجھتے ہیں وہ انھیں دوسروں کے بارے میں کیوں شجرۂ ممنوعہ قرار دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ دوسروں کو کافر قرار دینے میں نہ ان کی زبان رکتی ہے نہ قلم تھمتا ہے اور دنیا

حیرت سے کفر کی اس گولہ باری کا نظارہ کر رہی ہے ۔ یا قوم أليس منكم رجل رشيد
بریلویوں کی تکفیر کی گولہ باری سے کون گھائل نہیں ؛ اس کی تحقیق اب آپ ہی فرمائیں

بریلوی تکفیر کی گولہ باری

اس حقیقت سے کوئی مبصر انکار نہیں کر سکتا کہ بریلوی مذہب کے بانی مولانا احمد رضا خاں صاحب جناب عبدالوہاب صاحب نجدی (۱۲۰۶ھ) اور ان کے تمام پیرو کاروں کو کافر اور مُرتد سمجھتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا حرام جانتے ہیں نہ ان کی نماز جنازہ کے قائل ہیں نہ ان کے لیے ایصالِ ثواب کو جائز سمجھتے ہیں، یہ لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جا کر بھی وہاں کی باجماعت نمازوں سے محروم واپس لوٹتے ہیں۔ ان محرومانِ قسمت کے پیشوا جناب احمد رضا خاں صاحب ان وہابیہ کو قادیانیوں کے ساتھ ملاتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وہابی رافضی قادیانی وغیرہم کفار مرتدین کے جنازہ کی نماز انھیں ایسا جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔"[1]

"رافضی تبرائی وہابی دیوبندی وہابی غیرمقلد قادیانی چکڑالوی نیچری ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں کہ یہ سب مرتدین ہیں"۔[2]

"نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے"۔[3]

عرض : وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں ؟
ارشاد : کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔[4]

---

[1] ملفوظات ۱ ص ۸۲ [2] احکام شریعت ۱ ص ۱۲۲ [3] ایضاً ص ۱۲۹ [4] ملفوظات ۱ ص ۱۱۸

آجکل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں، ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں ایسے ہی وہابی قادیانی دیوبندی نیچری چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان[1] محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولد الزنا عالمگیریہ میں ظہیریہ سے ہے، حکمہم احکام المرتدین[2]

بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دُور کرنا اس سے بغض اس کی اہانت اس کا رد فرض ہے اور توقیر حرام وہم اسلام اسے سلام کرنا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام اس کے ساتھ کھانا پینا حرام اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا۔ اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام اس کے لیے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر[3]

کیا اب بھی کوئی صورت باقی رہی جس میں خان صاحب کے پیرو دوسرے مسلمانوں سے کبھی اکھٹے ہو سکیں حق یہ ہے کہ خانصاحب کو چھوڑے بغیر مسلمان کبھی آپس میں متحد نہیں ہو سکتے۔

---

[1] اسلام میں حیوان سے نکاح ہونے کی کوئی صورت نہیں، بریلوی مذہب میں اس کی کیا صورت ہے۔ یہ مولانا محمد عمر اچھروی کو خوب معلوم تھی۔ [2] ملفوظات مولانا احمد رضا حصہ ۲ صفحہ ۱۰۰ [3] عرفان شریعت صفحہ ۳۹

بریلوی تصویر کا دوسرا رخ

۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو والیٔ حرمین شریفین شاہ فیصل مرحوم شہید کیے گئے۔ اس لرزہ خیز واردات سے پورا عالم اسلام لرزا۔ یہ وفات پوری دنیا کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی۔ بریلوی عقیدے کے مطابق وہابیہ نجد کے سرخیل شاہ فیصل کی نماز جنازہ نہ نماز تھی نہ بریلوی ان کے اور ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے حرمین شریفین میں نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے، بریلوی ان کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ نہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔

انگلینڈ میں بریلویوں کی مرکزی تنظیم جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ ہے ان کے خطیب مولانا ابو المحمود نشتر اور نائب ارشد القادری ہیں ان کے پیر معروف حسین نوشاہی ہیں اور صدر راجہ عارف ہیں، شاہ فیصل کی شہادت پر چاروں بریلوی زعماء نے اپنے ہاتھوں اعلحضرت کے ان فتووں کو پامال کیا اور اپنے مذہب کا خون کیا ہے، برطانوی بریلویت کی تاریخ سے شاید ہی یہ دھبہ کبھی دھل سکے، معلوم ہوا ہے کہ اس مذہبی خودکشی کے بعد ارشد القادری صاحب نے ایک توبہ نامہ شائع کیا تھا کہ وہ آئندہ سیاست میں دخل نہ دیں گے۔ [۱]

مذہبی خودکشی کا لرزہ خیز سانحہ

روزنامہ "ملت" لندن کی ۲۸ر مارچ کی اشاعت میں جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ کی مذہبی خودکشی کا یہ سانحہ اس طرح درج ہے:

> بریڈفورڈ — جمعیت تبلیغ الاسلام کے عارف نوشاہی نے شاہ فیصل کی شہادت پر شاہ خالد اور برطانیہ میں سعودی عرب کے سفیر کے نام اپنے تعزیتی تار میں کہا ہے کہ شاہ فیصل کی شہادت عالم اسلام

[۱] دیکھیے اردو روزنامہ "ملت" لندن ۱۶ مئی ۱۹۷۵ء

کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے، جمعیت کل بعد از نمازِ جمعہ مرحوم کی روح کو
ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کا اہتمام کر رہی ہے۔"

پھر روزنامہ جنگ لندن کی یکم اپریل ۱۹۷۵ء کی یہ خبر پڑھیے اور بریلویوں کی مذہبی خودکشی پر سر دُھنیے:

"برڈفورڈ ۳۱ مارچ (نمائندہ جنگ) جامع مسجد تبلیغ الاسلام ساؤتھ فیلڈ سکوائر میں خطبہ جمعہ سے پہلے ایک جلسہ میں شاہ فیصل کی شہادت کو عالمِ اسلام کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ امام مسجد مولانا ابو المحمود نشتر نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس زمانہ میں ایسا شخص جس نے عالمِ اسلام کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی اور اس میں ایک حد تک کامیاب ہوا ان کا اس طرح سے ناگہانی طور پر جُدا ہونا انتہائی رنج کی بات ہے، نماز جمعہ کے بعد مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے مسجد میں قرآن خوانی کی گئی"۔

دیکھیے وہابیہ نجد کے سرخیل جن کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے کبھی نماز جائز نہ تھی اب کافر نہ رہے، مرحوم ہو گئے ان کے لیے ایصالِ ثواب جائز ہو گیا اور ان کی تعزیت بھی ان لوگوں کا دینی کام بن گئی، مذہبی انحراف کی اس سے زیادہ واضح مثال شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔

بریلویوں کی مذہبی خودکشی جس طرح ارشد القادری صاحب کی جمعیت تبلیغ الاسلام کے ہاتھوں عمل میں آئی اس سے برڈفورڈ بلکہ انگلینڈ کے سارے بریلوی حلقے چونک اُٹھے ان میں سے جو لوگ کچھ بھی اللہ کا خوف رکھتے تھے اپنے ضمیر سے پوچھنے لگے کہ ان بریلوی علماء نے جب وہابیہ نجد کے سرخیل شاہ فیصل بن عبد العزیز آلِ سعود کو مسلمان تسلیم کر لیا ہے اور

ان کے ایصالِ ثواب کے لیے یہ لوگ دعائیں کر رہے ہیں تو ہمیں یہ لوگ ان کی نماز جنازہ اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کیوں روکتے رہے ہیں جس چیز کو وہ اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں اسے ہمارے لیے ناجائز کیوں کہتے رہے ہیں؟

جن حق پسندوں نے اپنے ضمیر سے اس کا فیصلہ پوچھا وہ جان گئے کہ بریلویوں کے ہاں یا تو دین دین نہیں وہ حق کے آگے نہیں رائے عامہ کے آگے جھکتے ہیں اور اپنا مذہب بدل لیتے ہیں، دُنیا سے اگر انصاف ختم نہیں ہو گیا تو اہلِ انصاف اس کا ضرور فیصلہ کریں گے کہ جب یہ لوگ اپنے منبر و قلم سے وہابیہ نجد پر کفر کے تیر برساتے ہیں تو کیا وجہ ان کا خون صرف غریبوں پر گرتا ہے اور بادشاہوں کی سطوت کے سامنے ان کا فتویٰ بدل جاتا ہے۔

قتال وجدال کے معرکوں میں تصادم ہمیشہ مقابل لشکر سے ہوتا ہے لیکن اپنے ہی مذہب سے ایسا خونریز تصادم شاید ہی تاریخ میں مل سکے۔ بریلویوں کی مذہبی خودکشی کا المناک منظر آپ کے سامنے ہے تاہم جس مذہب کا انھوں نے خون کیا اور جس سے وفا کی چولیں اب خود ان کے ہاں بھی ڈھیلی پڑ رہی ہیں مناسب ہے کہ بریلویت کے ان کھنڈرات سے اس کے کچھ نمونے بطور یادگار جمع رکھے جائیں تاکہ آنے والی نسلیں جان سکیں کہ چودھویں صدی میں ایک یہ نقش بھی اُبھرا تھا جو برمنگھم کے تاریخی دھماکے میں اپنی آخری نیند سو گیا ؎

جو خود کو کہتے تھے توپچی وہ چلے ہوئے کارتوس نکلے

ہم خوش ہیں کہ جمعیت تبلیغ الاسلام بریڈ فورڈ اور اس کے دینی رہنماؤں مولانا ابوالمحمود نشتر اور ارشد القادری وغیرہ نے وہابیہ نجد کو مسلمان تسلیم کر کے اور ان کے سرخیل شاہ فیصل کے حق میں ایصالِ ثواب کی دعائیں کر کے ایک نیکی کی ہے بُرائی نہیں کی ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حرمین شریفین کے کافروں کے قبضے میں ہونے کی تلقین کرنا اور وہابیہ نجد کو کافر ٹھہرانا مرکز اسلام میں زلزلہ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔

شاہ فیصل پر نجدی وہابی ہونے کا فتویٰ

جلالۃ الملک شاہ فیصل کے سانحۂ شہادت سے پہلے شاہ فیصل مرحوم کے بارے میں یہ لوگ کس قسم کا عقیدہ رکھتے تھے اس کے لیے ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری کی تجویز ملاحظہ کیجیے جو اس نے اس سانحہ شہادت سے ایک سال پہلے پیش کی تھی، روزنامہ "ملت" کی ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء کی اشاعت میں یہ تجویز آچکی ہے:

> "شاہ فیصل کو پاکستان اور عالم عرب خواہ مخواہ اہمیت دے رہے ہیں، یہ نجدی وہابی ہے جو قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں اس کی حکومت کا تختہ الٹ جانا چاہیئے یا اسے ختم کر کے کسی دوسرے اچھے عرب کو لانا چاہیئے"

(روزنامہ "ملت" ۲۹ اپریل ۱۹۷۵ء)

جب شاہ فیصل شہید کر دیے گئے تو یہی لوگ پھر ان کے ایصالِ ثواب کے لیے تیار ہو گئے کہ شاید اس بہانے سعودی عرب سے کوئی مالی امداد مل جائے۔

خدا کی قدرت دیکھیے کہ مرکزِ اسلام کے خلاف کفر کا فتویٰ دینے والے اور والیٔ حرمین کے خلاف اس دور تک سوچنے والے خود ہی اس ملبے تلے دب گئے۔ بریلویوں کا ایصالِ ثواب کا یہ جلسہ مولانا احمد رضا خاں کے تعارف میں ہر حق پسند ضمیر کو بریلویت سے دور کرتا رہے گا۔

پاکستان کی مخالفت

یہ نہ گمان کیا جائے کہ بریلوی تکفیر کی گولہ باری صرف عالم عرب پر تھی یا کبھی صرف ترکی اس کی زد میں تھا۔ نہیں پاکستان بھی ان کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔ مولانا احمد رضا خاں کے پیر و مرشد سید آل رسول سجادہ نشین مارہرہ شریف کا رسالہ "مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری"

اس کی منہ بولتی شہادت ہے مولانا اولاد رسول نے مارہرہ شریف سے ایک رسالہ "الجوابات السنیہ علی زہار السوالات الیگیہ" شائع کیا تھا اس میں مسلم لیگ کے اساسی مقاصد کے بارے میں لکھا ہے : "صریح محرمات، ضلالات بلکہ منجر بکفریات ہیں"۔[1]

اس رسالہ میں حزب الاحناف لاہور کے مولوی ابوالبرکات سید احمد کا یہ فتویٰ بھی دیکھیے : "لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اسکی اشاعت وتبلیغ کرنا منافقین ومرتدین کی جماعت کو فروغ دینا ہے"۔

ڈاکٹر اقبال کے خلاف فتویٰ

بریلویوں کی مشہور کتاب تجانب اہل السنۃ جس پر مولانا احمد رضاخاں کے نفس ناطقہ مولوی حشمت علی کی تصدیق درج ہے اس میں نقاش پاکستان علامہ اقبال کے بارے میں ہے :

"ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان بول رہا ہے اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے"۔[2]

ڈاکٹر اقبال ہی نہیں، اب بانیٔ پاکستان کے بارے میں بھی سنیے :

بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بناء پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر ومرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام[3]

یہ زور آزمائی اس لیئے تھی کہ مسلم لیگ کے جلسوں میں مولانا تھانوی زندہ باد کے نعرے لگتے تھے۔ سو ضروری تھا کہ بریلوی علما مسلم لیگ پر بھی واردات کریں۔

---

[1] الجوابات السنیہ ص [2] تجانب اہل السنۃ ص [3] تجانب اہل السنۃ ص ۱۲۲

اشاعت سوم

پچھلے دونوں ایڈیشنوں میں یہیں سے بریلوی مذہب کے نمونوں کی نمائش شروع ہوگئی تھی تاہم بعض دوستوں کا تقاضا رہا کہ یہ مقدمہ بہت مختصر ہے، اس میں تحریک بریلویت کی ایک جھلک تو سامنے آجاتی ہے لیکن پوری عکاسی نہیں ہوتی، اس کی مزید تفصیل چاہیئے یہ نمونے اتنے حیران کن ہیں کہ عقل باور نہیں کرتی کہ کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس اس قسم کی باتیں کہہ سکے یا لکھ سکے، ان باتوں کے سمجھنے کے لیے قارئین کے سامنے اس تحریک کا پورا پس منظر ہونا چاہیئے

ہم نے تعمیلِ ارشاد کے لیے تحریک کا پس منظر اس میں شامل کر دیا ہے یہ مبسوط مقدمہ اس کتاب کی پہلی جلد ہے پہلی ترتیب میں مولانا احمد رضا خاں کے کچھ ذاتی حالات کا ذکر آخر میں کیا گیا تھا اب اس تعارف کو بھی اس پس منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس اضافے سے دوستوں کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور بریلویت کو سمجھنے میں ایک بڑی مدد بھی ملے گی۔

یقین کیجیے کہ ہندوستان میں انگریزی دورِ حکومت میں جس شخص نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا ان کے مابین کفر و اسلام کے فاصلے قائم کیے مسلمان اسے سمجھے بغیر پھر اتحاد کی طرف کبھی واپس نہ لوٹ سکیں گے کیونکہ ایک قوم بے خبری کے ساتھ اسے صدی کا مجدد اور ایک دین و مذہب کا بانی سمجھتی ہے اور اس تصور کے ساتھ ان کا اسے چھوڑنا بہت مشکل ہے اگر آپ قوم کو پھر متحد دیکھنا چاہتے ہیں تو برطانوی سامراج کے ایک ایک خیر خواہ کو سمجھنے کی کوشش کریں جوں جوں بے خبری کے بادل چھٹتے جائیں گے صبح اتحاد کا چہرہ نکھرتا جائے گا ؎

نہیں اقبال نا امید اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

بریلوی مسلک کی جھلک میں آپ اس مذہب کے نادر نمونے دیکھ آئے ہیں پھر اس تحریک کا پس منظر بھی تفصیل سے آپکے سامنے آچکا آپ نے دیکھا کہ ملت اسلامی پر تیشۂ تفریق

کیسے چلا اور کس بے رحمی سے اُمت کو دو ٹکڑے کیا گیا۔ آپ مولانا احمد رضا خان کے شوقِ تکفیر کا بھی جائزہ لے چکے۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ خان صاحب نے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لیے کونسی راہ اختیار کی، اسے ہم پہلے خیانات کے عنوان سے پیش کر آئے ہیں۔

مولانا کا شخصی تعارف آپ کو ان کے علم و فضل اور زہد و عمل کی داستان میں ملے گا۔ علم و فضل کے تحت آپ ان کے ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" پر بھی ایک وسیع نظر ڈال سکیں گے اور جان سکیں گے کہ مختلف اسلامی حکومتوں نے اسے کیوں خلاف قانون قرار دیا۔ مولانا کے زُہد و عمل پر نظر ڈالنے کے بعد آپ ان کے عقائد کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان حضرات نے قلعۂ اسلام میں کس قدر گہرے شگاف ڈالے ہیں اور اسلامی قدروں کو کس طرح پامال کیا ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیرووں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدۂ توحید میں تحریف کی ہے۔ کس بے خوفی سے عقیدۂ رسالت میں گستاخی کی چال چلے ہیں۔ کس طرح صحابۂ کرامؓ کی شان میں بے ادبی کی اور کس بے دردی سے اولیاء اللہ کی شان میں توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کی ان گستاخیوں کی نشاندہی اس لیے نہیں کی جا رہی کہ ان کی بے آبروئی ہو بلکہ محض اس لیے کہ ان کے پیرو انھیں ان کے اصل آئینہ میں دیکھ سکیں اور امت میں تفرقہ پھیلانے کی دلآزار روش چھوڑ دیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں حضورؐ کی اُمت کی خیر خواہی مقصود ہے۔ کسی گروہ کی بدخواہی اور دلآزاری ہرگز پیش نظر نہیں۔ خدا کرے لوگ مولانا احمد رضا خاں اور ان کی جماعت کے عقائد و افکار کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ بدعت و الحاد کا یہ ریلا انہیں کس طرف نہ بہا لے جائے گا۔

تشکّر و امتنان

اللہ تعالیٰ کے حضور ہم بخلوص دل شکر گزار ہیں کہ اس نے "دھماکہ" کو اتنی عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ ہم ابتدائی مرحلہ میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ پاکستان اور ہندوستان میں کتنے ہی اداروں نے اس کے ایڈیشن نکالے اور کتاب کی طلب پھر بھی عام رہی۔ انگریزی، بنگلہ دیشی زبان

گجراتی اور برمی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد عمر کے گجراتی ترجمے کو ہندوستان کے علاقہ بمبئی، سورت اور بھڑوچ میں مقبولیت ہوئی ہے، ساؤتھ افریقہ میں انگریزی ترجمے کی بہت مانگ ہے، انگلستان، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں جہاں جہاں بھی پاک و ہند کے لوگ آباد ہیں، "دھماکہ" کو بڑی دلچسپی سے پڑھا گیا بلکہ بعض حلقوں میں جب بھی ۲۷ اپریل کی تاریخ آتی ہے لوگ گھروں میں ۲۷ اپریل ۱۹۷۵ء کے جلسہ تعارف کی ٹیپ ریکارڈ تقریر سنتے ہیں اور اسے دل لگی میں یوم دھماکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

"دھماکہ" کی اشاعت کا ایک فوری اثر برطانیہ میں یہ دیکھنے میں آیا کہ مولوی ارشد القادری مصنف "زلزلہ" کو جنہیں انجمن تبلیغ الاسلام بریڈفورڈ نے ان کی کتاب "زلزلہ" کی شہرت کے باعث یہاں انگلینڈ بڑے شوق سے بلایا تھا کہ ان کی وجہ سے یہاں بریلوی مذہب کو فروغ ہوگا وہ یہاں سے فارغ کر کے واپس ہندوستان بھیج دیے گئے اور جن امیدوں سے بریلویوں نے انہیں یہاں بلایا تھا ان پر یکسر پانی پھر گیا اور ان لوگوں کو یہاں لینے کے دینے پڑ گئے۔ مولانا ارشد القادری کی ہندوستان واپسی "دھماکہ" کی یادوں میں سے ایک بڑی موثر یاد ہے۔

یہ کتاب کسی کتاب کے جواب میں نہیں لکھی گئی بلکہ یہ ایک مستقل کتاب ہے، جسے ارشد القادری صاحب کی ملک واپسی کے باعث بریلوی حلقوں میں خواہ مخواہ اسے زلزلہ کا جواب سمجھ لیا گیا حالانکہ اس میں کہیں درج نہ تھا کہ یہ زلزلہ نامی کسی کتاب کا جواب ہے، زلزلہ کے جواب میں کئی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور عام ملتی ہیں ۔ ان سے زلزلہ کی ہیبت بہت کم ہو گئی ہے

"دھماکہ" کی اس مقبولیت عام اور اس کی ضرب کاری پر ہم بصمیم قلب اللہ تعالےٰ کے حضور میں شکر گزار ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نورِ سنت سے پورے جہان کو منور فرمائے اور شرک و بدعت کے اندھیروں سے پوری قوم کو مخلصی عطا فرمائے، آمین۔

کارکنان انجمن خدام التوحید والسنۃ برمنگھم

تحریک اور بانی تحریک

تحریک اور بانی تحریک کا بہت قریب کا ساتھ ہوتا ہے۔ بانی کی فکر اور تحریک کا عمل ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ "مطالعہ بریلویت" جلد اوّل میں تحریک (اہلسنت پر تیشہ تفریق) اور اس کا پس منظر (وہ کون سے حالات تھے جو اس تحریک کا موجب ہوئے) آپ کے سامنے آچکے۔ اختلاف پیدا کرنے میں مولانا احمد رضا خان نے کونسا زینہ منتخب فرمایا؟ آپ خیالات کی بحث میں اسے بھی اچھی طرح جان چکے۔ یہ سب کچھ خانصاحب کی تحریک کے بارے میں تھا خان صاحب کے بارے میں نہیں۔ آپ کے اپنے بارے میں قارئین کرام شاید ابھی تک یہ جاننے کے منتظر ہوں کہ آپ کس علمی ماحول کی پیداوار تھے اور کن بزرگوں کے زیر سایہ آپ نے عمل و کردار کی تربیت پائی ہوگی۔

بانی تحریک مولانا احمد رضا خان کس علم و عمل کے مالک تھے اس جلد میں اس پر کچھ تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے لئے مرتبہ امامت کا مدعی ہو اور لوگوں کو اپنے مذہب پر چلنے کی دعوت دے تو لوگوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ جانیں کہ وہ خود کیا ہے۔ کس ماحول کی پیداوار ہے اور اس کی زندگی عمل و کردار کے پہلو سے کس درجہ لائق اعتماد ہو سکتی ہے۔ اسی پہلو سے ہم نے خان صاحب کے علم و فضل اور عمل و کردار پر قدرے بحث کی ہے۔ انہیں بے آبرو کرنا ہرگز مقصود نہیں۔ نہ ہم ان کے پیروؤں کی دل آزاری چاہتے ہیں۔ بلکہ خود ان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ نہایت ٹھنڈے دل سے ان کے مرتبۂ علم و فضل کو جانیں اور پھر فیصلہ کریں کہ وہ سلف صالحین کی پیروی میں روح کی تسکین پاتے ہیں یا خان صاحب کے مذہب کی پیروی میں؟

رب العزت کی توفیق شامل رہی تو اگلی جلد میں اس تحریک کے اثرات پر بھی کچھ بحث کیجائے گی اور بتایا جائے گا کہ خانصاحب کی اس تحریک سے مسلمانوں میں کن کن غیر اسلامی نظریات نے دخل پایا اور کن عقائد پر ان کے پیرو جمے اور انہوں نے اپنے دینی اعمال میں کونسی راہ اختیار کی؟

مؤلف

مولانا احمد رضا خان

علم و فضل کے آئینے میں

اساتذہ سے نہ فیض پایا تو تم ہی کہہ دو کیا کمایا
اب تو سب نے ہے دیکھ پایا خبر جہالت کی آ رہی ہے
ہمیں ہیں غافل نہیں ہے جب یہیں ہم نے رسم فا نبھائی
مگر ادھر سے ہمیشہ یہ ہے ہوا شرارت کی آ رہی ہے

از خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی آللہ خیرا ما یشرکون اما بعد

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اساتذہ کرام

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کسی باقاعدہ عربی مدرسہ یا دار العلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے آپ کی ساری دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی۔ آپ کے پہلے استاد مرزا غلام قادر (مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے ان کے بعد آپ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے پڑھتے رہے مولانا نقی علی خاں بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دار العلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے وہ بھی گھر میں ہی پڑھتے رہے تھے نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا اس کے باوجود آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں "علوم وفنون کا ہمالہ" سمجھ لیا [1]

زہر بن جائے جو زندگی کے لیے — مجھ کو ایسا نوالہ نہیں چاہیے

میری نسبت صفا اور مروہ سے ہے — مجھ کو کوہ ہمالہ نہیں چاہیئے

دینوی تعلیم میں آپ نے علم ہیئت اور نجوم مولانا عبد العلی صاحب رامپوری سے اور علم جفر اور تکسیر اپنے مرشد مولانا ابوالحسین نوری سے سیکھا ان دنوں گدی نشینوں کو علم جفر و نجوم کی بہت ضرورت لاحق ہوتی تھی اور جتنی ان علوم میں دسترس ہو ان کا حلقہ عقیدت اتنا ہی وسیع ہو جاتا تھا۔ مارہرہ شریف کے گدی نشین علم جفر میں ماہر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی ص ۳۳۷

نے علم جفر انہی سے سیکھا تھا[1] اور یہی کشش انہیں آستانہ مرشد پر لے آئی تھی۔ آپ علم جفر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ جہاں ہر طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضری کی تمنا لئے حاضر ہوتا ہے آپ وہاں بھی اس لیے گئے کہ شاید وہاں کوئی علم جفر کا ماہر مل جائے اور اس کے ذریعہ آپ کا کام چل نکلے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔

"خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے"[2]

مولانا احمد رضا خاں صاحب ستاروں کے اثرات کے بھی قائل تھے المیزان امام احمد رضا نمبر میں ہے ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اصلی فاعل حضرت عزہ جل شانہ کو جانتے تھے[3]

مولانا احمد رضا خاں عطائی طور پر انبیاء اور اولیاء کے تکوینی اختیارات کے بھی قائل تھے اور ستاروں میں بھی ان اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے اس وقت یہ زیر بحث نہیں کہ اسلام میں ستاروں کے اثرات کا قائل ہونا کیا ہے؟ اہل حق اس کے قائل رہے ہیں یا اہل الحاد۔ یہ اس وقت کا موضوع نہیں تاہم ایک دو باتیں ضرور یاد رکھئے۔

علمائے اہل سنت میں کوئی ستاروں کی تاثیر کا قائل نہیں نہ اس علم میں دلچسپی لینا انکا شیوہ تھا[4] ستاروں میں اس طرح کی قوتیں اور تصرف ماننا گو عطاء الٰہی کی تاویل سے ہوں ہرگز درست نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یونانی ستاروں میں کرشمہ جانیں تو کافر ٹھہریں اور مولانا ستاروں کے اثرات کا عقیدہ رکھیں تو مجدد تسلیم کئے جائیں۔ فیا للعجب۔

بہرحال مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جس دن مارہرہ شریف میں بیعت کی تو مرشد نے اسی دن آپ کو خلافت دے دی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں تک سلوک و طریقت اور مجاہدہ و ریاضت کا تعلق ہے آپ ان کے تجربات سے نہیں گذرے اور آپ کا علم مسائل

---

[1] ایضاً ص ۳۳۲ [2] ملفوظات ۲ ص ۲۸ [3] ایضاً ص ۳۳۲ [4] ان علوم النجوم کان معجزة لنبی من زمن ادریس علیہ السلام و قد نسخ بالاجماع و الاشتغال بالعلم المنسوخ حظ ار و العمل بہ باطل (التمہید فی بیان التوحید لابی شکور السالمی ص ۱۳ طبع ۱۲۹۹ مطبع غریب حصار فیروزہ)

طریقت میں بھی علم شریعت کی طرح ناپختہ ہی رہا۔

المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ہے کہ آپ کے مرشد گرامی نے آپکو یونہی خلافت دیدی تھی :-

آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔[1]

مارہرہ شریف سے تعلق جب زیادہ تر علم جفر اور تکسیر کی بنار پر تھا تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں سلوک و طریقت کی منزلیں طے کرانے کی کیا ضرورت تھی ؟ پیر و مرید اسی فضول علم میں کھوئے ہوئے تھے جس کے بارے میں وہ خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جواب لے چکے تھے کہ یہ علم فضول ہے مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خواب میں مجھے ایک تھان دکھایا جس پر ا ـــ ھ ـــ ذ کے حروف لکھے تھے اس کی تعبیر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود یہ بیان کی

ا ، ھ ، ذ کے معنی ہیں فضول بک[2]

وقت کی مشہور درسگاہیں

دارالعلوم دیوبند کو ایک طرف رہنے دیجیے اس وقت کئی اور بھی درسگاہیں موجود تھیں جن میں نادر روزگار علمی شخصیتیں موجود تھیں اور علم و فن کے متلاشی دُور دُور سے آکر ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طلب علم میں وقت کے جن مشہور مراکز علمی میں گھومے مولانا احمد رضا خاں صاحب ان میں سے کسی مرکز علم سے فیض یاب نہ ہو سکے۔

اس وقت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ) شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (۱۳۰۷ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ) حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادی (۱۳۱۳ھ) اور مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی جیسے حضرات موجود تھے جن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب بخوبی استفادہ کر سکتے تھے پیر مہر علی شاہ صاحب کے تذکرہ "مہر منیر" میں ان نادر روزگار علمی شخصیتوں کا ذکر موجود ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اساتذہ کی کمی پر ہمیشہ فخر رہا حالانکہ زیادہ سے زیادہ علمار سے استفادہ کرنا علمار سلف کے

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص۳۶۷ [2] ملفوظات حصہ اول ص۱۰۵

لیے سرمایہ افتخار رہا ہے ۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے تقریباً چار ہزار اساتذہ سے استفادہ کیا تھا جہاں بھی کسی صاحب علم کی شہرت ہوتی علماء وہاں پہنچتے اور اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرتے

بریلوی حلقے اس پر فخر کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) اور اپنے والد نقی علی خاں ۔ مولانا عبدالعلی رامپوری اور شاہ ابوالحسین صاحب نوری کے سوا کسی سے نہیں پڑھا :۔

ان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا [1]

مولانا احمد رضا خاں کا تعلیمی پہلو اتنا کمزور رہا کہ آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کے لیے علم لدنی کا دعوےٰ کریں اور اعتقاد رکھیں کہ آپ کے علم و فن کے کمالات وہی تھے جو آپ خدا کی طرف سے اپنے ساتھ لائے تھے ۔

تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں گفتگو

مولانا عرفان علی صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا :۔

میری عمر تین ساڑھے تین برس کی ہوگی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے انھوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے بھی فصیح عربی میں انکی باتوں کا جواب دیا [2] ۔

یہ حکایت محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے لیے اساتذہ کی کمی کا جبر ہو سکے اور مولانا کے لیے علم لدنی ثابت کرنے کی بنیاد فراہم کی جا سکے تاہم تعجب ہوتا ہے کہ جب تین ساڑھے تین برس کی عمر میں علم کی یہ شان تھی تو چار سال کی عمر میں طوائف کے سامنے قمیص اوپر کیوں اٹھا لیتے تھے ۔ فتاویٰ رضویہ کے مقدمہ میں ہے :۔

چار برس کی عمر میں ایک دن بڑا سا کرتہ پہنے باہر تشریف لائے تو چند بازاری

---

[1] ملفوظات حصہ دوم ص۳ [2] المیزان امام احمد رضا نمبر ص۳۳۹

طوائفوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال لیا یہ دیکھ کر ایک عورت
بولی واہ میاں صاحبزادے آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا [1]

ہم اپنے آپ کو کس طرح سمجھائیں کہ ساڑھے تین سال اور چار سال کی عمروں کے یہ دونوں واقعات کیسے سچ ہو سکتے ہیں، دروغ گو را حافظہ نباشد کہہ کر بھی ہم آگے نکلنا نہیں چاہتے کہ یہ مولانا کے ادب کے خلاف ہوگا۔

(۶) چھ سال کی عمر میں فصیح تقریر

بریلوی لٹریچر میں یہ روایت بھی ملتی ہے :-

چھ سال کی مبارک عمر میں کہ ماہ ربیع الاوّل تھا ایک بہت بڑے مجمع کے
سامنے منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے پہلی مرتبہ تقریباً دو گھنٹے تک علم و
عرفان کے دریا بہائے۔[2]

مولانا احمد رضا خاں نے چھ سال کی عمر میں تقریباً دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے
آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا کوئی اُستاد نہیں تھا :-

میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے
جمع و تفریق ضرب تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں اُنکی ضرورت
پڑتی تھی شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت
ضائع کرتے ہو[3] مصطفےٰ پیارے کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا
دیے جائیں گے[4]

---

[1] فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص۶ شائع شدہ لائلپور [2] فتاویٰ رضویہ ص۶ [3] اصل بات یہ ہے کہ مولانا نقی علی خاں کو شرح چغمینی خود نہ آتی تھی اب پڑھائیں کیا ؟ کتاب سے جان چھڑانے کا یہ ایک مصلحتی انداز تھا جو آپ نے اختیار کیا اگر یہی بات ہوتی جو انہوں نے کہی تھی تو پھر مولانا احمد رضا خاں مولانا عبد العلی صاحب رامپوری سے یہی کتاب پڑھنے کیوں جاتے افسوس کہ آپ وہاں بھی اس کے چند اسباق ہی پڑھ سکے۔ حضرت کے استاد ہونے کا فخر.... مولانا عبد العلی رامپوری کو حاصل ہوا جن سے حضرت نے شرح چغمینی کے کچھ اسباق لیے (المیزان نمبر ص۳۳۲) [4] المیزان احمد رضا نمبر ص۳۴۲

ایک مبصر یہاں یہ سوچے بغیر رہ نہیں سکتا کہ پھر حضرت امام اعظمؒ اور حضرت امام بخاریؒ جیسے حضرات اساتذہ کے سامنے کیوں وقت ضائع کرتے رہے کیا ان کے لیے اس طرح سے حصولِ علم کے دروازے بند تھے؟

امام ابوحنیفہ کے اُستاد

ممکن اور بہت ممکن ہے کہ بریلوی حضرات نے مذکورہ روایتیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تعلیمی کمی کو علم لدنی سے پورا کرنے کے لیے وضع کی ہوں لیکن اگر یہ صحیح ہیں تو پھر چار پانچ سال کی عمر میں بازاری عورتوں کے سامنے ستر کھولنا یقیناً ایک ارادی حرکت ہوگی۔

علماء میں اساتذہ کی کثرت ہمیشہ سرمایہ عزت رہی ہے حافظ ابو الحجاج المزی امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ کی تعداد ۷۴ بتلاتے ہیں اور اگر ان تمام راویوں کو بھی لے لیا جائے جن سے آپ نے حدیث سُنی تو پھر ملا علی قاریؒ کا بیان فیصلہ کن ہوگا کہ امام اعظمؒ کے اساتذہ (صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے) چار ہزار ہیں [1]

تیرہ سالہ مفتی

مولانا احمد رضا خاں مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھ کر ۱۳ سال کی عمر میں فارغ ہوئے اور اسی دن والد نے آپ کو مسند افتار پر بٹھایا آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں پہلے مفتی ہیں جنھوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں فتوے کا قلمدان سنبھالا امام ابوحنیفہؒ جیسے جلیل القدر امام بھی اس عمر میں اس ذمہ داری کے لائق نہ ہو سکے تھے۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اسی دن مسند افتار پر بیٹھے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی :-

"تیرہ سال کی عمر میں ۔۔۔ ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد صاحب نے جودت ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتار کا کام آپ کے سپرد کر دیا" [2]

---

[1] مسند الامام شرح مسند الامام صفحہ ۱۰

[2] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۱۹۰

یہ حضرات یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اسی دن سے مجدد کامل بھی تھے :-

آپ نے ۱۲۸۶ میں علوم مروجہ درسیہ سے فراغت حاصل کی اور منصب افتاء پر بٹھائے گئے اسی دن سے ان کی زندگی کا اگر ایماندارانہ جائزہ لیا جائے تو انکا مجدد کامل ہونا مہر نیمروز کی طرح ظاہر و آشکار ہے [1]

یہ بات ان لوگوں کی محض اپنی روایت نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت کا بیان بھی اس بارے میں یہ ہے کہ :-

فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ کو ۱۳ برس کی عمر میں پہلا فتوے لکھا [2]

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسی دن آپ فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے اسی دن نماز آپ پر فرض ہوئی اور اسی دن سے آپ مجدد ٹھہرے آپ کی یہ چار خصلتیں ایک ہی دن کی یادیں ہیں۔

بریلوی مذہب کے لوگ بسا اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے آپ کی ہزاروں کتابوں پر نظر تھی اور ہزاروں کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں۔

پچاس کتابیں زیر مطالعہ

درسیات کے علاوہ صرف پچاس سے کچھ زائد کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا تھا اس وسعت مطالعہ پر آپ کی اپنی ایک شہادت بھی موجود ہے خود فرماتے ہیں۔

درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میرے درس و تدریس اور مطالعہ میں رہیں [3]

مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت

مولانا احمد رضا خاں نے جب ہوش سنبھالا تو بریلی میں مدرسہ مصباح التہذیب موجود تھا لیکن اس پر علمائے دیوبند کے اثرات بہت گہرے تھے بریلی میں بس انہی کی بات چلتی تھی پھر ایک مدرسہ

---

[1] احمد رضا نمبر ص ۳۸۱ [2] ایضاً ص ۵۶۹ [3] ایضاً ص ۵۶۲

اشاعت العلوم ۱۳۱۲ھ میں قائم ہوا وہ بھی رفتہ رفتہ علمائے دیوبند کے زیر اثر چلا گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ مولانا احمد رضا خاں فرض نماز تک گھر میں پڑھتے تھے۔

افسوس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بڑے ہو کر بھی کوئی وسیع اور کامیاب دارالعلوم کہیں نہ بنا سکے جو ان کا مدرسہ تھا اس کا کل سرمایہ مولانا ظفر الدین اور لال خاں ہی تھے۔ آپ اپنے ایک خط میں اس حالت کا ذکر کرتے ہیں۔

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ۔ نہ ہمت والے مالدار۔ ایک ظفر الدین کدھر جائیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل [1]

یہ لال خاں کون تھا اور کیا کام کرتا تھا یہ مولانا احمد رضا خاں جانیں لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے کہ آپ نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا یہی مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں:۔

اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا [2]

ایک دفعہ بزور مطالعہ حدیث پڑھانے بیٹھے تو یہ پتہ نہ تھا کہ حدیث کس طرح بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے لگے جس طرح یورپ کے تعلیمی اداروں میں استاد کھڑے ہو کر لیکچر دیتا ہے مولانا احمد رضا خاں بھی کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں:۔

اعلیٰ حضرت کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے اور پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے۔ [3]

یہ ماحول خود بتا رہا ہے کہ وہ مدرسہ کس درجے کا ہوگا جہاں پڑھائی اس خلاف فطرت انداز میں ہوتی ہوگی تاہم یہ بات لائق غور ہے کہ اس آن بان کے باوجود آپ کوئی بڑا مدرسہ بنانے میں ناکام رہے نہ یہ آپ کا ذوق تھا ان حالات میں پچاس سے زیادہ کتابیں کیسے آپ کے مطالعہ میں رہ سکتی تھیں

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص ۵۷ [2] حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۲ [3] جاء الحق ص ۲۵۶

حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کی خدمت میں حاضری اور بدنصیبی

حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیرآبادی رامپور میں اپنے وقت میں معقولات کے شیخ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں رامپور گئے۔ تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ مولانا خیرآبادی سے کچھ منطق پڑھ لیں۔ مولانا خیرآبادی سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کون سی پڑھی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے کہا۔ قاضی مبارک۔ مولانا خیرآبادی نے جاننا چاہا کہ نچلی کتابیں ترتیب سے پڑھ آئے ہو یا کمال ذہانت سے اونچی کتابوں پر دسترس پائی ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ شرح تہذیب پڑھی ہے۔ اب بجائے یہ کہنے کہ میں نے نچلی کتابیں سب ترتیب سے پڑھی ہیں۔ آپ نے شیخ وقت کے سامنے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

حضرت نے فرمایا کیا جناب کے یہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ علامہ خیرآبادی نے گفتگو کا رُخ بدل دیا اور پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا۔ تدریس و تصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو۔ اعلیحضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردِ وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا۔ آپ بھی ردِ وہابیہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے ..... اعلیحضرت آزردہ ہوئے۔[۱]

مولانا احمد رضا خاں استاذِ وقت کے سامنے اگر یہ گستاخانہ لہجہ اختیار نہ کرتے۔ تو ممکن ہے آپ کو منطق میں کچھ شد بد حاصل ہو جاتی۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ رہا۔ کہ پھر زندگی بھر اس فن میں دسترس نہ پا سکے اور کبھی مناظرہ میں کسی کے سامنے نہ آسکے۔

نامناسب نہ ہوگا۔ کہ ہم یہاں خانصاحب کو ان کی ایک اپنی تحریر کی روشنی میں

---

[۱] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۳۳۲

منطق کے آئینہ میں اتاریں۔ خانصاحب لکھتے ہیں:۔

نسبت واسناد دو قسم ہے۔ حقیقی کہ مسندالیہ حقیقت میں متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں۔ جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقۃً آب وکشتی جاری ومتحرک ہیں۔ پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقۃً متصف کردیا ہو۔ خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو۔ جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں۔ جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح غلط استعمال کی ہے۔ واسطہ فی الاثبات اسے نہیں کہتے۔ جو خانصاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لئے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کئے دیتے ہیں:۔

واسطہ مصطلحہ اہل حکمت

واسطہ موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے جیسے العالم حادث لانہ متغیر اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت۔ عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے۔ اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دونوں صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ عالم اور متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں۔ متغیر براہِ راست حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ —— یہ مثال واسطہ فی الاثبات ہے۔

(۲) واسطہ بالعرض۔ جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں۔ وہ بذاتِ خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطے سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقۃً

---

[1] الامن والعلیٰ ص۱۵

اور بالذات موصوف ہے۔ ذوالواسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

④ واسطہ فی الثبوت ـــــ اس کی دو قسمیں ہیں:۔

واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ـــــ اس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے حقیقۃً متصف ہوتے ہیں۔ جیسے انسان قلم کے واسطے سے لکھتا ہے۔ قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذوالواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقۃً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے ـــــ ہاتھ چابی سے تالہ کھول رہا ہے۔ ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطے سے حرکت کرتی ہے۔

واسطہ فی الثبوت سفیر محض ـــــ اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا۔ نہ حقیقۃً نہ مجازاً۔ صرف ذوالواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔ ایک شخص چھری سے مرغی ذبح کر رہا ہے۔ ذبح سے مرغی (ذوالواسطہ) تو متصف ہے۔ لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں، وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے، ذبح سے حقیقۃً یا مجازاً موصوف نہیں۔ رنگ ساز کے واسطے سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگساز نہیں۔ رنگساز واسطہ بنا کپڑا ذوالواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

الحاصل:۔ واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں۔ واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے موصوف ہوں۔ تو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف نہ ہو تو یہ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہوگا۔

اب دیکھئے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی فاش غلطی کی ہے۔ خانصاحب لکھتے ہیں:۔

"وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت

میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔[1]

اعلیحضرت کی علم منطق میں یہ بے مائگی دیگر علماء عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ خیرآبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمرالدین صاحب والوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے معصر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اعلیحضرت ایک عرصہ سے فنونِ عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلظہ دے چکے ہیں جس فن سے ناآشنائی ہو اس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہٰذا اعلیحضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمائیں۔ لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر ان سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔[2]

اس علمی بے مائگی میں اگر آپ واسطہ فی الثبوت غیر سغیر محض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے۔ تو قارئین کو متوحش نہ ہونا چاہیئے۔

اہل علم حضرات اس عبارت کو غور سے دیکھیں منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنی میں واسطہ فی الاثبات کا لفظ نہ بولے گا۔ یہ عبارت خانصاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ واقعی اعلحضرت تھے۔

بریلوی علماء میں ایک صاحب حسن اتفاق سے منطق کی کچھ اصطلاحات پہچانتے تھے خانصاحب کی یہ عبارت دیکھ کر حیرت میں گھر گئے فی البدیہہ فرمایا " اعلحضرت کچھ پڑھے لکھے نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں علم لدنی سے نوازا ہوا تھا اور منطق علم لدنی میں شامل نہیں۔

کچھ سنبھلے تو کہنے لگے کہیں سہو کاتب نہ ہو۔ ہم نے کہا کاتب حروف اور الفاظ میں تو غلطی کر جاتے ہیں لیکن اصطلاحات کے مقابلے میں اور اصطلاحات لاتے کبھی نہیں دیکھے گئے۔ اس پر فرمایا ہو سکتا ہے کاتب کوئی دیوبندی ہو اور وہ عالم بھی ہو۔

---

[1] الامن والعلیٰ ص ۱۵۱ [2]

مولانا احمد رضا خاں کے بارہ بج گئے

مولانا احمد رضا خاں کی مجلسوں میں نجومیوں کی باتیں عام رہتی تھیں۔ آپ کے معاصرین میں ایک صاحب کمال بزرگ مولانا غلام حسین بھی تھے، جو بڑے نجومی کے طور پر مشہور تھے:

ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمائیے بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہوگی مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں آئندہ ماہ میں ہوگی یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال کو نہیں دیکھتے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت کو بھی تو دیکھو وہ جس وقت چاہے ستاروں کی رفتار بدل دے آپ نے یہ سمجھانے کے لیے گھڑی کی طرف رُخ کیا اور پوچھا کیا وقت ہے؟ وہ بولے سوا گیارہ بجے۔ فرمایا بارہ بجے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں صاحب اُٹھے اور اس وقت گھڑی پر بارہ بجا دیئے[2]

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہٗ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے[1]

خدا کے کام کو اپنے عمل سے تشبیہہ دینا کہاں تک درست ہے؟ اس وقت یہ بحث نہیں کہ مولانا نے اپنے آپ کو بارہ بجانے میں قادر مطلق کیسے سمجھ لیا۔ ہم یہ سوال بھی نہیں کرتے نہ ہم یہ پوچھتے کہ لفظ اسی طرح میں مشبہ کون اور مشبہ بہ کون تھا۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۲ [2] گھڑی بارہ پر کر دی

وقت بارہ ہرگز نہ بجے تھے مولانا کے گھڑی کی سوئی بدلنے کے باوجود اس وقت سوا گیارہ بجے کا وقت ہی تھا بارہ کا وقت ہنوز نہ ہوا تھا وقت کی حقیقت وہی رہی جو پہلے سے تھی مولانا کی حرکت صرف ایک ظاہری حرکت تھی خدا کا حالات کو بدلنا بھی کیا اسی طرح کا ہے۔ خدا جب چاہے اسباب سے، ان کی تاثیرات کھینچ لے اس سے حقیقت بدلے گی صرف ظاہر داری نہ ہوگی مولانا احمد رضا خاں کے سوا گیارہ بجے ہی بارہ بج گئے تھے۔ یہ بات لائق تسلیم نہیں نہ ہم یہ مانتے ہیں کہ مولانا قادر مطلق تھے کہ پونے بارہ بجے ہی بارہ بجا سکتے تھے۔

علم کلام میں آپ نے مولانا کی گفتگو دیکھ لی یہ بھی سمجھ لیا کہ ان کی مجلس میں نجومیوں کی سی باتیں کیسے چلتی تھیں اور آپ کا ذوق علم و جستجو کیا تھا آپ یہ بھی دیکھیں کہ بطور مفتی ان کی علمی شہرت کیا کیا تھی اور علماء اور طلباء انہیں کہاں تک جانتے تھے۔

مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف

خانپور کے بریلوی مدرسہ دارالعلوم خانپور کے مفتی سراج احمد صاحب مولانا کی علمی شہرت کا پتہ دیتے ہیں۔

> افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم نہ ہوا[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک طلباء کے حلقے میں ان کا کوئی خاص تعارف نہ تھا دو سال بعد تو آپ چل ہی بسے تھے اب جتنی شہرت ہوگی وہ فوت شدہ کی ہوگی زندہ کی نہیں حضرت الشیخ مولانا عبدالغنی صاحب شاہجہانپوری لکھتے ہیں :۔

> علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا[2]

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی برابری کا دعوے

اس علمی کمزوری کے باوجود آپ کے معتقد، آپ کو حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے برابر درجہ دیتے ہیں فتاوےٰ رضویہ کا ناشر اس کی جلد اول کے

---

[1] احمد رضا نمبر ص۱۸۷ [2] الجنہ ص۱۱۳

تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے :

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس فتاوے کو امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے زمرے میں شمار فرماتے [1]

امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے زیادہ تر تعلیم عراق میں پائی تھی - کوفہ (عراق) شیعہ لوگوں کا مرکز تھا اور یہ حضرات شیعہ نظریات و روایات سے ہرگز بے خبر نہ تھے - مولانا احمد رضا خاں کیا واقعی ان کے ہم پلہ تھے ؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک - آپ اپنے مخالفین کا کہاں تک مطالعہ رکھتے تھے اسے ملاحظہ کیجئے :

شیعہ کتابوں سے بے خبری

حافظ امیر عبداللہ بریلوی ایک صاحب تھے جنہوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں ایک شیعہ سے اختلافی مسائل میں ان کی گفتگو ہوئی وہ پریشان ہوکر بریلی کے نامی علماء کے پاس آئے کہ ان کے سوالات کا جواب دیا جائے - حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے [2]

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اب تک اس واقعہ کی تردید نہیں ہوئی -

حدیث کے لیے دوسرے علماء کی طرف رجوع

مولانا عبدالقیوم صدر مدرس مدرسہ حنفیہ خانپور رجو ملّانا اشرف صاحب کچھوچھوی کے استاد تھے اپنے رسالہ میزان الحدیث میں لکھتے ہیں :-

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صـ عرض ناشر مطبوعہ لائلپور [2] تذکرۃ الخلیل صـ ۱۶۱ مطبوعہ کراچی

مولانا وصی احمد صاحب سورتی محدث پیلی بھیتی (۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں امام المتکلمین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہمارے زمانہ میں اپنے عقیدتمند طلبہ کو علم حدیث پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے [۱]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں حدیث پڑھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا نہ یہاں کوئی صاحب فن محدث موجود تھا۔ مولانا وصی احمد صاحب کے پاس بھیجنا صرف مسلک کی پاسداری کے لیے تھا ورنہ یہی مولانا عبدالقیوم پہلے لکھ آئے ہیں:

مولانا محمد قاسم نانوتوی المتوفی نے ۱۲۹۷ھ کو خاندان دہلی سے تلمذ کا فخر حاصل تھا دیوبند مدرسہ کی بنیاد انہوں نے ڈالی اس میں شک نہیں کہ اس مدرسہ نے جو علم حدیث کی بظاہر خدمت کی ہے ہندوستان کا کوئی مدرسہ اس کا مقابلہ نہ کرسکا اور اپنی تمام تر خدمت حدیث میں صرف کی ہندوستان کا ہر شخص اس سے واقف ہے [۲]

ہندوستان میں یہی ایک مدرسہ ہے جو تمام مدارس کے مقابل ہر ایک پہلو سے ممتاز اور ہماری کوششوں اور تائید سے مستفیض ہونے اور پہنچانے کی قابلیت رکھنے والا نظر آتا ہے [۳]

دارالعلوم دیوبند کی علمی عظمت اس وقت پورے ہندوستان میں مسلم تھی ـــــ مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری بڑی صراحت سے اس کا اعتراف کرتے ہیں:

موضع ستیہ والا تحصیل و ضلع فیروز پور (پنجاب) میں ایک طوائف مسماۃ پیرن نے مال کثیر صرف کرکے ایک مسجد کی مرمت کروائی۔ اپنے پیشہ سے توبہ کرکے اپنی کمائی اس نیک کام میں صرف کی علماء میں مسئلہ اٹھا کہ اس مسجد میں نماز جائز ہے یا نہ؟ ناجائز قرار دینے والوں نے

---

۱ میزان الحدیث ص۱۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲ ایضاً ص۱۸ ۳ علی گڑھ گزٹ

اپنے حق میں دیوبند کا نام بھی استعمال کیا۔ مولانا غلام دستگیر نے کہا یہ ممکن نہیں کہ علماء دیوبند بلا دلیل شرعی کوئی فتوے دیں۔ مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں :۔

"ظن غالب ہے کہ جو فتوے دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں
کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شئے کو حرام بنا دیویں۔
اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور
غیر آباد کر دیویں"[1]

دیوبند کی علمی عظمت اور شرعی ثقاہت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہوگی کہ مولانا قصوری یہ بات ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلا دلیل شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں ——
قارئین اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ بریلی کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا، اور دیوبند کی عظمت کے چراغ ہر گھر میں جل رہے تھے۔

اس تفصیل کے بعد کسی مبصر کو یہ کہنے کا حق نہیں رہتا کہ دیوبند اور بریلی کا اختلاف دراصل دو مدرسوں کا اختلاف تھا دونوں طرف کے لوگ اہل السنۃ والجماعۃ حنفی مسلک سے انتساب رکھتے ہیں اس لیے اسے دو مسلکوں کا اختلاف بھی نہیں کہا جا سکتا اسے علم اور جہالت کا اختلاف کہیں تو یہ تعبیر پہلی تعبیروں سے حقیقت کے زیادہ قریب ہوگی۔

علمائے عرب کی تحسین

علمائے عرب کے مزاج میں تواضع اور فروتنی بہت ہے عام علماء بھی انہیں ملتے ہیں تو وہ بڑی تواضع سے پیش آتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب ان کے سامنے ایک دینی مہم لے کر گئے تو ان حضرات نے ان کے دینی جذبے اور محنت سے متاثر ہو کر ان کو اچھے القابات سے ذکر کیا انہیں یہ علم نہ تھا کہ جن اردو عبارات کو یہ لے کر آئے ہیں اور خود ہی انکا ترجمہ کر کے

---

[1] استفتاء مسجد ستیہ والہ ص ۹ مطبع انجمن مطبوعہ قصور ۱۲۹۴ھ

لائے ہیں ان عبارات کا ترجمہ اور مطلب کچھ اور ہے سو حسن ظن پر مبنی یہ القاب عزت مولانا کی علمی سطوت کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتے علم کی گہرائی کا پتہ یہ جانے بغیر نہیں ملتا کہ پڑھا کہاں ہے اور پڑھایا کہاں ہے اور علمی کام کیا کیا ہے۔

حضرت مولانا سیّد احمد برزنجی کا رجوع

ان علماء میں سے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی تحسین کی تھی حضرت مولانا سید احمد آفندی برزنجی مفتی مدینہ بھی تھے جب آپ کو علم ہوا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بات پیش کرنے میں زیادتی سے کام لیا ہے تو انہوں نے پھر مولانا کے رد اور شرکیہ عقیدے کی تردید میں غایۃ المامول تصنیف فرمائی اور اس میں مولانا احمد رضا خاں کو ایسے ذکر کیا جیسے کسی عام شخص کو ذکر کیا جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے حسام الحرمین کی تصدیقات میں وہ مولانا کو اچھے القابات[1] سے یاد کر چکے تھے اس واقعہ سے ان القابات کی حقیقت جو محض عزت افزائی کے لیے دئیے جاتے ہیں پوری طرح کھل جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید احمد صاحب برزنجی اس میں لکھتے ہیں :-

ثم بعد ذالک ورد الی	پھر علماء ہند میں سے ایک شخص جسے
المدینۃ المنورہ رجل من	احمد رضا خاں کہا جاتا تھا مدینہ منورہ
علماء الهندیدعی احمد رضاخان[2]	آیا۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو ان کی کسی علمی عظمت پر دلالت کرتا ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے ہاں حضرت برزنجی کا علمی مقام

مولانا سید احمد صاحب برزنجی کا جو اپنا مقام تھا وہ مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ میں حسام الحرمین میں اس طرح مذکور ہے۔

---

[1] حسام الحرمین ص ۲۱۴ [2] غایۃ المامول ص ۲۹۷ مطبوعہ لاہور

حائز العلوم النقلیۃ وناثر الفنون العقلیۃ الجامع بین شرف
النسب والحسب وارث العلم والمجد اباً عن اب المحقق الالمعی
والمدقق اللوذعی مفتی الشافعیہ بالمدینۃ المحمیہ مولانا
السید الشریف احمد البرزنجی عمت فیوضہ کل رومی وزنجی [1]

حضرت الشیخ مفتی السید احمد البرزنجی مولانا احمد رضا خاں کے کردار سے اتنے ناراض تھے کہ جب حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے علماء دیوبند کے عقاید پر المہند علی المفند عربی زبان میں لکھی تو حضرت الشیخ البرزنجی نے اس کی تائید میں ایک مستقل کتاب کمال التنقیف والتقویم تالیف فرمائی۔

اس سے پتہ چلا کہ علماء عرب کی تحسین محض ایک اخلاقی رواداری اور حوصلہ افزائی کے طور پر تھی اور پھر یہ بھی یقین نہیں کہ حسام الحرمین میں ان حضرات کے نام سے مولانا احمد رضا خاں کے نام کے ساتھ جو القابات لکھے گئے ہیں وہ واقعی ان حضرات نے ہی لکھے تھے یا یہ بھی مولانا احمد رضا خاں نے خود ہی لکھ لیے تھے اصل تحریریں اور قلمی دستخط کس نے دیکھے ہیں جو ان کی تصدیق کر سکے حضرت الشیخ البرزنجی کی طرف سے ان القابات کی عملی تردید بتا رہی ہے کہ یہ القابات سب ایجاد بندہ ہی تھے ورنہ ان تمام القابات کا حامل یک دم دجل من علماء الهند کیسے بن گیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اخلاقی حوصلہ افزائی اور علم کی سند میں بہت فرق ہے بریلویوں کو جب مولانا احمد رضا خاں کی علمی عظمت ثابت کرنے کے لیے کچھ نہیں ملتا تو وہ ان الفاظ کا سہارا لیتے ہیں جو بعض علمائے عرب نے (اگر واقعی انہوں نے کہے تھے) محض اخلاقی حوصلہ افزائی کیلئے کہے تھے۔

مولانا برزنجی کے ہاں حضرت مولانا خلیل احمد کا مقام

جہاں تک علمی سند کا تعلق ہے، حضرت الشیخ احمد برزنجی حضرت

---

[1] حسام الحرمین ص ۲۱۲

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ شارح سنن ابی داؤد کے بارے میں یہ الفاظ لکھتے ہیں یہ القابات ان کی ایک علمی سند میں مذکور ہیں۔

ثم توجہت ہمۃ صاحب الفضل والسماحۃ والعلم والرجاحہ الہمام الاورع والشہم السمیدع الفائز من مدارک التقی باوفر نصیب والحائز من مسالک الہدیٰ للسہم المصیب ذی المجد الشائخ اللوذعی الکامل والعلامہ الفاضل حضرۃ جناب الشیخ خلیل احمد بن الشاہ مجید علی حفظہ اللّٰہ واوصلہ اللّٰہ الی ما یتمناہ لنیل ہٰذہ الطریقۃ المثلیٰ والسبق الیٰ غایۃ تلک القصویٰ فطلب منی ان اجیزہ بما رویناہ سماعاً واجازۃ من الاسانید المختارۃ الممتازۃ وتلقیناہ من علماء ہذا الشان واسلافنا الصالحین وسائر الاعیان فلبّیناد عوۃ واسرعنا اجابتہ واجزناہ اجازۃ خاصہ وعامہ وشاملۃ تامۃ بجمیع مسموعاتنا ومرویاتنا[1]

اب آپ ہی دیکھیں جس شیخ برزنجی کو مولانا احمد رضا خاں حسام الحرمین میں اتنے علمی القابات سے ذکر کرتے ہیں وہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو کن علمی القابات سے یاد کر رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی

حسام الحرمین پر دستخط اسی بے خبری میں ہوئے، اس کی تائید فضیلۃ الشیخ عبدالقادر توفیق شبلی مدرس حرم نبوی کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ جو القول الاظہر کے صفحہ ۴۹ پر درج ہے یہ اس فتوے کا خلاصہ ہے جو مولانا عبدالقادر توفیق شبلی کے قلم سے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف صادر ہوا۔ مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین میں شیخ مذکور کو ان الفاظ میں ذکر کیا تھا۔

صورۃ ما سطر من فی العلم تصدر وفی الدرس تقرر ودقق النظر دوردو صدر بتوفیق من القادر الشیخ الفاضل عبدالقادر[2]

[1] تذکرۃ الخلیل صفحہ ۴۸ صفحہ ۴۹ [2] حسام الحرمین صفحہ

ترجمہ۔ تقریظ ان کی جو علم میں صدر بنے اور مدرس مظہرے اور غور کیا اور مدارک علم میں آمدورفت کی۔

ان شیخ عبدالقادر نے جب مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھا اور ان کی قلعی کھولی۔ تو پھر یہی احمد رضا خاں صاحب انہی شیخ عبدالقادر اور ان کی تحریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایسا احمق زید شاید طرابلس میں بستا ہو ——— طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہرہ میں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر کسی ذی انصاف یا شرم والے کو اس بے مغز تحریر کا نام بھی زبان پر لانا نہ تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تحریروں کا یہ تناقض بتلا رہا ہے کہ حسام الحرمین کے فتوے کس چال سے لئے گئے اور کس طرح مرضی کے فتوے دینے والوں کو القاب عالیہ سے نوازا گیا۔ اور پھر جب سمجھنے والے سمجھنے لگے۔ تو کس طرح اعلیحضرت پھر ان پر پل پڑے۔ سو انہوں نے پہلے خان صاحب کے حق میں اگر کوئی اکرام کے الفاظ کہہ دیئے۔ تو وہ صرف حسن ظن کی بنا پر تھے۔ حقیقت حال اس طرح نہ تھی۔ مولانا احمد رضا خاں علماء کے سامنے آنے کی علمی قابلیت ہرگز نہ رکھتے تھے۔

مولانا کے جاہل پیرو اب بڑی تحدی سے کہتے ہیں۔ کہ مولانا نے بڑے بڑے علمی مناظرے کئے اور بڑے بڑے میدان جیتے۔ لیکن جس نے بھی اس باب میں تحقیق کی وہ حسرت کے ہاتھ ملتا رہ گیا اور کوئی گوہر آبدار اس کے ہاتھ نہ لگا۔ نہ کہیں مولانا کی ذہانت چمکی۔

فخر اہلسنّت حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ سے گریز پائی۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جب علمائے دیوبند پر کفر کا فتوے لگایا تو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ نے خانصاحب کو میدان مناظرہ میں آنے کی دعوت دی۔ خطوط پر خطوط لکھے۔ رجسٹرڈ خط بھیجے۔ مگر خان صاحب نے ایسی چپ سادھی گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔ اپنے ہم خیال علماء میں سے خان صاحب کا واسطہ علماء بدایوں سے پڑا۔ کراچی کے مولانا

عبدالصامد بدایونی انہی علماء کی یادگار تھے۔ خانصاحب کا علماء بدایوں سے اذان جمعہ کے مسئلہ میں اختلاف ہوا۔ انہوں نے خانصاحب کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ خانصاحب یہاں بھی وہی چال چلے۔ جو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن کے سامنے اختیار کی تھی۔ اس صورتِ حال پر خیرآبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف سے بیٹے اور مولانا احمد رضا خاں کی دوسرے علماء کے سامنے آنے کی علمی قابلیت پر سر دھنیئے۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں :-

علماء بدایوں نے جب تقریری مناظرہ کی بنیاد ڈالی اور ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ آٹھ بار اشتہار طبع کرا کر مختلف طریقوں سے اعلیحضرت کو ابھارا خطوط علیحدہ لکھے۔ تمام جلسہ کا بار صرف اپنے ذمہ لیا۔ جن علماء کو مدعو کرنا تھا۔ ان کے نام تک ایک طویل اشتہار کے ذریعہ شائع کر دیئے۔ شرائط مناظرہ ایسے قرار دیئے جو اگرچہ علماء بدایوں کے حق میں نہایت بارگراں تھے اور اعلیحضرت کے حق میں نہایت ہلکے اور خفیف ــــــ پھر اس قدر اس میں سہولت کا اور اضافہ کر دیا کہ آپ بذات خاص نہ سہی آپ کے خوشہ چین بزرگ ہی مناظرہ کے میدان میں آجاویں۔ کہ ان پر الزام بعینہ آپ پر الزام ہو ـــــ غرض جو باتیں اُن ہوئی تھیں وہ بھی علماء بدایوں نے مناظرہ کی خاطر اختیار کیں اور دوسری طرف اعلیحضرت کو غیرت پر غیرت دلائی مگر (۱) احیائے سنت کے مدعی اعلیحضرت (۲) سو شہیدوں کا اجر تقسیم کرنے والے اعلیحضرت (۳) دنیا بھر کو اپنی مجددیت منوانے والے اعلیحضرت (۴) ایک عالم کی تکفیر کرنے والے اعلیحضرت؛ مناظرہ کے لیئے آمادہ نہ ہوئے ـــــ پر نہ ہوئے ـــــ اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا۔[1]

افسوس کہ خانصاحب کے جاہل پیرو پھر بھی خانصاحب کی چال سے نہ نکل سکے اور انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے مناظرہ میں آنے سے کھلے فرار کے باوجود یہ کہا :-

---

[1] تجلیات انوار ص۳

کسی کی کیا مجال جو حضور سے ہُوں کر سکے ــــ حضور ایسے اور ویسے ــــ
پہلے کوئی حضور کے ہم رتبہ تو ہولے پھر کہیں مناظرہ کی ہوس کرے [۱]

حضرت مولانا معین الدین اجمیری اس پر لکھتے ہیں :۔

مطلب یہ کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ اللہ اکبر پہلو بچانے کے کیا
زبردست داؤ گھات چودھویں صدی کے مجدد نے ایجاد کیے کہ تمام عالم
کی تکفیر و تفسیق کے بعد بھی کسی کے ہتھے نہ چڑھے اور گھر میں بیٹھ کر تمام میدان جیت لیے [۲]

آپ کے بعض پیرو آپ کی اس کھلی گریز پائی کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اعلیحضرت درس و تدریس کی لائن کے آدمی تھے۔ مناظر نہ تھے کہ کبھی میدانِ مناظرہ میں نکلیں۔ افسوس کہ ان حضرات کی یہ تاویل بھی کسی طرح لائق پذیرائی نہیں۔ حضرت درس و تدریس کی لائن کے آدمی نہ تھے نہ آپ نے کبھی کسی مدرسہ میں [۳] بیٹھ کر پڑھایا تھا۔ لیکن اپنی بات کھینچنے میں انہیں کیا رکاوٹ تھی؟

خواب میں درسی خدمات

مولانا احمد رضا خاں کے پیروں نے جب دیکھا کہ اعلیحضرت نے کبھی کسی مدرسہ میں جم کر نہیں پڑھایا اور ظاہر ہے کہ بدون تدریس علم پختہ نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک خواب تجویز کیا اور بتایا کہ اعلیحضرت کو خواب آیا تھا کہ وہ ایک مدرسے میں پڑھا رہے ہیں اور آپ نے

---

[۱] تجلیات انوار صلا [۲] ایضاً صلا

[۳] ایک دفعہ اپنے مدرسہ میں حدیث پڑھانے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ کو پتہ نہ تھا کہ حدیث بیٹھ کر پڑھائی جاتی ہے۔ کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔ عجب منظر تھا۔ استاد اور شاگرد سب کھڑے تھے۔ حیرت سے سب ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے اور حدیث کا درس ہو رہا تھا۔ پوچھنے پر فرمایا۔ وہابیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیمی قیام کے قائل نہیں۔ اس لیے وہ حدیث بیٹھ کر پڑھاتے ہیں خانصاحب کے حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے کا ذکر جاء الحق صلا ۲۵۹ میں ملتا ہے۔

خواب میں علوم و فنون کی جملہ کتابیں پڑھائیں اور پھر آپ کو جاگ آگئی۔ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کی خواب کی درسی خدمات بہت مشہور رہیں۔ جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے مندرجہ ذیل بیان میں اس خواب کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا اجمیری مولانا احمد رضا خاں کے مجدد ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> منصب مجددیت ان کو کیسے حاصل ہوا، ظاہر ہے کہ محض فتوے نویسی اس کا سبب نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب عالی کے کیوں سزاوار نہیں۔ کیونکہ اسلامی ریاستوں مثل حیدر آباد دکن، بھوپال ٹونک وغیرہ کے مفتیان کرام کہ وہ منجانب ریاست خدمت فتویٰ نویسی کے لیے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب و روز یہی کام ہے اس وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰحضرت سے بھی زائد وسیع النظر ہوں، پس محض فتوے نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا سہرا بجائے اعلیٰحضرت کے ان کے سر بندھنا چاہیئے۔ رہی تدریس تو اس کا اعلیٰحضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے۔ کہ وہ ان کو خواب پریشان کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کثرتِ تعداد کی صورت میں کسی طرح وہ نواب صدر الدین حسین خاں صاحب سے بڑھ کر نہیں بڑھ سکتے۔[1]

حضرت مولانا اجمیری تو علماء دیوبند میں سے نہ تھے ایک غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے حضرت کا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں یہ دو باتیں کھل کر سامنے آگئیں۔

اعلیٰحضرت میں کوئی ایسا علمی کمال نہ تھا۔ جو ان کے دیگر ہمعصروں میں نہ پایا جاتا ہو۔ بڑے بڑے مفتی اور مصنف موجود تھے۔ جو علم میں اُن سے بڑھ کر تھے۔

---

[1] تجلیات انوار ص۲۱

اور یہ بات خانصاحب کے مخالفین ہی نہیں ان کے ہم مسلک حلقوں میں بھی مسلّم تھی مولانا معین الدین اجمیری نے آپکے کچھ فضائل ذکر کئے ہیں اور بتایا ہے کہ آپ کیسے یہ مقام مجددیت پا گئے۔

اعلیٰحضرت کی شانِ مجددیت

مولانا احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد کیسے بنے ؟ یہ سوال پہلے آچکا ہے اور ناظرین جان چکے ہیں کہ حضرت میں کوئی علمی کمال نہ تھا جو اس مرتبہ عظمیٰ کا موجب ہوا ہو حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے اس عنوان سے کہ وہ کیا فضائل ہیں۔ جس نے خاکِ پاک بریلی کے ایک مفتی کو مجدد بنا دیا[1]

اس پر پوری بحث کی ہے آپ کے یہ فضائل آپ کے علم و فضل اور زبان و عمل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ حضرت اجمیری نے آپ کے یہ فضائل ذکر کئے ہیں :-

فضیلت (۱) —— پہلو دار گوئی —— کئی کئی پہلوؤں والی بات کرنا۔

فضیلت (۲) —— تکفیر —— مسلمانوں کو وہابی کہہ کر کافر بنانا

فضیلت (۳) —— عمل بالحدیث —— صحابہ کرام کے فیصلوں سے گریز

فضیلت (۴) —— خود ستائی —— اپنی مدح و ثنا میں خوشی

پہلو دار گفتگو میں آپ کو فحش گفتگو بہت پسند تھی۔ وہ اسے فحش تسلیم نہ کرتے تھے۔ پہلو دار بات کہتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

انہیں کوئی پہلو دار لفظ کہا اور ان مسلمان بننے والوں کی تہذیب میں آگ لگی[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مقابل سنی مسلمان ہوتے تھے اور وہی آپ کی پہلو دار زبان کا تختہ مشق بنتے تھے اپنے مخالفین کو اس چھپتے انداز میں مسلمان کہنا بتا رہا ہے کہ مسلمان مولانا کو بہت چبھتے تھے اور یہ بدون اس کے نہیں ہو سکتا کہ آپ خود انگریزوں کے مورچہ پہ بیٹھے یہ بات کہہ رہے ہوں۔

---

[1] تجلیات انوار المعین صـ۳۳

[2] مقتل اکذب اجہل صـ۱۲

آپ کے علمی کمالات کی پوری جھلک دیکھنی ہو تو یہ دیکھئے کہ آپ نے تکفیر کی مہم کو سر کرنے کے لئے اپنے یہ کرن سازیہ اختیار فرمایا۔ (۱) پہلے وہابی قرار دینا۔ (۲) پھر کافر کہنا اور (۳) پھر ملنا جلنا اور سلام و کلام سب کچھ حرام ٹھہرانا۔

اعلیحضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا۔ ایسا بد نصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیحضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں۔ وہ اعلیحضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہکر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں۔[۱]

دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیحضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا — مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیحضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ ع ایں جنس گرامی ہمہ کس را ندہند۔[۲]

عمل بالحدیث کے عنوان سے صحابہ کرام کے نقش قدم اور فقہ حنفی کی حدود سے نکلنا مولانا احمد رضا خاں کا عمل خاص رہا ہے۔ جس کا دل چاہے خانصاحب کی بدایونیوں سے معرکہ آرائی کا پورا نقشہ دیکھ لے۔ رہی آپ کی چڑھتی فضیلت جو آپ کی اپنے بارے میں خود ستائی ہے۔ وہ آپ کو ایک عالم کی حیثیت میں نہیں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت میں پیش کرتی ہے۔ ایک مقام پر اپنا تعارف ان لفظوں میں کرتے ہیں :-

ع وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے[۳]

---

[۱] تجلیات انوار ص۲۲ [۲] الیفاضات ص۲۷ [۳] حدائق بخشش حصہ دوم ص۱۴۴ مطبوعہ دہلی

پھر ایک دوسرے مقام پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں :۔

محمدی کچھار کا شیر شرزہ حیدری نعرہ کے ساتھ سامنے آیا ہے [1]

پھر سد الفرار میں لکھا ہے :۔

وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدانِ اعداء میں یا رسول اللہ کہہ کر کود پڑا اور تنہا چار طرف تلوار کر رہا ہے [2]

یہ تلوار صرف کر ہی رہا ہے چلا نہیں رہا۔ چلانے والے اور ہی لوگ ہوتے ہیں، ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کس جرأت و محبت سے میدان میں اُترتے تھے۔ اسے حضرت مولانا اجمیریؒ کی زبان سے سنیئے۔ اس غیر جانب دار شہادت پر ہم مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا باب ختم کرتے ہیں۔

گھر بیٹھے قلم کے نیزے چلا رہا ہے۔ جب کہ اس بازی سے اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ کبھی مجمع عام میں آکر کسی سے برسرپیکار ہوتا۔ پھر وہ خواہ مات کھا کر ہی گھر لوٹتا لیکن خلقت یہ کہنے سے تو باز رہتی۔ کہ از ابتداء معرکہ او درمیان نبود [3] (حضرت پہلے سے ہی میدان میں نہ تھے)

مولانا احمد رضا خان کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا احساس تھا اسلئے آپ کبھی کسی کے سامنے علمی مبارزت میں نہ نکلے البتہ گھر بیٹھے گھوڑے خوب دوڑاتے تھے حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی اس شہادت سے اعلیٰ حضرت کی علمی سطح پوری نظر آجاتی ہے۔

ان غیر جانبدار شہادتوں سے یہ بات پوری طرح کھل جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان علمی میدان کے آدمی نہ تھے اور کبھی کسی علمی معرکہ میں نہیں دیکھے گئے تھے۔

مولانا احمد رضا خان فنونِ عقلیہ میں خاصے کمزور تھے اور اس بارگاہ علم تک ان کی رسائی نہ ہوئی تھی، ہاں مغالطہ دہی میں بڑے مشاق تھے اور اکابر علماء عصر جانتے تھے کہ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

---

[1] اجلی انوار الرضا صـ۱۸ [2] سد الفرار صـ۳ [3] تجلیات انوار صـ۴۵

اعلیحضرت کے پیروؤں کی علمی شان

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے علمی کمالات کے تذکرہ میں نامناسب نہ ہو گا۔ کہ ناظرین ان کے پیروؤں کی بھی ایک علمی جھلک دیکھ لیں۔ ہم اس سلسلہ میں علمائے دیو بند، علمائے ندوہ۔ یا علمائے دہلی کی رائے پیش نہیں کرتے۔ سلسلہ خیر آبادیہ کے بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف جنہیں بریلوی علماء آفتاب علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجئے:۔

اعلیحضرت کے متبرک اطراف ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں۔ اعلیحضرت کے احکام[1] کی جابجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ گو خود علم سے محض ناآشنا ہوتے ہیں۔ جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ وہ اعلیحضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں۔ لیکن علماء ربانیین کی تکفیر و تحقیر ان کا شعار اور ان کی تضلیل و تفسیق ان کا دثار[2] ہے۔ جس سرزمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے۔ وہاں ان کے قدم خوب جمتے ہیں۔ اور جس خطۂ پاک[3] میں علمی چرچا ہوتا ہے۔ اس طرف وہ اولاً رخ نہیں کرتے۔ کیونکہ گو علوم سے واقف نہ سہی۔ لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں[4]۔

مولانا احمد رضا خاں کے علمی مقام کو سمجھنے کے لیئے ان کے پیروؤں کی یہ علمی حالت بہت مفید راہنما ہے۔ اعلیحضرت کا سایہ بھی جہاں پڑا وہاں کی زمین پر یہی بہار آئی ہے۔

---

[1] علماء دیو بند کو کافر کہنا اور ان سے سلام و کلام کو حرام قرار دینا اور لوگوں کو اس پر اکسانا کہ جہاں ان کے قبرستان ہوں وہاں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ یہ اعلیحضرت کے احکام ہوتے تھے۔ [2] اوڑھنا چادر، کمبل وغیرہ۔ [3] یعنی جس خطہ میں یہ نہ ہوں وہی خطہ پاک ہوتا ہے۔ [4] تجلیات انوار المعین ص۲ حاشیہ

عن المرء لا تسئل وابصر قرینه ۔۔۔ فان القرین بالمقارن یقتدی

ان جہلاء میں یہ مشنری ولولہ کہاں سے آگیا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کے پیرو اگر واقعی ایسے ہی جہلاء تھے۔ جیسا کہ اجمیر شریف کے بزرگوں نے کہا۔ تو وہ اس مخلصانہ انداز میں ان کے پیرو کس طرح بن گئے؟

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے مدارس کے لیئے انگریزوں سے گرانٹ (مالی امداد) لینے کو جائز کیا تھا[1] ۔۔۔۔۔ اس فتوے سے اعلیحضرت کو جو دُنیوی منافع حاصل ہوئے ہوں گے۔ کیا ان میں ان کے پیروں کا حصہ نہ ہوگا ۔۔۔۔۔ انگریزی حکومت کا یہ وہ مال تھا۔ جس نے ان جہلاء کو علم و عقل سے خالی کر رکھا تھا اور ان کی زبانیں دن رات علماء دیو بند کے خلاف تکفیر کا لاوا اُگلتی تھیں۔ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

> اعلیحضرت کے خاص اشخاص مشنریوں سے انصاف کی توقع اس لیئے نہیں۔ کہ ان کو اعلیحضرت کی ذات سے منافع دنیوی حاصل ہیں۔ جن پر ان کا کارخانۂ زندگی چل رہا ہے اور اسی لیئے وہ دنیا کے قدر شناس، علم و عقل سے پاک ہیں[2]

اس پس منظر میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس مشنری جوش سے کیسے چلتے تھے۔ اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

اعلیحضرت کے پیروں کی علمیت کا یہ بیان محض ایک ضمنی بات تھی۔ بات اعلیحضرت کے اپنے علمی کمالات کی ہو رہی تھی۔ ممکن ہے کسی کے ذہن میں بات کھٹکے۔ کہ اعلیحضرت واقعی کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ شاعر سے عالم بن گئے تھے اور محض مطالعہ کے زور سے کتابیں لکھتے تھے۔ تو انہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کس طرح ٹکر لے لی۔

جواباً گذارش ہے کہ انہیں زندگی بھر کسی مستند عالم سے رد و در رد علمی مناقشے کی نوبت

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۳۸۳ [2] تجلیات انوار المعین صفحہ ۵۰

نہیں آئی۔ نہ انہوں نے علمائے دیوبند میں سے کسی سے مناظرہ کیا۔ مولانا مرتضیٰ حسن بار بار انہیں مناظرے کے لئے للکارتے رہے۔ لیکن اعلیحضرت ایسے ہر موقع پر بیمار پڑ جاتے تھے۔ اس لیئے یہ سوال اصولاً درست نہیں۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خاں نے اس کے ذریعہ بیشک بہت سے اکھاڑے بنائے۔ لیکن ان میں خانصاحب ایسی زبان استعمال کرتے تھے۔ کہ شریف آدمی ان کے خلاف لکھنے میں بہت بوجھ محسوس کرتا تھا۔ علمی بے مائگی میں آپ کن حیلوں سے کام لیتے تھے۔ انہیں آپ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کی زبانی سنیئے۔

مولانا احمد رضا خاں کے مناظرانہ حیلے

(۱)—— اعلیحضرت جب دلائل مخالفین کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں، تو اپنی بند خلاصی کے لیئے اصلی دعوے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ص۴

(۲)—— الزام بمالم یلتزم یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو نہ شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھوپ[1] دینا اعلیحضرت کی صفت خاصہ ہے۔ ص۸

(۳)—— مغالطہ دہی۔ یہ خاصیت اعلیحضرت کی تمام تالیفات کی جان اور رُوح رواں ہے ص۹

(اس سے خانصاحب کی تمام تالیفات کی حقیقت سامنے آگئی یہ وہ بنیادی بات ہے جس کی وجہ سے خانصاحب کی کتابیں پڑھے لکھے حلقوں میں مقبول نہ ہو سکیں)

(۴)—— بہتان طرازی ص۱۱

(۵)—— خروج از دائرہ بحث۔ جب اعلیحضرت جواب سے عاجز و درماندہ ہوتے ہیں تو مبحوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ ص۱۲

(۶)—— مجادلہ۔ یہ صفت اعلیحضرت کا آخری حیلہ ہے۔ ص۱۳

(۷)—— حق پوشی ص۱۴

(۸)—— بادبدستی۔ اعلیحضرت سے جب کچھ نہیں بن پڑتا تو بادہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔ ص۱۵

---

[1] اعلیحضرت نے یہی حربہ علماء دیوبند کیخلاف استعمال کیا ان کے ذمہ وہ عقیدے لگا دیئے جو ان کے نہ تھے آپ وہ کوسوں دور تھے۔

(۹) ــــــ کج بحثی۔ جواب سے عاجزی کے وقت اس حربہ خاص کا بھی استعمال اعلیحضرت بکثرت کرتے ہیں۔ ص۱۲

(۱۰) ــــــ خلاف بیانی ص۱۴

(۱۱) ــــــ افتراء و تحریف ص۱۵

(۱۲) ــــــ خود فراموشی۔ اعلیحضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کرکے صحابہ کرامؓ اور مجتہدین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے بجید عادی ہیں۔ ص۱۸

(۱۳) ــــــ تحکم و حکومت طلبی کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل و کمال کا صدر نشین بنا دیا۔ پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل و احمق جیسے معزز خطاب دے دیتے۔ ص۱۹

حضرت مولانا اجمیریؒ نے مولانا احمد رضا خاں کی ان تیرہ خصوصیات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور ان کی ہر ایک خصوصیت پر ان کی تحریرات سے مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت اجمیریؒ نے خان صاحب کے علم و فضل کو اس طرح بے نقاب کیا ہے۔ کہ اب خانصاحب کو اس آئینہ میں اُتارنے کی کوئی اور حاجت نہیں رہ جاتی۔ المیزان بمبئی کے مدنی میاں کا یہ تاثر بالکل صحیح ہے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق پڑھے لکھے حلقوں کی رائے یہ ہے:۔

آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔ ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے۔[۲]

پروفیسر مسعود احمد صاحب بھی درست لکھتے ہیں:۔

کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مدتوں یہی تأثر رہا ہے کہ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے[۳]

○ مولانا احمد رضا خاں کی یہ پچاس سالہ علمی تصویر ہے۔ ○

---

[۱] تجلیات انوار المعین ص۸ سے ص۲۰ تک [۲] المیزان احمد رضا نمبر ص۲۵ [۳] فاضل بریلوی اور ترک موالات ص۲۸

کثرتِ تصنیف سے علمی برتری پر استدلال

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعوےٰ نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی تاہم ان کے پیروؤں نے بمصداق پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند۔ آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمتیں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔ دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر ص۳۰۶

۱۔ تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم التنزیل اور درمنثور کے حاشیے لکھنے کا دعوےٰ کیا ہے پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح الصاوی علی الجلالین، القنوی علی البیضاوی، خفاجی علی البیضاوی، عبد الحکیم علی البیضاوی اور انتصاف علی الکشاف وغیرھا تفسیری حواشی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے ہی حاشیے لکھے ہونگے اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیئے۔ جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی چھپے نہیں جب پوچھا جائے کہ کب چھپیں گے اب تو مولانا کو وفات پائے بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہونے کو ہیں؟ تو کہتے ہیں پتہ نہیں، اگر کچھ ہو تو پتہ ہو۔

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام نکال سکیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پندرہ پندرہ بیس بیس صفحوں کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔

۲۔ حدیث میں ان لوگوں کا دعوے ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پاس حدیث اور علم رجال کی ۳۸ کتابیں موجود تھیں ان میں مسند احمد فتح الباری، عینی علی البخاری مرقات اور تہذیب التہذیب جیسی ضخیم کتابیں بھی تھیں مولانا نے ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہونگے اور یادداشتیں لکھی ہوں گی ان کے پیروؤں نے انہیں بھی علم حدیث کی مستقل خدمت سمجھ لیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا نے ان ۳۸ کتابوں پر علمی حاشیے لکھے تھے ان ۳۸ حاشیوں کی ایک لمبی فہرست آپ کو المیزان کے احمد رضا نمبر میں ملے گی [۱] جب حقیقت حال کا جائزہ لیں گے تو بات کچھ نہ نکلے گی اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے ایک فہرست ضرور سامنے آجائے گی جس شخص نے حدیث باقاعدہ نہ کہیں پڑھی ہو نہ پڑھائی ہو اس کا حدیث کی کتابوں کے شرح وحواشی لکھنا کبھی کوئی لکھا پڑھا آدمی تسلیم نہ کرسکے گا اپنے جاہل مریدوں میں بات چل جائے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ اس طرح عقائد و کلام کے عنوان سے بھی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے اور عقائد کی جتنی کتابوں کے نام ان کے علماء کو یاد تھے یا انہوں نے سن رکھے تھے۔ ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہوں نے انہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں لکھ دیا ہے جیسے حاشیہ شرح فقہ اکبر، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح عقائد عضدیہ، حاشیہ شرح مواقف حاشیہ شرح مقاصد شرح مسامرہ ومسائرہ حاشیہ بین التفرقہ بین الکلام والزندقہ [۲] وغیرہ حالانکہ یہ علمی حاشیے نہ کہیں عالم وجود میں آئے نہ کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں دنیا کے کسی حصے میں موجود ہیں مولانا احمد رضا خاں نے کسی کتاب کے حاشیہ پر کہیں یہ نوٹ بھی دیا کہ کتاب کس سن میں خریدی گئی یا کہاں سے لی گئی تو اسے بھی ان لوگوں نے حاشیہ کتاب کے نام سے حضرت کی تالیفات میں لکھ دیا اور دنیا کو بتایا کہ حضرت نے یہ علمی کام بھی کیا ہے اور ان کی عقائد و کلام پر گہری نظر تھی۔

متوازی عقائد کا انہیں کہاں تک علم تھا اس باب میں شیعہ فرقہ کو ہی لیجئے آپ نے شیعوں کے رد میں ایک رسالہ رد الرفضہ بھی تالیف فرمایا لیکن آپ شیعہ حضرات کی اصل کتابوں

---

[۱] دیکھیے ص۳۰۷ [۲] ایضاً ص۳۰۹

سے کہاں تک آشنا تھے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل روایت پر غور کیجئے۔

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کی کسی شیعہ عالم سے تکرار ہو گئی تو انہوں نے شیعہ اعتراضات کے جوابات کے لیے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرف رجوع کیا آپ نے کیا کہا اس کیلئے اس روایت کو دیکھیے اور خاں صاحب کی علمی قابلیت کی داد دیجئے۔

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے انکو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیئے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔

۴۔ پھر اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سُنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا جیسے حاشیہ فواتح الرحموت۔ حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف۔ حاشیہ کشف الغمہ، حاشیہ کتاب الخراج۔ حاشیہ معین الحکام۔ حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع ۔حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح، حاشیہ مجمع الانھر، حاشیہ جامع الفصولین۔ حاشیہ جامع الرموز، حاشیہ بحر الرائق۔ حاشیہ تبیین الحقائق، حاشیہ غنیہ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ فتح المعین، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاوی عالمگیری، حاشیہ فتاویٰ خانیہ، حاشیہ فتاویٰ سراجیہ، حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ، حاشیہ فتاویٰ بزازیہ، حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف لیلہ کی داستان ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جا رہی ہے یہ علمی حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سُنے ہوتے ہیں لفظ شرح [illegible] حبط

---

[1] تذکرہ ص ۱۶۱

سے اسے الف لیلہ کی داستان میں شامل کر دیتے ہیں۔ احسان کشتری کی انتہا ہے۔

۵۔ فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ ضخیم جلدیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا کچھ کام اگر کسی شکل میں موجود ہے تو وہ فتاویٰ رضویہ ہے آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست المجمل المعدد لتالیفات المجدد شائع کی جس میں آپ سے آپ کی ۳۵۰ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں ان لوگوں کو بعد میں کچھ اور نام بھی ملے اور انہوں نے پھر ۵۴۸ تصنیفات کی فہرست ایک نئی ترتیب سے پیش کی اس وقت وہی ہمارے سامنے ہے اس میں فتاویٰ رضویہ نمبر ۲۶۳ میں مذکور ہے۔

ہم نے فتاویٰ رضویہ مکمل حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ ۱۲ ضخیم جلدیں کہیں موجود نہیں اب تک صرف اس کی پانچ یا چھ جلدیں شائع ہوئی ہیں کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا موصوف کی وفات کو اب ۱۹۷۸ء میں تقریباً ساٹھ سال ہو رہے ہیں اور ان کا فتاویٰ رضویہ اب تک مکمل صورت میں چھپا ہوا دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کے نام بھی ملے جن میں سے بعض کو ان کے متعلقہ نمبر کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱۵۱۔ تبیان الوضوء	۲۱۸۔ الاحکام والعلل فی أشکال الاحتلام والبلل
۲۳۲۔ الجود الحلو فی ارکان الوضوء	۲۳۳۔ تنویر القندیل فی احکام المندیل
۲۳۴۔ الطراز العلم	۲۳۵۔ لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام
۲۸۵۔ قوانین العلماء	

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ رسالے ان کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل میں بھی ص۔ ص۔ ص۔ ص۔ ص۔ ص۔ ص۔ پر دیئے گئے ہیں اور فہرست مذکور میں انہیں فتاوےٰ رضویہ کے علاوہ مستقل کتابوں کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ فتاوئے رضویہ کی ضخامت بڑھانے کی یہ

ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا
پھر ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

۱۲۷ - منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ۱۳۲ - الاحلی من السکر
۱۸۴ - سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب ۱۸۷ - حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین
۲۵۸ - ایذان الاجر فی اذان القبر

منیر العین ۱۰۵ صفحات پر - الاحلی من السکر ۲۷ صفحات پر سلب الثلب ۲۵ صفحات پر - حاجز البحرین ۱۱۳ صفحات پر اور ایذان الاجر بڑی تقطیع کے ۱۵ صفحات پر مشتمل رسائل ہیں اور ان کے مجموعی صفحات ۲۸۵ بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاوٰے رضویہ کی جلد دوم جو ۵۵۹ صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص ۴۲۵ ص ۹۸ ص ۵۸ ص ۲۳۱ اور ص ۵۴۵ پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاوٰی رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں ان کا نام فتاوٰی رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے
اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں میں دیکھا۔

۱۴۰ - انھار الانوار من یم صلوۃ الاسرار ۱۴۲ - النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید
۱۵۷ - التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد ۱۶۴ - سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوۃ العید
۱۷۸ - وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح ۱۷۹ - القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ
۱۹۰ - القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ ۲۰۸ - الجام الصاد عن سنن الضاد
۲۱۶ - تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب ۲۱۹ - مرقاۃ الجان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان
۲۲۲ - اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعہ ۲۳۶ - ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال
۲۵۹ - رعایۃ المذھبین فی رعایۃ بین الخطبتین ۲۷۳ - نعم الزاد لروم الضاد
۲۷۶ - اجتناب العمال عن فتاوی الجہال ۲۷۷ - ازھار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار

۶/۲

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاوے رضویہ کی تیسری جلد کے صـ۵۴۳ صـ۲۹۷ صـ۵۹۹ صـ۴۹۶ صـ۵۷۸ صـ۲۲۱ صـ۳۵۸ صـ۱۲۱ صـ۴۴۷ صـ۷۵۳ صـ۷۹۱ صـ۳۸ صـ۷۸۳ صـ۱۲۵ صـ۵۱۰ صـ۵۷۱ میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ فتاوے رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہوگئی۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے

۷۳ - حیات الموات ۱۴۳ - صیقل الرین
۱۴۴ - ازکی الھلال ۱۵۵ - الزھر الباسم
۱۵۶ - تجلی المشکوٰۃ ۱۹۱ - الحجۃ الفائحہ
۱۶۰ - الحرف الحسن ۱۷ - جلی الصوت
۱۷۴ - بذل الجوائز ۱۹۵ - النھی الحاجز
۲۰۰ - الاعلام بحال البخور فی الصیام ۲۰۲ - الوفاق المبین
۲۰۴ - تفاسیر الاحکام ۲۱۳ - افصح البیان
۲۱۵ طریق اثبات الھلال ۲۲۸ - ہدایۃ الجنان فی احکام رمضان
۲۴۵ - الھادی الحاجب ۲۵۴ - البدور الاجلہ
۳۵۳ - اتیان الارواح ۳۴۳ - رادع التعسف
۳۷۹ - العروس المعطار ۳۸۰ - المنۃ الممتازہ
۳۸۵ - اعز الاکتناز

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے صـ۲۳۵ صـ۹۷۱ صـ۵۲۳ صـ۴۷۸ صـ۴۰۶ صـ۱۹۵ صـ۱۲۶ صـ۱۳۸ صـ۲۳ صـ۳۴ صـ۵۸۷ صـ۳۲۴ صـ۶۰۲ صـ۴۶۲ صـ۵۴۶ صـ۶۳۱ صـ۷۷ صـ۵۶۷ صـ۴۴۴ صـ۲۳۱ صـ۶۵۲ صـ۸۸ صـ۴۳۳ میں بھی ملے اس

جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بریق المنار لشموع المزار رحجل النور اور انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاویٰ رضویہ جلد ۴ کی ضخامت ۷۴۲ صفحات بنائی گئی ہے المختصر سارے فتاویٰ رضویہ کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھدیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کرلیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک مسئلے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاویٰ رضویہ میں لاکر فتاوے کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی فتاویٰ رضویہ ہے اسکے علاوہ جو ان کی تصنیفات کا ڈھنڈورا ہے وہ صرف اعلان ہی اعلان ہے جس میں کوئی حقیقت منطوی نہیں۔

ان کتابوں کو فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور اپنے حلقوں میں اثر دیا گیا ہے کہ گویا فتاویٰ رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی ۱۲ ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت سے اس عمل کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست میں مذکور ہیں قارئین کرام انہیں ان نمبروں میں جو ہر کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیئے ہیں المیزان کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاویٰ رضویہ ہے جس کی چند جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں لیکن اس کی ۱۲ جلدیں اب تک بھی کہیں دیکھی نہیں جا سکیں اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچسو بتائیں یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق رسائل جن کو شامل کر کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں ان کا حال بھی دیکھیے اور انہیں ملاحظہ کیجیے خانصاحب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک

مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے عنوانوں سے بھی ہو جائے گی۔

"انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار" اس کا موضوع فہرست میں یہ بیان کیا گیا ہے "نماز غوثیہ کے بیان میں" ایک دوسری کتاب "ازھار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار" ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے ۔" نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ ۔ یہ عنوانات مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر کس قسم کی باتوں میں صرف کی اور کس قسم کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے کیا ملا ۔ ناظرین ان کتابوں کے عربی اور قافیہ دار ناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور پلاؤ شیرینی فیرینی قبور وارواح کے گرد گھومتے ملیں گے ۔

فتاویٰ رضویہ کی عدم مقبولیت کی وجہ

فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدیں نہ سہی یہ تین چار جلدیں تو آخری ہیں ہی جو متعدد رسائل پر مشتمل ہونے کے ساتھ ضخیم نظر آتی ہیں ان کی بھی خاطر خواہ مقبولیت نہیں ہو سکی خود بریلوی حلقے بھی ان سے اچھی طرح مستفید نہیں ہو سکے کتاب کی عدم مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کی دوسری اور تیسری جلدیں اب جب کہ خان صاحب کو وفات پائے ساٹھ سال گذر گئے ہیں میں پہلی بار چھپی ہیں اس دوران خود ان کے حلقوں میں بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی —— آخر کیوں ؟

مولانا اپنے رسالوں میں اپنے فتاویٰ رضویہ کا ذکر بار بار کرتے تھے اس پر رئیس المناظرین حضرت مولانا مرتضےٰ حسن صاحب نے ۴ ار محرم ۱۳۲۶ھ کو انہیں خط لکھا ۔

آپ جو اپنی تصنیفات میں اکثر جگہ فتاویٰ کا حوالہ دیتے ہیں ان جلدوں کا نہایت مشتاق ہوں اور بہت کوشش کی مگر دستیاب نہ ہوئیں اگر یہ فرضی کتاب نہیں تو عنایت کر کے اس مجموعہ فتاوےٰ کی تمام جلدیں ضرور وی پی کر دیجئے ۔[1]

---

[1] السکات المعتدی صد ۲۲ رسائل جلد اول صد ۳۳۰

۱۲ جلدیں کہیں ہوتیں تو بھیجتے اس خط کو اب ایک پون صدی گزر رہی ہے لیکن یہ ۱۲ جلدیں اب تک کسی لائبریری میں یا کسی شخص کے ہاں دیکھی نہیں جاسکیں اس سے آپ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ اس کی عدم مقبولیت کی یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ فتاویٰ کی شکل میں نہیں یہ بہت سے الجھے ہوئے موضوعات کا ایک الجھا ہوا مجموعہ ہے اور فتاویٰ عام لوگوں کی راہنمائی کے لیے ہوتے ہیں کہ وہ انہیں دیکھیں اور عمل کی راہ معلوم کرلیں اردو خواں حضرات کے پاس نہ اتنا وقت ہوتا ہے نہ اتنی استعداد کہ وہ اختلافات کو سمجھیں مراجع و مصادر کی طرف رجوع کریں اور مسائل کی تحقیق میں لگے رہیں انہیں علماء کے اعتماد پر صرف جائز اور ناجائز کو معلوم کرنا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کے لیے چند سطری جواب کافی ہوتا ہے اب یہ علماء کا کام ہے کہ پورے ذخائر علیہ سے چند ایسی سطور ترتیب دیں جن میں مسئلہ پوری طرح آجائے اور اگر کوئی شخص خود بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرے اور مسئلے کی چھان بین کرے تو اسے اس کا وہی حاصل ملے جو ان چند سطروں میں سمو دیا گیا ہو ہاں مفتی صاحبان کہیں کہیں کسی عام متداول کتاب کا حوالہ ضرور لکھ دیتے ہیں اور اس کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ مقامی علماء اور آئمہ مساجد اگر مسئلے کا ماخذ معلوم کرنا چاہیں تو ان کی کچھ راہنمائی ہو سکے سو فتاوے کی کتابیں تحقیقات کے لیے نہیں معلومات اور جائز و ناجائز کی رہنمائی کے لئے ہوتی ہیں۔

اس معیار پر اگر آپ دیکھیں تو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا فتاویٰ کفایۃ المفتی جو نو جلدوں تک چھپ چکا ہے عصر حاضر کا بہترین فتاویٰ نظر آئے گا اس کے سامنے فتاوے رضویہ فتاویٰ کی حیثیت سے کوئی وزن نہیں رکھتا یہی وجہ اس کی عدم مقبولیت کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اب تک یہ پورا کہیں چھپ نہیں سکا اور نہ اس کی کہیں ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

اس کی عدم مقبولیت کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ علماء اس میں دیئے گئے حوالوں پر اعتماد نہیں کرتے۔ مولانا نے علماء دیوبند کے خلاف جس دیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کی کسی بات پر بھروسہ نہیں کرتے۔

فقہی حوالے غلط دینے کی عادت

فتاویٰ رضویہ تو ہر بریلوی کے پاس نہیں ہوگا لیکن مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات تو ہر جگہ عام ملتے ہیں۔ مولانا کی فقہی ثقاہت کی ایک جھلک ان میں دیکھ لیجیے۔ قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں۔

① فتح القدیر اور طحطاوی اور رد المحتار میں ہے۔ المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے[1]

فتح القدیر میں یہ عربی عبارت ہمیں نہیں ملی۔ ایک دفعہ مولانا سردار احمد لائلپوری سے گذارش کی کہ فتح القدیر میں اس کی نشاندہی فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بدعقیدہ کو حوالہ دکھانا جائز نہیں درمختار کے حواشی اور رد المحتار میں مسئلہ تو یہ موجود ہے لیکن عربی عبارت یہ نہیں۔ خانصاحب کے فی المقابر کے الفاظ ان میں نہیں ہیں۔ اصل عبارت یہ ہے۔ المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام[2]۔ اور جوتوں سے چلنا اور جوتوں کے بغیر چلنا اس کی سرے سے اس میں بحث ہی نہیں۔

② خانصاحب علامہ شامی کی کتاب العقود الدریہ کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کا ہی ہے۔ بچے کے ماں باپ اُسے کھا سکتے ہیں عقود الدریہ میں ہے احکامہا احکام الاضحیۃ[3] عقود الدریہ کی عبارت یہ ہے حکمہا کاحکام الاضحیۃ[4]
یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کو حوالے غلط دینے کی داد دیجئے۔

③ مولانا احمد رضا خاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہ شیعہ کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

لا یجوز نکاح المرتد مع مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ ولا مرتدۃ وکذا لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد[5]

---

[1] ملفوظات حصہ ۱ صہ ۱۵ [2] طحطاوی علی الدر المختار جلد ا صہ ۱۲۶، رد المحتار للشامی جلد ا صہ ۲۴۴ [3] ملفوظات حصہ ا صہ ۴۶ [4] العقود الدریہ جلد ۲ صہ ۲۱۳ [5] ملفوظات حصہ دوم صہ ۱۰

فتاوٰے عالمگیری کی عبارت یہ ہے:۔

ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذالك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد۔[1]

خانصاحب کی پیش کردہ عبارت میں نکاح کا لفظ ہے اصل عبارت میں تزوج کا لفظ تھا — پھر خانصاحب کی پیش کردہ عبارت میں (۱) مسلمہ (۲) کافرہ اصلیہ (۳) اور مرتدہ کی ترتیب ہے جب کہ اصل عبارت میں (۱) مرتدہ پھر (۲) مسلمہ اور پھر کافرہ اصلیہ کی ترتیب ہے۔

حدیث میں بھی آپکی یہی عادت کارفرما رہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ نے کی یا کہی نہ ہو اپنے لئے جہنم خریدنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء باندھنے والا اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے کا مرتکب ہے۔ وضعی حدیث جان بوجھ کر بیان کرنا جہنم کی راہ اختیار کرنا ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نقل حدیث میں بھی اپنی عادت سے مجبور رہے اور کئی ان کہی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں۔

۱ : مولانا احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ ایک پری مسلمان ہو کر حضور کی خدمت میں رہتی تھی ایک دفعہ وہ ہندوستان آئی اور ابلیس کو ایک پہاڑ پر نماز پڑھتے پایا۔[2] مولانا احمد رضا خان کا تاثر یہ ہے کہ ابلیس خوفِ خدا سے نماز پڑھ رہا تھا۔

علامہ ذہبیؒ منعت بن حکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں یہ روایت موضوعات میں سے ہے۔[3]

۲ : دوسری حدیث سخت تر ہے لاتمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار۔

ترجمہ: جھوٹے بیمار مت بنو ورنہ سچے بیمار ہو جاؤ گے اور مر گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔[4]

سیدنا ملا علی قاری رح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ جاہل عوام نے اپنی طرف سے بنائی ہے۔

فتموتوا فتدخلوا النار فلا اصل له اصلاً۔[5]

---

[1] فتاوٰے عالمگیری جلد ۱ صـ۲۸۳ [2] ملفوظات حصہ اول صـ۱۴ [3] میزان الاعتدال جلد صـ۱۹
[4] ملفوظات حصہ چہارم صـ۳۶ [5] موضوعات کبیر صـ۱۲۸

۳ : حدیث پاک میں ہے ان الحدة تعتری قراء امتی بعزة القرآن فی اجوافهم۔
میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔ (الملفوظات ۴/۳۹)
اس کی سند میں البختری وہب بن وہب کذاب ہے اور حدیث موضوع ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔
هذه احادیث مکذوبة علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (میزان الاعتدال ۴/۳۵۴)
یہ وہ احادیث ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھی گئی ہیں، آپ نے نہیں کہیں۔

جدید ترجمہ قرآن کی ضرورت

فتاوے رضویہ کے علاوہ مولانا احمد رضا خاں کی اگر کوئی تالیفی خدمت ہے تو قرآن پاک کا ایک نیا اردو ترجمہ ہے اس وقت تک حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ (صاحبزادگان حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) کے بامحاورہ اور لفظی اردو ترجمے کل اسلامیان ہند میں ٹکسالی اور تحقیقی ترجمے سمجھے جاتے ہیں چونکہ مولانا احمد رضا خاں کی زندگی کی پوری جدوجہد یہی رہی کہ جس طرح بھی بن پڑے مسلمانوں کو محدثین دہلیؒ سے بدگمان کیا جائے اور حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک جہاد کو جہاں تک ہو سکے بدنام کیا جائے اس لیے ضروری تھا کہ مولانا احمد رضا خاں قرآن کریم کا ایک ایسا ترجمہ سامنے لائیں جو دہلی کے ان مرکزی ترجموں سے ہٹا ہوا ہو اور دونوں کے تقابلی مطالعہ میں کسی حیلے بہانے سے پہلے ترجموں کے خلاف کوئی پراپیگنڈہ کرنے کا موقع مل سکے آپ نے اس پر پوری محنت کی اور کنز الایمان کے نام سے ایک نیا اردو ترجمہ کیا اب جب یہ حضرات کہیں اپنے ترجمہ کو شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ترجمہ پر فائق کرنے کے لیے کچھ مثالیں وضع کرتے ہیں وہاں اعتراض دراصل حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ پر مقصود ہوتا ہے کیونکہ حضرت شیخ الہند کا ترجمہ دراصل انہی کے ترجمہ کی ایک جدید صورت ہے حضرت

---

[1] مولانا احمد رضا خاں نے ۱۲۸۶ھ سے فتویٰ نویسی شروع کی ان کے معتقدین نے ۱۳۰۰ھ میں احمد رضا نمبر نکالا اس کے ص۔۔۔ پر مذکور ہے کہ اب تک فتاویٰ کی صرف پانچ جلدیں چھپی ہیں جب پانچ جلدوں کے ترتیب پانے اور شائع ہونے میں اسی سال لگ گئے تو باقی سات جلدیں (اگر کہیں ہوئی بھی) تو ظہور مہدی کے وقت میں کہیں ظاہر ہوں گی کتاب کی مقبولیت اور افادیت کا قارئین اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ پر اعتراض کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی تو نام حضرت شیخ الہند کالے لیتے ہیں تاہم اصل مقصد ان کا یہی ہوتا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کا محدثین دہلی پر اعتماد کمزور کیا جائے۔

رضاخانی ترجمہ قرآن کی خصوصیت

مولانا احمد رضا خاں نے کوشش کی کہ جاہل لوگوں کے لیے اپنے اس نئے ترجمے میں اپنے مخصوص نظریات سمو دیں قطع نظر اس سے کہ قرآن کے عربی الفاظ اس ترجمے کے متحمل ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسا ترجمہ جو علمی قواعد پر مبنی نہ ہو محض اپنے مسلک کے پرچار کے لیے ہو غیر مسلم اردو داں حضرات کے لیے کشش اسلام کا باعث کبھی نہ ہو سکے گا جب کسی مفہوم میں اختلاف ہوگا لوگ اصل عربی الفاظ کی طرف رجوع کریں گے اور بات وہیں آجائے گی جس سے بچنے کے لیے یہ نیا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے پرانے علماء تشریح اور تفسیر میں تو اپنی بات کہتے رہے لیکن ترجمہ انہی الفاظ میں کرتے رہے جو اصل عربی الفاظ کی رُو سے ہو غیر مسلموں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے اصل ترجمہ کو ہی بدل دینا یہ کوئی بہادری نہیں ترجمہ وہی ہونا چاہیئے جو الفاظ بتائیں ہاں پھر ان کی وضاحت ایسے طرز پر ہونی چاہیئے کہ حق کا چہرہ الحاد والتباس سے پاک ہو کر سامنے آجائے۔

مشرکین بشریت اور رسالت میں تنافی کے قائل تھے ان کا عقیدہ تھا کہ رسالت بشر کو نہیں مل سکتی قرآن کریم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت اور رسالت کا واضح اعلان فرمایا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰه واحد پ۱۶

(ترجمہ) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں)

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے کس طرح قرآن کے الفاظ میں اپنے الفاظ داخل کیے ہیں تحریف قرآن کی اس جرأت پر عالم اسلام کیوں خاموش ہے؟ ظاہر صورت بشری کے الفاظ قرآن کے نہیں یہ مولانا کا اپنا اضافہ ہے قرآن کی تحریف ہے اور بریکٹ بھی یہاں نہیں۔

مولانا کا اس سے مقصد اپنے جاہل عوام کو ایک ایسا ترجمہ بہم پہنچانا ہے جس کے حوالے وہ حضور کی بشریت پاک کا انکار کر سکیں۔ لیکن انہوں نے یہ نہ سوچا کہ جو تعبیر اب آپ نے اختیار کی ہے وہ اس سے زیادہ بے ادبی پر مشتمل ہے جو انکے عوام آپ کے اقرار بشریت میں محسوس کرتے ہیں۔ نوع بشری کی کوئی اپنی صورت نہیں اسے ہم افراد بشری کے ضمن میں ہی دیکھ سکتے ہیں۔ افراد بشری اسی نوع بشری کا اظہار ہیں۔ یہ ظاہری چہرے خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ سعادت مند بھی اور بدبخت بھی۔ بارونق بھی اور اداس بھی۔ لیکن نوع بشری میں یہ تنوع نہیں ہوتا کافر اور مسلمان دونوں اس ایک نام میں آسکتے ہیں لیکن جہاں تنوع موجود ہو وہاں انبیاء کو کفار کیساتھ ملانا یقیناً بے ادبی ہے۔

دیکھئے کس دبے انداز میں مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بات قرآن میں داخل کر دی کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر صورت بشری میں کافروں کی طرح تھے؟ استغفر اللہ العظیم۔ افسوس خانصاحب نے کچھ بھی نہ سوچا ظاہر صورت بشری میں تو کوئی مسلمان بھی آپ کے مماثل ہونے کا دعوی نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ کافروں کو ظاہری صورت میں آپ کے برابر کیا جاسکے آپ کا چہرہ تو ایسا دمکتا تھا۔ گویا چاند کا ایک ٹکڑا جلوہ ریز ہو۔

رہی حقیقت بشری تو اس میں کفار حسب نص قرآن اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ چوپایوں سے بدتر ہیں۔ انسانی صفات کی نفی کے باعث گویا وہ اس نوع سے نکل گئے۔ انہیں حقیقت بشری میں بھی اب حضور کے برابر کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں ہم نہ ظاہر صورت بشری میں حضور کے برابر کہہ سکتے ہیں نہ حقیقت بشری میں۔

قرآن کریم میں صرف نوع بشری کا بیان تھا جس میں تمام انسان شریک ہیں اور ذات میں سب متحد۔ لیکن سب ایک دوسرے کے برابر ہرگز نہیں۔ نہ ظاہری صورت بشری میں نہ حقیقت بشری میں ——— قرآن مجید میں صرف نوع بشری کا بیان ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے درست فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات با عامہ در نفس انسانیت برابر ند و در حقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است و آنکہ صفات کاملہ

ندارد گویا ازاں نوع خارج است[1]

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ قرآن میں اپنی بات ڈال کر کس بے ادبی سے حضور کو ظاہر صورتِ بشری میں کفار کے مماثل کر دیا ــــــ استغفر اللہ العظیم۔ ظاہر صورتِ بشری میں تو حضرت یوسف بھی آپ کی برابری نہ کر سکیں۔

عالمِ اسلام کا ردِ عمل عرب امارات کا حکم امتناعی

عالم عرب کو تحریفِ قرآن کی اس سازش پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس ترجمہ پر پابندی لگادی۔ وزیرستان میں جرگے نے فیصلہ کیا کہ جس شخص کے پاس یہ تحریف والا ترجمہ قرآن ملے گا اُسے پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہوگی۔ عرب امارت میں اس پر پابندی کس آرڈیننس کے تحت لگی اس کے حوالہ اور نمبر کے لیے اس کا عکس فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

عرب امارات ایک ریاست کا نام نہیں اس میں کئی ریاستیں شامل ہیں اور ہر ایک ریاست کے اپنے علماء اور مشائخ ہیں رابطہ عالم اسلامی بھی صرف سعودی عرب کا نام نہیں مسلمان ملکوں کا یہ ایک باضابطہ رابطہ ہے اس کا مرکز مکہ مکرمہ ہے۔ سعودی عرب کے اپنے ادارے "ادارۃ البحوث الاسلامیۃ" اور "دارالافتاء" ہیں جن کا مرکز "الریاض" ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے اس محرف ترجمہ کو ان سب اداروں نے غلط اور گمراہ کن قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں مولانا احمد رضا خاں اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے قرآن کریم کے نام پر شرک و بدعت اور الحاد و ضلالت پھیلایا ہے۔ بریلویوں کی "مجلس الدعوۃ الاسلامیہ" سیال شریف نے اس سلسلہ میں ایک مکتوب صفائی جلالۃ الملک شاہ فہد کے نام بھیجا جو ماہنامہ ضیائے حرم "نئے جنوری ۱۹۸۳ء" کی اشاعت میں شائع کیا۔ عرب ممالک اور امارات کے محقق علماء نے اسے مسترد کر دیا۔ یہ غلط ترجمہ اور غلط حواشی اس لائق ہیں کہ انہیں جلا دیا جائے۔ ہاں اس سے پہلے قرآن کریم کے اصل الفاظ دھو ڈالے جائیں تو بہتر ہے تاکہ جلانے کا عمل ماسوی القرآن پر وارد ہو۔

---

[1] مکتوبات شریف دفتر اول مکتوب ۲۶۲ صفحہ ۳۲۹

نیک کام کے اثرات بھی نیک ہوتے ہیں جن علماء ربانی نے بلاد عربیہ میں "کنزالایمان" کو خلاف قانون قرار دیا ہے اسکے پیچھے اخلاص کارفرما ہے کوئی جذبۂ عناد نہیں اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اب اہل بدعت کچھ کچھ اسلام کیطرف لوٹنے لگے ہیں اور اسلام کے وہ بنیادی عقائد جنکا انکے واعظین اور جاہل مناظرین سٹیج پر تمسخر اڑاتے تھے انکے بڑوں نے اب انکا برملا اقرار کرلیا ہے اور سعودی عرب کے حضور اپنی وضاحتیں اور صفائیاں پیش کی ہیں۔

بھیرہ کے پیر کرم شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں قدم اٹھایا ہے اور سعودی عرب کے حضور ایک مفصل خط لکھا ہے جو آہ وزاری اور فریاد سے بھرپور ہے یہ خط انہوں نے سیال شریف کے صاحبزادہ غلام حمیدالدین صاحب کے نام سے لکھا ہے۔ صاحبزادہ غلام حمیدالدین صاحب نے بھی اپنے مریدوں کے زیراثر اسے اپنے نام سے چھپنے کی اجازت دیدی ہوگی ورنہ سیال شریف کے جناب خواجہ ضیاءالدین صاحب مرحوم تو دارالعلوم دیوبند کے معتقد تھے اور وہاں چندہ بھی دیتے تھے جناب پیر قمرالدین صاحب بھی اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ کے زیراثر مولانا احمد رضا خان کے سخت مخالف تھے۔ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب تحذیرالناس میں جو تحریف کی اور اسکی عبارتوں کو ایک نئی ترتیب سے جوڑا تو پیر قمرالدین نے اسکی پرزور تردید کی تھی اور کہا کہ جن لوگوں نے اسمیں انکار ختم نبوت کی بو پائی ہے وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی بات کو سمجھ نہیں سکے حضرت کی علمی بات تک انکا دماغ نہیں پہنچ سکا۔ پیر کرم شاہ صاحب خود بھی اسی موقف پر تھے معلوم نہیں اب انہوں نے کیا حکمت دیکھی کہ صاحبزادہ پیر حمیدالدین صاحب کو جن کے بڑے مولانا احمد رضا خان سے بیزار رہے تھے انہیں مولانا احمد رضا خان کی حمایت میں لاکھڑا کیا ہے۔

اسوقت ہمیں اسکے وجوہ وعلل سے بحث نہیں اسوقت صرف یہ بتلانا ہے کہ کنزالایمان پر پابندی لگنے سے اہل بدعت نے بہت سے اسلامی عقائد برملا تسلیم کرلئے ہیں جنہیں وہ پہلے نشانہ تمسخر بناتے تھے مثلاً.....

۱ : پہلے ان کے جاہل مناظرین مسئلہ بشریت کو اختلافی مسئلہ بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں محض بطور تمثل ظاہر ہوتے تھے حقیقت میں وہ فرشتہ تھے، اور جسطرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سانپ کے تمثل میں ظاہر ہوئی مگر حقیقۃً سانپ نہ تھی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی صرف بطور تمثل انسانی صورت میں ظاہر ہوتے تھے حقیقت میں انسان نہ تھے بشریت صرف ایک لباس تھا اور آپ اندر سے بشر نہ تھے۔

لیکن اب پیر کرم شاہ صاحب نے صاحبزادہ حمید الدین صاحب کے نام سے لکھا ہے

"انبیاء و رسل بشر ہیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں[1]۔۔۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور صراحۃً بیان کرتا ہے کہ انبیاء و رسل بشر ہیں ۔۔۔ جو شخص انبیاء و رسل کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے"
(ضیائے حرم ص۲۹، ۳۰)

انکے جاہل مناظرین پہلے علم غیب کے مسئلے میں یہ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول دونوں علم غیب رکھتے ہیں فرق صرف ذاتی اور عطائی[2] کا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بھی مخفی نہیں مگر اب اس مکتوب میں جو بریلویوں نے صاحبزادہ حمید الدین صاحب کے نام سے شاہ فہد کو لکھا ہے اور جنوری ۱۹۸۳ء کے ضیائے حرم میں چھپا ہے، اسمیں لکھا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہی ہیں (جنکی کوئی حد اور کنارا نہیں) اور حضور علیہ السلام کے علوم متناہی (جنکی حد اور نہایت ہے) اور حضورؐ کے علوم متناہیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کیطرف اس سے بھی کم ہے جو نسبت چڑیا کی چونچ میں ایک قطرۂ آب کو سارے جہان کے بحر ذخار سے ہے" (ضیائے حرم ص۲۹)

پیغمبر خود اپنے علم کو اس تشبیہ سے بیان کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہ کریگا لیکن یہ تشبیہ جب ایک امتی کی زبان سے صادر ہو تو یقیناً ہر پڑھنے والا اسے محسوس کریگا۔ امتی کے لئے کیس طرح زیبا ہے کہ اپنے نبی کے علم کا یوں محاطہ کرے۔

صدا بہ صحرا عرب ممالک میں کئی ایسے عرب علماء بھی ہیں جو اردو جانتے ہیں یا وہ اردو میں لکھے اس قسم کے مضامین کو سمجھ لیتے ہیں انھوں نے ضیائے حرم کے اس خط کو "ہاتھی کے دکھانے کے دانتوں" سے تعبیر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان کے کھانے کے دانت اور بھی ہیں۔ انہیں بریلویت کے پورے پس منظر کی روشنی میں سمجھا جائے تو اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ قرآن کریم کا نام نہاد ترجمہ قرآن کنزالایمان تحریف قرآن کی ایک بڑی صیہونی سازش ہے۔

اب بجائے اسکے کہ اس مذکورہ خط کے نتیجہ میں کنزالایمان سے پابندی اٹھتی ان اکابر بریلوی علماء کے داخلہ حرمین پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے مولانا احمد رضا خان کے پیرو اس ارض پاک میں اب داخل نہیں ہو سکتے۔ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام۔

---

[1] یعنی حضرت جبریل متمثل بشری ہی تو کبھی ہوتے لیکن کسی کی اولاد میں کبھی شمار نہ ہوئے یا جسطرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی سے اٹھنے والا سانپ کسی سانپ کی اولاد میں سے نہ سمجھا گیا اسی طرح حضورؐ کی بشریت کو نہ سمجھو آپ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے حضرت آمنہؓ کے ہاں پیدا ہوئے آپ کا نوع بشر میں سے ہونا ایک حقیقت ہے محض ایک دکھلاوا نہ تھا۔

[2] علم غیب کی کوئی قسم عطائی نہیں یا وہ عطا کردہ اطلاعات غیب کو قرآن و حدیث میں کہیں علم غیب کہا گیا ہے۔ پر ان جاہلوں کو کون سمجھائے؟

کنزالایمان ترجمہ قرآن نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ :۔

مولانا احمد رضا خاں کی زندگی بھر کی جدوجہد یہ رہی کہ جہاں تک ہو سکے اور جس طرح بھی بن پڑے محدثین دہلی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اولاد و احفاد سے دینی اعتماد اٹھایا جائے، یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں میں اسی خاندان کے تراجم قرآن زیادہ تر رائج تھے، مولانا احمد رضا خاں نے ان تراجم کے بالمقابل ایک مختلف ترجمہ لانے کی سوچی اور کنزالایمان نام سے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا ——— یہ ترجمہ ہے یا تفسیر؟ یہ بات ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی، اسے دیکھیں تو یہ نہ ترجمہ ہے نہ تفسیر ——— جب سے شائع ہو رہا ہے مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے تفسیری حاشیے کے ساتھ یا مفتی احمد یار صاحب کے تفسیری حاشیے کے ساتھ ——— اس سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر نہیں ورنہ اس پر تفسیری حواشی لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ پھر جب ہم اسے ترجمہ کہتے ہیں تو اس میں ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جو عربی متن میں سرے سے ہیں ہی نہیں ——— سوا اسے ترجمہ کہنا بھی خاصا مشکل ہے اس میں ترجمے کی کوئی ادا نظر نہیں آتی ——— نہ اردو الفاظ اصل عربی الفاظ سے کچھ مناسب نظر آتے ہیں۔

بریلویوں نے اس مشکل سے تنگ آکر لفظی ترجمے اور بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ ایک

تیسری قسم نکالی ہے ـــــ وہ کیا ہے؟ تفسیری ترجمہ ـــــ ہم اسے بھی ترجمہ کی ایک قسم سمجھ لیتے اگر اس پر تفسیری حواشی نہ ہوتے کہ یہ ترجمہ تفسیری ترجمہ قرار پا جائے اور تفسیروں سے بے نیاز کرے۔

مولانا احمد رضا خاں نے قواعد ترجمہ سے گریز کیوں کی؟

بریلوی علماء نے اپنے گرد جن عقائد اور مسائل کی باڑ بنا رکھی ہے اور انہیں اپنے مسلک کی ضروریات بتلاتے ہیں، قرآن پاک میں ان کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا، مولانا احمد رضا خان اس صورتِ حال سے بہت تنگ تھے ـــــ بخلاف اس کے علماء دیوبند توحید و رسالت کے باب میں جو کچھ کہتے وہ مضمون الفاظ قرآنیہ میں صریح مل جاتا۔ بشریت انبیاء، علم غیب کا خاصہ باری تعالےٰ ہونا، اللہ نے کسی مخلوق کو مختارِ کل نہیں بنایا، صرف خدا کی ذات قدیم ہے باقی سب حادث ہیں، شفاعۃ النبی باذن الٰہی ہوگی کوئی مخلوق از خود شفاعت کا اختیار نہیں رکھتی، واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان کوئی واسطہ نہیں وغیرہ مضامین بہت آسانی سے الفاظِ قرآن میں تلاش کیے جاسکتے ہیں ـــــ بریلوی علماء قرآنِ کریم کے اس اندازِ وضاحت اور توحید کی اس نکھری شان سے بہت پریشان تھے، مولانا احمد رضا خاں نے ہمت کی اور اور ایک ایسا ترجمہ سامنے لے آئے جو الفاظِ قرآن سے ہٹ کر ایک نئی راہ قائم کرتا تھا

ـــــ یہی بریلویت ہے ـــــ

بریلویوں نے قرآن کریم کے لفظی ترجمہ میں ان تمام خرابیوں کا اقرار کیا ہے جو غیر مسلم اقوام قرآن کریم کے ذمہ لگاتی چلی آرہی تھیں، پادری عبدالحق کی "صحف مقدسہ" کی اس عبارت کو غور سے پڑھیے :-

"قرآن کہیں انبیاء کو بے گناہ نہیں بتلاتا، آدم اور داؤد کے واقعات غور سے پڑھو عصمت کہاں ہے؟ خدا واقعات ہو چکنے پر انہیں جانتا ہے لیعلم اللہ، کے الفاظ مسلمانوں کے خدا کا علم حادث بتا رہے ہیں، قرآن کا مطالعہ کریں تو

کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جُوں کے تُوں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیریں کچھ، سو نجات کی راہ صحف مقدسہ میں ہے۔"[1]

مقدمہ "کنزالایمان" میں جناب رضاء المصطفیٰ اعظمی بھی یہی کہتے ہیں:۔

"اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی، کہیں شانِ الوہیت میں بے ادبی ہو گی تو کہیں شانِ انبیاء میں، اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہو گا"[2]

ہم اس وقت اس پر بحث نہیں کرتے کہ رضاء المصطفیٰ نے کس بے دردی سے شانِ الوہیت اور شانِ انبیاء کو اسلام کے بنیادی عقیدہ سے خارج کر دیا ہے، ہمیں اس وقت صرف یہ شکایت ہے کہ بریلوی علماء نے الفاظِ قرآن کو اسی طرح گمراہ کن ٹھہرایا ہے جس طرح پادری عبدالحق کا الزام تھا ـــــ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بریلوی علماء ان تمام اردو تراجم کو صحیح بھی مان رہے ہیں، مولانا رضاء المصطفیٰ لکھتے ہیں:۔

"تمام مترجمین نے قرآنی الفاظ کے اعتبار سے براہِ راست اردو میں ترجمہ صحیح کیا ہے مگر اس کے باوجود تراجم کانوں پر گراں ہیں"[3]

یہ وہی بات ہے جس کا ڈھنڈورا پادری عبدالحق نے پیٹا تھا اور اب وہی بات بریلوی علماء کہہ رہے ہیں جب یہ اردو تراجم نہ تھے تو یہی اعتراضات جو بریلوی علماء نے ان اردو تراجم پر قائم کیے ہیں عربی دان مسیحی علماء الفاظِ قرآن کے حوالے سے کرتے تھے اور علماءِ اسلام وہی جوابات دیتے تھے جو آج علماء دیوبند محدثینِ دہلی کے ان تراجم کا دفاع کرتے ہوئے بریلوی واعظین کو دے رہے ہیں۔

---

[1] صحفِ مقدسہ ص۱۲ [2] کنزالایمان ص۹ [3] ایضاً ص۹

مزید تفصیل کے لیے حافظ ابن تیمیہؒ کی کتاب "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" حافظ ابن قیمؒ کی "ہدایۃ الحیاری فی رد النصاریٰ" حضرت مولانا سید آل رسول کی "کتاب الاستفسار" مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی کی "اظہار الحق" اور "ازالہ اوہام" مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا "مباحثہ شاہجہانپور" اور مولانا ابو محمد عبدالحق کی تفسیر "فتح المنان" کا مطالعہ کیجیے۔

نہایت افسوس ہے کہ بریلوی علماء ان پہلے تراجم کو قواعد کے لحاظ سے صحیح بھی بتلاتے اور پھر سطح الفاظِ قرآنی کو مسلمانوں کے لیے خطرناک بھی ٹھہراتے ہیں ــــــ غور کیجئے کہیں یہ براہ راست قرآن پر ہی تو حملہ نہیں؟

مقدمہ کنز الایمان میں ہے:۔

"لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمتِ قرآن، عصمتِ انبیاء اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور ...... انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ رب العزت کو بھی نہیں ہوتا۔"[1]

غور کیجیے یہ جرح کیا بعینہ وہی نہیں جو پادری عبدالحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی؟

افسوس بریلوی علماء نے یہ نہ سوچا کہ غیر مسلم عربی دان تو لیعلم اللہ کے متشابہ الفاظ پر پھر بھی وہی اعتراض کریں گے جو یہ بریلوی علماء لفظی ترجمۂ قرآن پر کرتے ہیں ـــــ ان کے ذہنوں سے ذنبك کا لفظی ترجمہ بدون قواعد کے کیسے نکالا جا سکے گا، وہ برملا کہیں گے کہ اس کا ترجمہ "گناہ تمہارے اگلوں کے" کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا نہ یہ عربی قواعد کے مطابق صحیح ہے، رہی ضد تو اس کا کوئی علاج نہیں، اس سے کیا یہ بہتر

---

[1] مقدمہ کنز الایمان صلہ

نہ تھا کہ یوں کہہ دیا جاتا، ترجمہ تو یہی ہے "تیرے گناہ" لیکن اس سے مراد امت کے گناہ ہیں' فتح مکہ بھی تو تمام مسلمانوں کے لیے ہی تھی اسے بھی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، کہا گیا ہے۔

بریلوی علماء بھی عجیب مخلوق ہیں جو صرف اپنے ان پڑھ مقتدیوں کا سوچتے ہیں اور انہیں پتہ ہے کہ ان کے عوام نہیں جانتے کہ قرآن کریم کے عربی الفاظ میں وہی تعبیر موجود ہے جسے یہ اردو تراجم میں بے شمار خرابیوں کا موجب بتلا رہے ہیں اور محدثینِ دہلی کے اردو تراجم کے متاثر رہے ہیں۔

علماء حق ان اردو تراجم اور قرآن کریم کے اصل عربی الفاظ دونوں کا تحفظ کرتے ہیں، عربی الفاظ اور تراکیب پہ اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں' اور اردو تراجم اور ترکیب پر اعتراض ہو تو بھی وہی جواب دیتے ہیں، زبان بدلنے سے بات نہیں بدل جاتی نہ اس کا پیرایہ بدلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے علماء حق کو علم کی دولت دی ہے' وہ جانتے ہیں کہ کس طرح قرآن کریم کی اس سطح الفاظ سے اعتراض اٹھایا جا سکتا ہے اور کس طرح متشابہاتِ قرآن کو اس کی محکمات کے تابع کیا جا سکتا ہے۔

مولانا احمد رضا خان اپنی علمی بے مائیگی یا احساسِ کمتری سے یہ سمجھتے تھے کہ شاید قرآنِ کریم کی اس سطح الفاظ کا ان سے دفاع نہ ہو سکے گا، سو انہوں نے موقعہ کو غنیمت جانا اور ان مقامات کا ترجمہ ہی بدل دیا، قواعد کی پرواہ نہ کی، اصل الفاظ کو ان کی ترکیب میں برقرار نہ رکھ سکے ——— یہ ان کی اپنی کمزوری تھی جس پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے ترجمہ قرآن میں تحریف کی راہ اختیار کی اور ترجمہ وہ کیا جو ہرگز قرآنِ پاک کے الفاظ کا ساتھ نہیں دیتا۔

ترجمہ کی حقیقت

ترجمہ کی ضرورت اصل زبان نہ جاننے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے' ترجمہ ایسا ہونا چاہیے

جو اصل الفاظ کے ساتھ چلے اور اصل الفاظ کی حدود میں ڈھلے، ترجمہ پڑھنے والا جان جائے کہ قرآنِ پاک کی عبارت کیا ہے اور اس میں کہی گئی بات کتنی اور کیا ہے —— ہر لفظ کا ترجمہ اس لفظ کے نیچے ہو تو یہ ترجمہ تحت اللفظ کہلائے گا جیسا کہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا ترجمہ ہے اور اگر اسے دوسری زبان میں ترتیب دینے کے لیے الفاظ میں تقدیم و تاخیر کی جائے اور جملوں کے حروف ربط ساتھ شامل کر لیے جائیں تو یہ ترجمہ با محاورہ سمجھا جاتا ہے، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ) کا ترجمہ، با محاورہ ترجمہ قرآن ہے —— ترجمہ تحت اللفظ ہو یا با محاورہ ان میں الفاظ کی پابندی اور ان کی حدود کی نگہداشت بہرحال ضروری ہے ورنہ ترجمہ ترجمہ نہیں رہتا —— اپنی طرف سے کوئی لفظ ڈالنا ہو تو اسے بریکٹ ( ) میں لکھتے ہیں تاکہ اسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے، وضاحت مقصود ہو تو اس کے لیے حاشیہ یا تفسیر ہوتی ہے —— ترجمہ بہرحال ترجمہ ہی ہوتا ہے، ترجمہ کی حد یہ ہے کہ ہر دو زبانیں جاننے والا غیر مسلم بھی اسے دیکھے تو تسلیم کرے کہ مترجم نے اسے غیر اہل زبان کے سامنے لفظ بلفظ پیش کیا ہے اور یہ واقعی ترجمہ ہے اس میں کمی بیشی نہیں کی گئی۔

مترجم کی ذمہ داری

ترجمہ قرآن کے بہانے، قرآنی الفاظ میں اپنے الفاظ ملا دینا یوں سمجھیے دوسری زبان میں تحریفِ قرآن ہے، دوسری زبان کے لوگ جو اصل زبان کے الفاظ بھی کچھ پہچانتے ہوں، آسانی سے جان سکتے ہیں کہ کہاں کہاں مترجم نے قرآن کے نام سے اپنے الفاظ داخل کئے ہیں۔ بریکٹ (—) کے خطوط، یعنی کی تعبیر اور تفسیری جملوں سے تحریف نہیں ہوتی لیکن اپنے الفاظ ترجمہ قرآن کے نام سے پیش کرنا بڑی جسارت اور تحریف ہے —— یہ تحریف ترجمہ قرآن میں ہے قرآن میں نہیں، عربی قرآن ہر تحریف سے پاک اور بلند و بالا آسمانی کلام ہے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔

کنزالایمان کی حقیقت

نہایت افسوس ہے کہ اردو تراجم میں کنزالایمان میں یہ تحریف سب سے زیادہ کارفرما ہے، مولانا احمد رضا خان نے اپنے الفاظ اس بے دردی سے قرآن کریم میں بڑھائے ہیں کہ قرآن پاک کی پوری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی اور مقبول احمد دہلوی نے بھی ترجمہ قرآن میں اس درجہ میں کہیں الفاظ زیادہ نہ کیے ہوں گے ــــــ تفسیر اور مرادات میں یہ قادیانی اور دہلوی بے شک ارتداد اور الحاد کی گھاٹی پر زیادہ دور تک چڑھتے گئے ہیں لیکن ترجمہ میں یہ لوگ غلط یا صحیح کے درجے میں ہی رہے ہیں، قرآن کریم کے الفاظ میں اتنے لفظوں کے اضافے انہوں نے بھی نہیں کیے، کنزالایمان ترجمہ ہے یا نہیں، مثال ملاحظہ کیجئے :۔

پہلے پارے میں ہے ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ــــ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ ہو، اور پھر مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ دیکھیے :۔

"وہ بلند مرتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں" اس میں لفظ فِيْهِ (اس میں) کا ترجمہ کس طرح اڑا لیا گیا ہے اور اگر اسے اگلے جملہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے متعلق کرنا تھا تو جگہ کو ظرف بنا کر کیوں یہاں لے آئے، حالانکہ یہ آیت کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں تھا منہ کو آگے رکھنا تھا تو جگہ یہاں کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ خانصاحب ترجمہ میں صرف اپنی روانی کی فکر میں گم رہتے تھے کہ یہ نہ کہیں ٹوٹے، اس سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی کہ کون سا لفظ باہر سے آرہا ہے اور قرآن کا کون سا لفظ باہر جا رہا ہے۔

پھر پ۲۵ سورۂ شوریٰ کی آیت ۲۴ کا ترجمہ دیکھئے :۔

فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ (ترجمہ) سو اگر اللہ چاہے تو مہر کر دے تیرے دل پر۔

اب خانصاحب بریلوی کا ترجمہ دیکھئے :۔

"اور اللہ چاہے تو تمہارے اوپر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر کر دے"۔۔۔ یہاں لفظ قلبك (تیرے دل پر) کو غیبہ کی طرح ہضم کر گئے اور اپنی رحمت اور حفاظت کے الفاظ اپنی طرف سے لے آئے ، عجیب سینہ زوری ہے جو ترجمہ کے نام سے دکھائی جا رہی ہے۔

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی رحمت اور حفاظت کی مہر نہ لگائی تھی ۔۔۔ ہاں اگر وہ چاہے تو بے شک لگا سکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اور سنیئے اور خانصاحب کے ترجمہ قرآن پر سر دھنیئے :۔

الرحمٰن ۔ علّم القرآن ۔ خلق الانسان ۔ علّمه البيان ۔ (پ ۲۷)

(ترجمہ) رحمٰن نے ۔۔۔ سکھلایا قرآن ۔۔۔ بنایا آدمی ۔۔۔ پھر سکھلائی اس کو بات ۔۔۔

(ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رح)

رحمٰن نے ۔۔۔ اپنے محبوب کو قرآن سکھایا ۔۔۔ انسانیت کی جان کو پیدا کیا ۔۔۔ ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا ۔۔۔ (مولانا احمد رضا خاں)

ترجمہ پڑھنے والا جب اصل قرآن میں ان خط کشیدہ الفاظ کو تلاش کرتا ہے تو اسے وہاں ان کے بالمقابل عربی الفاظ نہیں ملتے جن کا ان خط کشیدہ الفاظ کو ترجمہ کہا جا سکے اور یہاں کوئی بریکٹ (۔۔۔) بھی نہیں کہ انہیں اپنا اضافہ کہہ دیا جائے ۔ اس صورتحال میں ترجمہ پڑھنے والا یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ "کنز الایمان" ہرگز ترجمہ قرآن نہیں ۔۔۔ اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ کسی عالم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی تفسیر اور تشریح کو خدا کے الفاظ بتا کر پیش کرے ۔ مفسرین کی مرادات اور ان کے مختارات سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن خدا کے الفاظ سے کسی کو اختلاف کرنے کا حق نہیں۔ سوچا ہیئے کہ ترجمہ ترجمے کے درجے میں رہے اور تفسیر تفسیر کے درجے میں ۔ مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ قرآن کے نام سے ان خط کشیدہ الفاظ کو خدا کے کلام میں شامل کیا ہے اور انہیں بدوں بریکٹ اور بدوں

اداۃ تفسیر خدائی کلام میں شامل کیا ہے یہ قرآن پاک پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔

ترجمہ کنز الایمان کی ایک مثال

کنز الایمان کے ایک مداح سرا کہتے ہیں کہ الرحمٰن ہ علم القرآن ہ میں لفظ علّم کو دیکھئے، علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے، علّم القرآن کے ترجمہ میں ہر مترجم نے ایک ہی مفعول ذکر کیا ہے، اعلیٰحضرت نے دوسرا مفعول ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ علّم کے متعدی بدو مفعول ہونے کا تقاضا پورا ہو سکے، یہ تقاضا کسی اور مترجم نے پورا نہیں کیا

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے لیکن ایک مفعول کبھی مذکور ہوتا ہے اور کبھی اسے مقدر مانا جاتا ہے اور یہ دو استعمال برحق ہیں، اللہ تعالیٰ نے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا میں دو مفعولوں کو ذکر کیا ہے، یہ بھی حق ہے اور اَلرَّحْمٰنُ ہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ہ میں صرف مفعول ثانی مذکور ہے مفعول اوّل مقدر ہے اور یہ بھی حق ہے۔ مترجم کو چاہئیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مفعول ثانی کو ذکر کیا ہے مفعول اوّل کو حذف کیا ہے وہاں وہ مفعول ثانی کو اسی طرح ذکر کرے جس طرح خدا نے اسے ذکر کیا ہے اور جسے حذف کیا ہے وہاں وہ اسے حذف رکھے ۔۔۔ اسے بین السطور ترجمے میں ذکر کرنا گویا خدا کو مشورہ دینا ہے کہ یہاں مفعول ثانی ذکر کرنا چاہئیے تھا، علّم متعدی بدو مفعول ہوتا ہے خدا نے اسے ذکر کیوں نہیں کیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ــــــ اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوگی کہ مترجم خدا کو مشورہ دینے لگے، افسوس مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کچھ نہ سوچا۔

پھر خَلَقَ الْاِنْسَانَ میں مطلق انسان کی پیدائش مذکور ہوئی تھی، جانِ انسانیت یہ ترجمہ کہاں سے آگیا؟ مولانا اگر تفسیر جلالین بھی دیکھ لیتے تو انہیں خلق الانسان کے ساتھ یہ لفظ مل جاتا ای الجنس کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسانی کو تخلیق بخشی ــــــ الصادی علی الجلالین میں ہے

ای الجنس ای الصادق بآدم واولادہ وحینئذ فالمراد بالبیان النطق الذی یتمیز بہ عن سائر الحیوان وھذا احد اقوال فی تفسیر الانسان وقیل ھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لانہ الانسان الکامل انسان کی تفسیر میں جب اتنے اقوال ہیں اور اتنے اختلافات تو کسی ایک قول کو پسند کر کے ترجمہ قرآن میں داخل کر دینا گویا کہ یہ خدا کے الفاظ ہیں، ترجمہ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے ——— پھر انسان سے اگر حضور ہی مراد لیتے تھے تو بریلوی علماء کو پھر یہ کہنے کا کوئی حق نہیں رہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے انسان نہ تھے۔

اللہ نے انسان کو بات کرنا سکھایا، ظاہر ہے کہ بات کرنا زبان سے ہی ہوگا، زبان حصہ بدن ہے حصہ روح نہیں، کلام زبان کرتی ہے جان نہیں، پھر جان انسانیت کے معنی کہاں لگ گئے ——— دیکھئے مترجم آپ کو کہاں لے جا رہا ہے علّمہ البیان کے ترجمہ میں ما کان و ما یکون کو لانا مترجم کی جرأت اور جسارت کا ایک اور نشان ہے دیکھئے اور غور کیجئے کس بے باکی سے خدائی کلام میں اپنا کلام داخل کرتا جا رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں تفسیر میں اپنی بات کہتے تو شاید ہم اعتراض نہ کرتے لیکن ترجمۂ قرآن میں تحریف کرنا ایسی غلطی نہیں جسے آرام سے گوارا کر لیا جائے۔

غلط ترجمۂ قرآن کی دوسری مثال

بعض طلبہ پوچھتے ہیں جہاں مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ میں اپنے الفاظ نہیں بڑھائے وہاں اس ترجمے کا کیا حال ہے ——— یہ بھی سن لیجئے!

سب کو معلوم ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہوئے انہوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ محترمہ پر طرح طرح کے بہتان باندھے اور انہیں اذیتیں دیں، ظاہر ہے کہ ان کی زبان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی کلمہ تعظیم صحیح طور پر ادا نہ

۱؎ الصاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۱۳۹

ہو سکتا تھا ـــــ ان کا دعویٰ تھا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے، وہ یہ نہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے ـــــ شہید کا لفظ تو ان کے احترام میں ہی کہا جا سکے گا، قرآن کریم نے یہاں مخالفین کے حوالے سے قتل کا لفظ ذکر کیا ہے۔

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ۔ (پ۶ سورۃ النساء)

(ترجمہ) اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ (شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ سنیے:۔

"اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا اور ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی"

شہید کرنے کا دعویٰ یہاں کیسا بے محل ہے جب کلام مقتضائے حال کے مطابق نہ ہو تو بلاغت سے گر جاتا ہے، مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا یہی حال ہے کہ یہود کی زبان سے کہلوا رہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا۔ حضرت عیسیٰؑ شہید کے طور پر نہ پہلے کہیں معروف تھے نہ بعد میں ہوئے نہ کوئی فرقہ ان کی شہادت کا مدعی ہوا۔ مسلمان مطلقاً ان کی موت کے منکر ہیں، عیسائی صلیب سے کفارہ کے قائل ہوئے شہادت کے نہیں، اور یہود صلیب کی موت کو لعنت کی موت کہتے رہتے ـــــ سو کوئی فرقہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مسلمان، حضرت عیسیٰ بن مریم کی شہادت کا قائل نہیں ـــــ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس شہرت عام کی وجہ سے یہودیوں نے کہہ دیا ہو گا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو شہید کیا ہے شہرت کی بنا پر یا تہکم کی بنا پر وہ آپ کے لیے رسول اللہ کا لفظ تو بول سکتے تھے شہادت کا دعویٰ ان کی زبان سے کسی طرح متصور نہیں ہو سکتا۔

پھر حضرت شیخ الھندؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ میں رسول اللہ

کے ترجمہ کو دیکھئے کس عمدگی سے اسے ان کے دعویٰ قتل کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے جو رسول تھا اللہ کا، تاکہ اسے اگلی بات سمجھا جا سکے، مگر کنزالایمان میں ان الفاظ کو یہود کے مقولہ میں پہلے جملے میں ہی ذکر کر دیا ہے، اب کون مسلمان ہوگا جو کنزالایمان کو ترجیح دے گا، قرآن پاک کے اب تک جتنے بھی تراجم ہوئے کسی نے یہودیوں کے اس مقولہ انا قتلنا المسیح کا ترجمہ یہ نہیں کیا تھا کہ ہم نے مسیح کو شہید کر دیا ہے اور نہ کوئی صاحبِ علم یہ ترجمہ کر سکتا تھا، یہ کارنامہ مولانا احمد رضا خان کا ہی ہو سکتا ہے۔

غلط ترجمہ قرآن کی ایک اور مثال

اور سنیئے اور مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنزالایمان پر سر دھنیئے:۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ وہ ان مشرکین کے مقابلہ میں آپ کے لیے کافی ہوگا آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں، ارشاد فرمایا:۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (پارہ ۱ع ۱۶)

(ترجمہ) "سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ"۔ (شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

"سو اب کافی ہے تیری طرف سے اُن کو اللہ"۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے، مگر مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ (استغفراللہ ثم استغفراللہ)

"سو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا"۔ (احمد رضا خاں)

مولانا احمد رضا خاں نے جس طرح ترجمہ یہاں بگاڑا ہے اور مترجمین دہلی کے خلاف عمداً چلے ہیں اس کا معنیٰ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی طرف سے حضور علیہ السلام سے خوب نبٹے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ استغفر اللہ العظیم)

افسوس بریلوی اسی پر پھولے نہیں سماتے کہ مولانا نے حضورؐ کو "اے محبوب" تو کہا ہے اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہاں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ ــــــ اور اگر اسی میں حضورؐ کی شان ہے کہ اے محبوب کہا جائے تو دوسری جگہ مولانا احمد رضا خاں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اے مسلمان کہہ کر عام لفظوں سے کیوں ذکر کیا ہے۔

حضورؐ کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ۔ (پ الائدہ ع)

(ترجمہ) حکم کر ان میں موافق اسکے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر۔ (شیخ الہندؒ)

اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل۔ (احمد رضا خاں)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ "اے محبوب" کہا، دھویا نہیں جا سکتا۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر دیکھئے، سورۂ بقرہ رکوع ۱۴ میں ہے:۔

ولئن اتبعت اھواءھم بعد الذی جاءك من العلم ما لك من اللہ من ولیٍ ولا نصیر۔

(ترجمہ) "اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ تک پہنچا تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار۔"

(شیخ الہندؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطاب اگر اور بالفرض کے ساتھ ہے ورنہ ایسا ممکن نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی اس طرح کریں نہ کبھی اس کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اب

مولانا احمد رضا خاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے:۔

"اے سننے والے کسے باشد اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا"۔۔۔۔الخ (احمد رضا خاں)

براہ راست علم کس کے پاس آیا تھا؟ حضورؐ کے پاس ہی ـــــ اب آپؐ کو اس طرح مخاطب کرنا (اے سننے والے کسے باشد) کس قدر گستاخانہ انداز ہے، خانصاحب کسے باشد کے عموم میں حضور علیہ السلام کو اپنے مقام سے گرا کر لا رہے ہیں کہ جو انسان ایسا کرے گو حضورؐ ہی کیوں نہ ہوں کسے باشد اللہ کے ہاں اسے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

غلط ترجمہ قرآن کی غرض کیا تھی؟

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ یہ سوچیں کہ مولانا احمد رضا خاں کو اس طرح ترجمہ بگاڑنے سے کیا ملتا تھا؟ اس کے کئی جواب ہو سکتے ہیں:۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے بیٹوں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجموں سے اعتماد اٹھانا اور دہلی کے اس پورے خاندانِ محدثین کو جو نقشبندی مشائخ بھی تھے، عوام کی نظروں سے گرانا۔ تاکہ عامۃ الناس اس خاندان کے ساتھ آزادیٔ وطن کی کسی تحریک میں نہ اٹھیں۔

(۲) ترجمہ قرآن میں مختلف موقعوں پر ایسے الفاظ ڈال دینا جو آئندہ عوام میں شرکیہ عقائد کے لیے سیڑھی بن سکیں، مثلاً

واذکر عبادنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار (پ ۲۳ سورۃ ص ع ۴)

(ترجمہ) "اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب، ہاتھوں والے اور آنکھوں والے"۔ (حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ)

"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو"۔ (احمد رضا)

دیکھئے قدرت کا لفظ جو عام طور پر خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، مولانا کس پھرتی سے اسے پیغمبروں کے لیے لے آئے ہیں، سلف کے ترجمہ سے رُخ موڑ کر مولانا احمد رضا خان نے اپنے عوام کو وہ سیڑھی مہیا کر دی کہ اب جب چاہیں اور جیسا چاہیں کسی جگہ سے بھی شرک کی چھت پر چڑھ جائیں۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کو کس پھرتی سے شانِ قدرت پر فائز کیا جا رہا ہے۔

اولیاء کرام کے لیے اللہ کی سی قدرت اور علم ثابت کرنا

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے اس میں سبقت کی اور مذکورہ سابقہ آیت پر لکھ مارا۔

"اس آیت سے اشارۃً معلوم ہوا کہ رب تعالےٰ نے مقبولوں کو اپنی قدرت اور اپنا علم بخشا ہے جس سے وہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور عالم میں تصرف کرتے ہیں"[1]

اللہ کی سی قدرت اور اللہ کا سا علم کسے حاصل ہے؟ کسی کو نہیں، نہ اس کی قدرت میں کوئی شریک ہے نہ اس کے علم میں ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی قدرت کسی کو بخش دے یا اپنا علم کسی کو دے دے، یاد رکھیئے خدا کا کوئی شریک نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں پیغمبروں کو اٹھانے پر آئیں تو خدا کی قدرت اور خدا کا علم ان کیلئے ثابت کریں اور اگر گرانے پر آئیں تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اے مسلمان کا عام خطاب اختیار کریں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لیے کفر پانے کی تصدیق کر دیں، اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

حضرت عیسٰی (علیہ السلام) کے لیے کفر پانے کا غلط دعویٰ

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، فلما احس عیسٰی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ[2]

---

[1] نور العرفان ص۴۲۸ [2] پ۳ سورۃ آل عمران رکوع ۵

(ترجمہ) "اور جب معلوم کیا عیسٰی نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں"۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ؒ

"اور جب حضرت عیسٰی نے ان کا انکار دیکھا تو آپ نے فرمایا کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کے واسطے"۔ (مولانا اشرف علی تھانوی ؒ)

اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھیے :۔

"اور جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف"۔

استغفراللہ العظیم، حضرت عیسٰیؑ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا، پیغمبر کفر کو کیسے پا اور اپنا سکتا ہے، پیغمبر کسی کے کفر کو معلوم تو کر سکتا ہے اسے اس میں محسوس بھی کر سکتا ہے، اس کے آثار بھی دیکھ سکتا ہے لیکن وہ خود کفر سے بالکل پاک اور ماوراء ہوتا ہے، سو حضرت عیسٰے علیہ السلام کے کفر پانے کا دعویٰ ہرگز لائق قبول نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں ہی نہیں دیگر بریلوی علماء بھی حضرت عیسٰیؑ کی توہین کے بری طرح مرتکب ہوئے ہیں انکی دوبارہ آمد پر کہتے ہیں کہ دوسری دفعہ امتحان میں وہی بیٹھتا ہے جو پہلی دفعہ فیل ہوا ہو۔ دیکھئے انوار شریعت ج۲ ص

اللہ بخش دے آپؐ کی اگلی پچھلی خطائیں

مفتی احمد یار صاحب خلیفہ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دے رکھی تھی کہ ان سے آخرت میں کیا معاملہ ہوگا اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ آپؐ کے صحابہؓ کا انجام کیسا رہے گا؟ مفتی صاحب فرماتے ہیں :—

لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (تاکہ اللہ بخش دے آپ کے لیے اگلی پچھلی خطائیں) میں حضورؐ کے انجام کی خبر ہے اور وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (اور ہر ایک سے اچھائی کا وعدہ ہے) میں صحابہ کے بہتر انجام کا وعدہ ہے ——

مفتی صاحب آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم[1]
کے تحت لکھتے ہیں :۔

"یہ مطلب نہیں کہ مجھے خبر ہی نہیں کہ تم سے اور مجھ سے کیا معاملہ ہوگا، رب فرماتا
ہے لیغفرلك الله ما تقدم اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلا وعد الحسنیٰ
حضورؐ کو سارے انسانوں کے انجام کی خبر ہے"[2]

مفتی صاحب نے یہاں صریح طور پر لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك[3]
کو حضورؐ سے متعلق کیا ہے اور وکلا وعد الحسنیٰ کو امت سے متعلق بتلایا ہے۔ سو اگر
مفتی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے
تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) کو تسلیم نہیں کیا اور اسے حضورؐ کے انجام سے
ہی متعلق بتلایا ہے تو بتلائیں اس میں مفتی احمد یار صاحب کی کیا غلطی ہے، غلطی اگر ہے تو مولانا
احمد رضا خاں کی۔ ذنبك کے معنی "تمہارے پیروؤں کے گناہ" عربی کے لحاظ سے کسی طرح
درست نہیں ـــ پھر ما تقدم سے "پہلے گذرے انسان مراد لینا" اور ما اور من (جو
اصالۃً جانداروں کے لیے آتا ہے) میں فرق نہ کرنا اور بلا قاعدہ ایک نیا ترجمہ پیش کر دینا کسی
پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ذنبك کے معنی تیری خطا کے بھی ہو سکتے تھے اور اس سے
سب مغالطے بھی دور ہو جاتے، کیا یہاں وہ تعبیر اختیار نہیں ہو سکتی تھی جو مفتی صاحب نے
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اختیار کی تھی، آپ کی یہ دعا قرآن کریم میں اس طرح ہے :۔

والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین[4]

(ترجمہ) "اور وہ ذات ہے جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔"
اس پر مفتی صاحب لکھتے ہیں :۔

"آپ (ابراہیم علیہ السلام) گناہوں سے معصوم ہیں، خطا سے مراد وہ ہے جو پیغمبر کی

---

[1] پ۲۶ سورۃ الاحقاف [2] نور العرفان صفحہ ۸۰۱ [3] پ۲۶ سورۃ الفتح [4] پ۱۹ سورۃ الشعراء ع ۵

شان کے لحاظ سے خطا ہو، حسنات الابرار سیئات المقربین ــــ اس کلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارۃً یہ فرمایا کہ کوئی شخص اگرچہ کتنا ہی پرہیزگار ہو اپنی مغفرت پر یقین نہ کرے بلکہ رب سے امید و خوف رکھے اسی لیے آپ نے اطمع فرمایا ہے[1]

مفتی صاحب کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ تجویز کرنا کہ انہیں اپنی مغفرت کا یقین نہ تھا اس سے ہمیں اتفاق نہیں، مفتی صاحب کا استدلال غلط ہے لیکن مفتی صاحب کی یہ بات صحیح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف خطا کی نسبت ان کے اپنے مقام کے لحاظ سے ہے وہ حقیقت میں گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خاں نے لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك کا ترجمہ صحیح کیا ہے یا ان کے خلیفہ مفتی احمد یار نے؟ مفتی صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك میں اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو ان کے انجام کی خبر دی ہے اگر یہ صحیح ہے تو خانصاحب کا یہ کہنا کہ نہیں اس سے مراد حضورؐ کے پیروؤں کے گناہ ہیں لغت اور گرامر دونوں سے ناواقفی ہے۔

کوئی صاحب یہ نہ کہیں کہ اس بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں فرق کرنا ضروری ہے، مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے حسنات الابرار سیئات المقربین کا قاعدہ استعمال کیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ قاعدہ لائق قبول نہیں ــــ ایک اور جگہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت چاہنے کی ہدایت

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن

[1] نور العرفان صـ۹۰

لِلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا ○ وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○[1]

(ترجمہ) "بے شک ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری سو تم لوگوں میں فیصلے کرو جس طرح اللہ نے تمہیں دکھایا اور آپ دغا بازوں کی طرف سے نہ جھگڑیں اور اللہ سے مغفرت چاہو بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے"

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مغفرت مانگنے اور بخشش طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، اس پر مفتی احمد یار صاحب نے وہی قاعدہ استعمال کیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کیا تھا کہ خطا سے مراد وہ ہے جو پیغمبر کی شان کے لحاظ سے خطا ہو گو حقیقت میں وہ خطا نہ ہو، مفتی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اگر حضورؐ سے خطاب ہے تو اسی بناء پر کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہوتے ہیں حضورؐ نے چاہا تھا کہ گواہی پر فیصلہ فرمادیں جیسا کہ شرعی قاعدہ ہے فرمایا گیا کہ اس ارادے سے توبہ کریں" "واستغفر اللہ"[2]

مفتی صاحب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس قاعدہ کو بیان کرتے ہوئے لفظ خطا استعمال کیا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہتے ہوئے آپ لفظ گناہ لے آئے ہیں، گویا سے حسنات الابرار سیئات المقربین کے قاعدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے ـــــــ اس میں اگر بے ادبی کا کوئی پہلو ہوتا تو مفتی احمد یار صاحب اسے کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کرتے اور اگر اس میں بے ادبی نہ تھی تو مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے اس مسلمہ ترجمے "تا معاف کرے تجھ کو اللہ" سے انحراف کیوں کیا اور یہ ترجمہ کیوں کیا "تاکہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے" جو لغت اور گرامر دونوں کے خلاف ہے امت کی بخشش یہاں مراد نہیں وہ وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ میں موعود تھی۔

---

[1] پ۵ سورۃ النساء ع ۱۶ [2] نور العرفان ص۱۵۰

بریلوی حضرات اگر اپنے اس دعوے میں مخلص ہیں کہ اس آیت کے ترجمہ میں خطا کی نسبت حضورؐ کی طرف کرنا سخت بے ادبی ہے تو وہ مفتی احمد یار صاحب پر گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ کیوں نہیں لگاتے؟

ذنبك کا ترجمہ بدلنے میں کوئی فائدہ نہیں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے زعم میں بڑی مہم سر کی کہ ذنبك کے معنی "تیرے اگلوں پچھلوں کے گناہ" کر دیئے، اب تیرے گناہ یا تیری خطاؤں کے معنی کی کچھ گنجائش نہ رہی، بریلوی اس پر بڑے خوش ہیں کہ خانصاحب نے بڑا میدان مارا، لیکن یہ لوگ یہ جاننے سے یکسر قاصر رہے کہ خانصاحب نے اپنے اس من گھڑت ترجمے میں کن کن بزرگوں کے ترجموں سے ٹکر لی ہے، یہ ٹکر صرف حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ یا حضرت شیخ الہندؒ سے ہی نہیں صحابہ کرامؓ اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجموں کے بھی خلاف ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آیت کا معنی کیا کیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں اتنی مشقت اٹھاتے کہ پاؤں مبارک کو ورم آجاتا اس پر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:۔

لم تصنع هذا یا رسول الله وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر

(ترجمہ) آپ اس قدر مشقت کیوں فرماتے ہیں اے اللہ کے رسول، اور بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی آئندہ اور پچھلی خطائیں سب بخش چکا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا:۔

افلا احب ان اکون عبداً شکوراً [1]

(ترجمہ) "کیا میں یہ بات نہیں چاہتا کہ ہو جاؤں اپنے رب کا شکر گذار بندہ۔"

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۱۶

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے عقیدہ میں لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر کی خبر حضور علیہ السلام سے متعلق تھی نہ کہ اس میں امت کے اعمال کا بیان تھا ورنہ حضرت عائشہؓ اسے خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ذکر نہ فرمائیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ وہ اسے اپنے پہلے اور پچھلے سب نقصانات کی مغفرت جانتے تھے۔ آپ کی یہ دعا بھی صحیح بخاری میں منقول ہے

اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت انت المقدم وانت المؤخر وانت علی کل شیٔ قدیر۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر یہ باب باندھا ہے :۔

"باب قول النبیؐ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت" [1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون مغفرت کو اپنے سے متعلق کرتے تھے، اور یہ کہ امام بخاریؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے آیت کا معنی کیا کیا

صحابیٔ رسول حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی کہتے ہیں کہ حضورؐ سے عرض کی گئی غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر ـــ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ افلا اکون عبداً شکوراً [2] ـــ اب آپ ہی بتائیں کہ حضرت مغیرہؓ نے ما تقدم من ذنبك وما تاخر کو حضورؐ سے متعلق بتلایا ہے یا آپ نے اسے امت کے اگلے پچھلے گناہوں کے معنی میں لیا ہے؟ صحابہؓ کے ترجمہ سے روگردانی کن کا کام ہے؟

ان روایات کی روشنی میں سورۃ فتح کی ابتدائی آیت کا صحیح ترجمہ وہی ہے جو

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۹۴۶ [2] ایضاً ص ۷۱۶

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے بیان فرمایا اور مفتی احمدیار صاحب سے بھی اسی کی تائید منقول ہے، وہ اسے حسنات الابرار کے قاعدہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کرنا جائز سمجھتے ہیں، اور اس کی انہوں نے نورالعرفان میں تصریح کی ہے۔

مفتی احمدیار صاحب گجراتی اور مولانا احمد رضا خان میں سے کون راستی پر ہے اور کون بے ادب؟ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں، ہم دونوں کے بارے میں دوسرا فیصلہ رکھتے ہیں تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بریلوی علماء کا یہ ٹکراؤ ایک دوسرے سے ہی نہیں اپنے آپ سے بھی ہے۔

ممکن ہے بعض بریلوی مفتی احمدیار صاحب کا ترجمہ ٹھکرا دیں اور کہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب ان سے متقدم تھے ہم کہیں گے۔ مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری تو خان صاحب سے بھی متقدم ہیں۔ چلو ان کا ترجمہ لے لو۔ کیا آپ انہیں بھی گستاخ کہہ کر گزر جائیں گے؟

پادری عماد الدین صاحب نے لکھنؤ کے شیعہ مجتہد مولوی سید علی محمد صاحب سے عقائد اسلامیہ پر چودہ سوال بایں شرط کیے تھے۔ کہ موصوف ان کا جواب خالصۃً قرآن سے دیں مجتہد مذکور خود موجودہ قرآن کو نہ مانتے تھے۔ وہ کوئی شافی جواب کیا دیتے۔ صحیح جواب نہ ملنے پر پادری عماد الدین نے جواب الجواب میں ایک رسالہ نغمہ طنبوری شائع کیا۔ مجتہد مذکور اس کے جواب سے عاجز ہے تو اس کا جواب مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے لکھا اور شیعہ اور عیسائیوں دونوں پر حجت تمام کر دی۔ سوال نمبر ۹ یہ تھا:۔

عصمتِ انبیاء کے کیا معنی ہیں؟ پیدائش سے موت تک ان کا گناہ میں پڑنا ناممکن ہے یا نبوت کے بعد گناہ نہیں کر سکتے یا کوئی اور معنی عصمتِ انبیاء موجود ہیں؟

جواب: محققین اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک انبیاء کی عصمت کے یہ معنی ہیں۔ کہ انبیاء علیہم السلام کبھی معاصی میں نہیں پڑتے، اور کوئی کام خلافِ مرضیٔ حق تعالیٰ نہیں کرتے ہیں۔

پھر مولانا غلام دستگیر صاحب سوال نمبر ۱۳ جو خاص حضورؐ کی نبوت کے متعلق تھا۔ اس

کے جواب میں لکھتے ہیں :۔

آنحضرت کی عصمت کا بیان تو قرآن پاک میں ایسے طور پر لکھا ہے کہ کوئی دقیقہ اس کے دقائق سے نامرعی نہیں رکھا ہے. ایک عصمت تو وہ ہے جو سوال ۹ اور ۱۰ میں قرآن عظیم سے لکھی گئی اور دوسری عصمت یہ ہے کہ جس کے سب اگلے پچھلے گناہ دُنیا میں ہی خدا بخش دے۔ وہ بھی معصوم ہوتا ہے. سو ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور کوئی گناہ آپ سے صادر نہیں ہوا تھا لیکن دوسری قسم کی عصمت کے ثبوت کے لیے سورہ فتح میں فرمادیا :۔

انا فتحنا لك فتحاً مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطاً مستقيما. پ ۲۶ الفتح

(ترجمہ) تحقیق ہم نے فتح دی تجھ کو فتح روشن. تاکہ خدا بخش دیوے تیرے اگلے پچھلے گناہ اور اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے اور سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔[۱]

اب بتایئے مولانا غلام دستگیر قصوری کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں ؛ اور پھر آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قواعدِ عربی کے لحاظ سے کس قدر غلط ہے۔

ایک بریلوی تاویل اور اس کا جواب

بعض بریلوی کہہ دیتے ہیں کہ مولانا غلام دستگیر نے یہ ترجمہ اس لیئے کیا تھا کہ مخاطب ایک عیسائی پادری تھا اور وہ عربی جانتا تھا. اس لیئے ذنبک کا کوئی اور ترجمہ وہاں نہ ہو سکتا تھا. سو یہ ترجمہ محض الزامی تھا. ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اس رسالہ کا صفحہ ۳ ملاحظہ فرمالیجئے۔ یہ وہم کلیتہً دور ہو جائے گا. مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتے ہیں ،۔

حقیر نے اس رسالہ میں تمام تحقیقی جواب دیئے ہیں اور باوصفیکہ بہت الزامی جواب موجود تھے وہ پیش نہیں کیئے گئے ہیں۔

---

[۱] جواب نغمہ طنبوری صفحہ ۵ مصنفہ مولانا غلام دستگیر یہ رسالہ مولوی فضل حق کے زیر اہتمام قصور کے مطبع انجمن ۱۳۱۲ھ میں چھپا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد کی تصدیق

لیغفرلك اللہ کا تعلق حضورؐ سے ہے اس میں امت مراد نہیں مولانا نقی علی خاں لکھتے ہیں :۔
ایسی جگہ وقوع ضروری نہیں۔ دیکھو آیت کریمہ لیغفرلك اللہ ماتقدم من ذنبك وما تاخر باوجو عصمت انبیاء کے وارد ــــــ کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت بڑھانا ہے نہ وقوع اس کا۔ جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے لیئے حکم ہوتا ہے۔ ہم نے تین خون تجھے معاف کیئے۔ حالانکہ بادشاہ جانتا ہے ایسے شخص مہذب سے خون کبھی واقع نہ ہوگا۔[۱]

پھر لکھتے ہیں :۔
خلیل نے طمع مغفرت کی۔ واطمع ان یغفرلی ربی۔ حبیب کو بے طمع یہ دولت دے دی گئی۔ لیغفرلك اللہ ماتقدم من ذنبك وما تاخر۔[۲]

کیا اب کوئی بریلوی کہے گا کہ مولانا غلام دستگیر کا ترجمہ غلط ہے اور مولانا احمد رضا خاں کا صحیح ہے۔ مؤخر الذکر ترجمے میں اگر کچھ بھی علمی وزن ہوتا تو اسے مفتی احمد یار اس بے دردی سے نہ ٹھکراتے ــــــ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی تصدیق

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں قرآن پاک ناطق ہے کہ گناہوں کی نسبت یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی ہے لیکن یہ اضافت تشریف کے طور پر ہے کہ گو آپ سے کوئی گناہ وجود میں نہیں آیا پھر بھی اللہ رب العزت سب کچھ معاف کرنے کا اعلان فرماتے ہیں۔

---

[۱] سرور القلوب بذکر المحبوب صفحہ ۲۲۶ [۲] ایضاً صفحہ ۲۲۴ دعائے خلیل میں آیت یوں ہے والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی۔ پ ۱۹ الشعراء آیت ۸۲۔ معلوم نہیں بریلوی احمد رضا خاں نے اسے کیوں بدل دیا ہے

حضرت الشیخ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

در توجیہہ غفران ذنوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ قرآن مجید بداں ناطق است اقوال است بہترین قول آنست کہ ایں کلمہ تشریف است مر آنحضرت را از جانب مولی تعالیٰ بے آنکہ ذنب وجود داشتہ باشد۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اوّل، ص ۱۲۷)

حضورؐ کو بخشش چاہنے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسبیح و تحمید اور استغفار کا حکم دیا ارشاد ہوا۔

فسبح بحمد ربك فاستغفرہ انه كان توابا۔ پ ۳۰ سورۂ نصر

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں — تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو، اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنیوالا ہے۔

حضورؐ کو توبہ کہہ بلانے کی گستاخی بے شک ناقابل معافی ہے۔ لیکن یہ صحیح ہے۔ کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں وہ تاویل اختیار نہیں کی جو سورۂ فتح کی آیت میں کی تھی یہاں مولانا نے صاف لفظوں میں تسلیم کیا کہ حضور کو اللہ سے بخشش مانگنے کا حکم تھا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی توبہ قبول کرنے والا ہے —— کیا یہاں بریلویوں کے خیال میں عصمتِ نبوت مجروح نہیں ہوتی؟ جب حضورؐ معصوم ہیں اور کبھی گناہ کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہوئی تو یہ بخشش مانگنا کیا اور توبہ کرنا کیسا؟

لیجئے مفتی احمد یار نے اس بخشش مانگنے کی اور توثیق کر دی ہے مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ پڑھتے تھے۔ سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد ہے اور میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں)۔ نور العرفان ص ۹۵۵

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ حضورؐ اس آیت کی تعمیل میں کئی کئی دفعہ استغفار کرتے دیکھے گئے

کیا فرماتے ہیں علماء فرقہ بریلویہ اس مسئلہ میں کہ جو شخص حضور کی طرف بخشش چاہنے اور توبہ کرنے کی نسبت کرے۔ کیا اس نے عصمت نبوت مجروح نہیں کی؟ اگر اس سے عصمت نبوت مجروح نہیں ہوتی تو خان صاحب کو سورۂ فتح کا ترجمہ بدلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حضرت شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ کا ترجمہ چھوڑنے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی تھی؟

افسوس کہ خان صاحب نے سورۂ فتح کے ترجمہ میں لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک میں ذنبک سے حضور کے نہیں آپ کی امت کے گناہ مراد لئے۔ لیکن خانصاحب کو یہ پتہ نہ رہا کہ امت کے مؤمنین اور مؤمنات کے لئے بخشش مانگنے کا حکم تو اس کے آگے مستقل طور پر موجود ہے۔ ـــــــ سورۂ محمد میں یہ بات پورے فرق سے سمجھا دی گئی تھی۔ ارشاد ہوا تھا۔

فاعلموا انه لا الٰه الا اللّٰه واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ پ۲۶ع ا

یہاں ذنب کی نسبت حضور کی طرف علیحدہ کی گئی اور مؤمنین ومؤمنات کی طرف علیحدہ۔ انکی نسبت ہے سو ذنبک سے امت کے گناہ مراد لینے کا یہاں احتمال نہیں رہتا۔ مفتی احمد یار صاحب کو یہاں تسلیم کرنا پڑا ہے کہ تاویل گو کچھ ہو گناہ کی نسبت ہے حضور کی طرف ہی ـــــــ یہ نسبت کسب کی نہ ہو تقصیر کی ہو۔ لیکن ذنبک کی اضافت بہر حال حضورؐ کی طرف ہی ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:۔ یہاں گناہ کی نسبت حضور کی طرف کسب کی نہیں تقصیر کی ہے۔[1]

خانصاحب مفتی صاحب کی راہ پر چلتے تو سورہ فتح کی پہلی آیت میں ترجمہ ایسا نہ کرتے جو قواعد عربی کی رو سے سراپا غلط ٹھہرتا ہے۔ ایک جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ سچ نہیں بنتا ـــــــ خانصاحب سے تو مفتی صاحب ہی ہوشمند نکلے کہ ذنب کی نسبت قواعد عربی کے مطابق حضور کی طرف ہی رکھی اور تقصیر کی تاویل اختیار کر لی۔ گو آپ بھی پہلے حسنات الابرار سیئات المقربین کا قاعدہ مان کر اسے کسب کی نسبت کہہ چکے ہیں۔

یہاں مولانا احمد رضا خان اور مفتی احمد یار دونوں نے بخشش چاہنے کی نسبت حضورؐ کی طرف کی ہے۔

---

[1] نور العرفان صفحہ ۸۰۲

خدائی کلام میں تشکیک نہیں

ترجمہ قرآن میں جو بات کہی جاتی ہے وہ خدا کی طرف سے کہی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ اسی کا کلام ہے سو اسمیں کوئی پیرایہ بیان ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ کہنے والا شک میں مبتلا نظر آئے کہ بات یوں ہے یا یوں ہے۔ کلام الٰہی میں اگر کوئی ایسا لفظ آئے جسکے کئی معنی ہوں تو مراد خداوندی اسمیں یقیناً کوئی ایک معنی ہی ہونگے۔ گو لغۃً وہ لفظ کئی معنی میں آتا ہو قرآن کریم کے ترجمہ میں دو متوازی معنی لانا شانِ خداوندی کو نظر انداز کرنا ہے۔ اس کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ایک موضوع میں کسی لفظ کو یا کے ساتھ بیان کرے۔

دو دو ترجمے کرنے کا شوق

کتنے مقامات ہیں جہاں مولانا احمد رضا خاں ایک ترجمہ نہیں کر سکے بین السطور دو دو لفظ لا رہے ہیں اور یا۔ یا۔ کے حروف لا کر دبی زبان سے گنگنا رہے ہیں ؎

نہ یہ کہتے ہی بنتی ہے نہ وہ کہتے ہی بنتی ہے
رہیں اپنی جگہ دونوں عبارت اس سے سجتی ہے

اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو کہا تھا "اے اولاد اسرائیل ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی وہ تم پر بُرا عذاب ڈھا رہے تھے تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رکھتے" ——— اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ (پ سورۃ بقرہ رکوع ۶)

(ترجمہ) اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ——— (شیخ الہندؒ)

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی بلا تھی یا انعام ——— (مولانا احمد رضا خاںؒ)

عربی میں بلاء، ابتلاء، آزمائش کے معنی میں ہے، مبتلاء کے معنی ہیں "آزمائش میں آیا ہوا" اللہ تعالیٰ نعمت اور محنت دونوں میں آزماتے ہیں، بچوں کو ڈرانے کے لیے بڑی بلاء،

ڈائن اور چڑیل وغیرہ کے الفاظ عام استعمال کیے جاتے ہیں، جب کہا جاتا ہے وہ بڑی بلا ہے تو یہاں بلا کا عربی لفظ ملحوظ نہیں ہوتا جس کے معنی آزمائش کے ہیں، مولانا احمد رضا خاں کو قرآن حکیم کے الفاظ وفی ذلکم بلاء میں بچوں والی بڑی بلا نظر آئی تو وہی ترجمہ کر دیا، پھر جب شبہ ہوا تو لفظ "انعام" بڑھا دیا، ایک لفظ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ میں اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ میں ایک ہی تھا، مولانا احمد رضا خاں نے ایک لفظ کے دو ترجمے یا کے ساتھ پیش کر کے اپنے تذبذب اور پریشانی کا کھلا اقرار کیا ہے ——— اگر کسی ترجمے پر اطمینان نہیں ہوتا تھا تو ترجمہ کرنے کے لیے بیٹھے ہی کیوں تھے، مولانا کو ہندوستان کی بڑی بلا لے بیٹھی اور اسی کو ترجمۂ قرآن میں لے آئے۔

اور سنیئے! مولانا کے تذبذب، ان میں قوتِ فیصلہ کے فقدان اور ان کی الجھی ہوئی طبیعت پر سر دھنئے:۔

دو دو ترجمے کی ایک اور مثال

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ اِلَّآ اَمَانِيَّ۔ [1] (پ البقرہ ع ۹)

اس میں لفظ اَمانیّ قابلِ غور ہے یہ اُمنیۃ کی جمع ہے اور اس کے معنی آرزو کے ہیں۔ [2]

سو اَمانی کے معنی آرزوئیں ہوں گے۔

(ترجمہ) "اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے"

(حضرت شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے:۔

"اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں کہ جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت۔"

طلبہ سے گذارش ہے وہ دیکھیں "من گھڑت"، کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے لکھا ہے اور اگر یہ لفظ ان کا اپنا من گھڑت ہے تو آپ نے اسے یا کے ساتھ

---

[1] پ سورۂ البقرہ ع ۹ [2] دیکھئے المنجد صفحہ ۸

ایک دوسرے ترجمے کے مقابل کیوں رکھ دیا ہے، "زبانی پڑھ لینا" یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کیا اسی ترجمے کے بل بوتے پر رضاخانی حضرات پھولے نہیں سماتے ـــــ تن ہمہ داغ داغ شد
ان میں پڑھے لکھے لوگ ہوتے تو اس ترجمہ کو مسترد کرنے کے لیے مترجم کا یہی تذبذب کافی تھا۔

مولانا احمد رضا خاں اس ترجمہ میں بھی عجیب تذبذب کا شکار ہوئے ہیں، ترجمہ میں دو دو لفظ بھر رہے ہیں مگر دل کسی ایک معنی پر ٹھہرتا نہیں، ایک عجیب مترجم عجیب صورتحال سے دوچار ہے۔

دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

ع حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں

ذرا آگے چلیے ـــــ دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کس طرح پہلے ترجموں سے بغاوت کر کے دو دو ترجمے کر رہے ہیں:۔

وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ (پ۲ البقرہ رکوع ۱۷)

(ترجمہ) اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (مولانا احمد رضا خاں)

یہاں صحابہ کرامؓ کے لیے بھی گواہ کا لفظ ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی گواہ کا لفظ ـــــ بریلویوں کو یہاں ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے وہ گواہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد لیں تو تمام صحابہ کرامؓ کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا پڑتا ہے اور اگر گواہی میں ہر جگہ کا حضور و نظور ضروری نہ ہو تو ان کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر وقت ہر جگہ

حاضر و ناظر ہونے کا تصور بالکل ہی ناپید ہو جاتا ہے، مجبوراً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گواہ کے ساتھ ایک اور لفظ کی ضرورت محسوس کی اور گواہ سے پہلے نگہبان کا لفظ بڑھا دیا۔

ترجمے کا طالبعلم یہاں پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم میں جب لفظ ایک ہے — شہید — کہ "ہو رسول تم پر گواہی دینے والا" تو ترجمے میں یہ دوسرا لفظ "نگہبان" کہاں سے آگیا اور اگر یہ لفظ نگہبان "شہید" کا ترجمہ تھا تو پھر آگے دوسرے ترجمے کی کیا ضرورت تھی "گواہی دینے والا" ایک لفظ کے یہ دو ترجمے آخر کا ہے کو آرہے ہیں. جو مترجم کے تذبذب اور پریشانی کی خبر دے رہے ہیں — پھر صحابہ کرام ؓ کے لیے بھی جب یہی لفظ ہے شہداء علی الناس (لوگوں پر گواہ) تو وہاں دو ترجمے کیوں نہیں لائے جا رہے — یہ بھی سوچنے کی بات ہے مولانا احمد رضا خاں عجیب مترجم ہیں کہ تذبذب میں پوری طرح گھرے ہیں کسی ایک معنی پر انہیں اطمینان نصیب نہیں ہو رہا — ترجمہ نہیں کر سکتے تھے تو کنز الایمان لکھنے کی ہمت آخر کیوں کی تھی؟

بعض بریلویوں نے دفاعاً کہا کہ ترجمہ تو ایک ہی لفظ میں ہے ہو سکتا ہے دوسرا لفظ کاتب نے ویسے ہی لکھ دیا ہو مقصود کلام نہ ہو، ہم کہتے ہیں کہ یہ غلطی ہرگز سہو کاتب قرار نہیں دی جا سکتی اس لیے کہ ایک دوسرے مقام پر بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہی حرکت کی ہے۔

دو دو ترجمے کرنے کا ایک اور واقعہ

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝ (پ، سورۃ النساء، رکوع ۵)

(ترجمہ) پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلائیں تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتلانے والا۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

تو کیسی ہو گی جب ہم ہر امت کے لیے ایک گواہ لائیں گے اور اے محبوب
تمہیں ان سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں گے۔ (مولانا احمد رضا خاں)

دیکھئے یہاں پھر لفظ شہید کے دو معنی گواہ اور نگہبان کر دیئے اور اسی آیت میں جہاں یہ لفظ دوسری اُمتوں کے لیے آیا وہاں اسی لفظ شہید کا ایک ہی معنی لکھا گیا ہے، دنیا سے اگر انصاف ختم نہیں ہو گیا تو خدارا مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمے کا پوری توجہ سے نوٹس لیں اور اگر اس میں عربی قرآن کی مطابقت عمداً چھوڑی گئی ہے تو پھر اس ترجمے کا حق ہے کہ اسے خلافِ قانون قرار دیا جائے۔ مولانا احمد رضا خان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کے ساتھ نگہبان محض اس لیے بتا رہے ہیں کہ جملہ کارِ جہاں بھی آپ کے ہی سپرد کر دیں کہ پوری دنیا کی حفاظت آپ کے ہاتھوں ہی ہو رہی ہے اور آپ ہی جملہ کائنات کے نگہبان ہیں ——— مولانا احمد رضا خاں جب خود تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو امت پر نگہبان نہیں ٹھہرایا تو پھر مولانا آپ کو گواہ کے ساتھ نگہبان کیوں لکھتے ہیں اور ایک لفظ کے ترجمے میں دو لفظ لکھ کر اپنے ترجمے کو کیوں بگاڑتے ہیں ——— قرآن کریم میں صاف کہا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہم پر نگہبان نہیں ٹھہرایا ہے:-

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ (پ سورۃ الانعام ع ۱۳)

(ترجمہ) اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کروڑے نہیں ——— مولانا احمد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں خود تسلیم کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر گواہ تو ہیں لیکن نگہبان نہیں، نگہبان سب کا اللہ تعالیٰ ہے، اور یہ جو فرمایا "تم ان پر کروڑے نہیں"، کروڑا کے معنی وکیل اور کارساز کے ہوتے ہیں، شستہ اردو میں معنی یہ ہونگے "نہ تمہارے حوالے ان کی ذمہ داری ہے" ترجمان القرآن لابی الکلام جلد ۲ صفحہ طبع ثانی

لفظ کو ڈبل کرنے کی ایک اور مثال

لاریب فیہ : ھدی للمتقین ـــــ میں فیہ (اس میں) ایک ہی دفعہ ہے اسے لاریب سے لگائیں (نہیں کوئی شک اس میں) یا ھدی للمتقین سے لگائیں (اس میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے) لگے گا ایک ہی طرف ـــــ بیک وقت دونوں طرف نہیں لگ سکتا ورنہ لفظ کو اپنی طرف سے ڈبل کرنا پڑے گا جو درست نہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اسے لاریب کے ساتھ لگایا ہے اور مولانا احمد رضا خاں نے اسے دونوں طرف رکھا ہے جو قواعد کے لحاظ سے بالکل درست نہیں۔

"اس کتاب میں کوئی شک نہیں، راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو" (حضرت شیخ الہندؒ)

"وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈرنے والوں کو" (احمد رضا)

مولانا کے کمزور علم معتقد مولانا کے اس ڈبل ترجمہ سے بہت خوش ہیں۔

انہوں نے فیہ کا ترجمہ ظرف (جگہ) سے کیا ہے کہ شک کی جگہ ہی اس کتاب میں نہیں۔ (مقدمہ کنز الایمان ص)

طلبہ خود دیکھ لیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایک فیہ کو دونوں طرف لگا کر لفظ کو ڈبل کرنے کی کتنی غیر عالمانہ حرکت کی ہے۔

کنز الایمان میں بھاری بھرکم الفاظ کی غلظت

مولانا احمد رضا خاں نے مفردات کے ترجمے میں بھی یہ محنت کی ہے کہ پہلے تراجم کے شستہ الفاظ چھوڑ کر بھاری اور سخت الفاظ پسند کیے "تم ان پر کروڑے نہیں" ان الفاظ پر غور کیجئے اور مولانا کی غلظت پسندی کی داد دیجئے، لیجئے ٹھینٹ بھی آ گئے ہیں

وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانہم وقرا۔ (پ الانعام ع)

(ترجمہ) "اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ" (حضرت شیخ الھند)

"اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کان ٹینٹ " (مولانا احمد رضا خاں)

وقرا کا معنی تقریباً سب مترجمین نے بوجھ کا کیا ہے وقار کے معنی وزن اور بڑائی کے ہیں مالکم لا ترجون للہ وقارا (پ۲۹ سورۃ نوح) ـــــ مولانا احمد رضا خاں نے اس کا ترجمہ "ٹینٹ" کیا ہے، وہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے کانوں میں ٹینٹ لگے ہیں کہ ہدایت انکے اندر نہیں اترتی ـــــ غور کیجئے کیا کانوں میں بھی کبھی ٹینٹ لگے ہیں؟ مولانا کا عجیب ذوقِ ترجمہ ہے مفردات میں کیسے بے محل تیمے لگا رہے ہیں۔

مفرد الفاظ کے بے ڈھب معنی

۱

رَبوہ کے معنی بلند جگہ اور ٹیلے کے ہیں قرآن کریم میں الیٰ ربوۃ ذات قرار ومعین[۱] وارد ہے اس میں بتایا گیا اونچی جگہ جو ٹھہرنے کے قابل اور شاداب بھی تھی[۲]

یہ لفظ اسی معنی میں ہے، قرآن کریم میں کمثل جنۃ بربوۃ (جیسے باغ اگا ہو بلند زمین پر) میں بتلایا گیا کہ ربوہ بلند ٹیلے کو کہتے ہیں اور اس پر باغ بھی لگ سکتا ہے، ربوہ ریگستان کو نہیں کہتے جس میں کچھ اگ نہ سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان کی کہاوت جو اپنے مال میں اللہ کی رضا چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل کو جماتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچے ٹیلے پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو وہ دوگنا پھل لایا، اگر زور کا پانی نہ ملے تو اسے اوس ہی کافی ہے۔ اس میں ان الفاظ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

کمثل جنۃ بربوۃ[۳]۔ (ترجمہ) جیسے باغ اگا ہو بلند زمین پر۔

---

[۱] پ۱۸ المومنون ع ۳ [۲] مفردات للراغب ص۱۸۷ [۳] پ۳، البقرہ ع ۳۶

جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو۔ (مولانا احمد رضا خاں)

(ربوہ کا ترجمہ بلند زمین کتنا شستہ اور صاف ترجمہ ہے مولانا احمد رضا خاں اس کا ترجمہ بھوڑ کر کے کتنا ثقیل لفظ لا رہے ہیں اس کا ثقل کروڑے سے کم نہیں، تاہم اس غلط ترجمے میں لفظ بھوڑ پر بھی غور فرمالیں، علمی اردو لغات میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں :-

"ریتلی زمین جس پر کچھ نہ اگ سکے، ریگستان۔"[1]

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں ربوہ کے لیے کس لفظ کا انتخاب کیا ہے جس آیت کے ترجمے میں اس لفظ بھوڑ کو جگہ دی ہے اس آیت کا مضمون ہی بھوڑ کی کھلی تردید ہے، معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں کو اس انتہائی ثقیل ترجمہ سے کیا ملا ؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں چوپایوں کی تخلیق اور ان کے فوائد کا عجیب نقشہ کھینچا ہے۔

ولکم فیھا جمال حین تریحون وحین تسرحون ۰ وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بلغیہ الا بشق الانفس[2]

(ترجمہ) "اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو چرا لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر۔" (حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں الا بشق الانفس کا ترجمہ لائق غور ہے، جان مار کر کام کرنے سے مراد اس کام کے لیے زحمتِ شاقہ اٹھانا ہے، مفردات امام راغب میں ہے الا بشق الانفس زحمتِ شاقہ کے بغیر[3] ——— الشقۃ وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے، قرآنِ پاک میں ہے: بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ - (پ۱۰، سورۃ التوبۃ رکوع ۶)

---

[1] علمی اردو لغات صـ ۲۸۳ [2] پ۱۴ سورۃ النحل ع ۱ [3] مفردات صـ ۵۴۶

مسافت ان کو دور دراز نظر آتی، یہ بہت جانفشانی کے کام ہیں۔ اب آیت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

(ترجمہ) "اور یہی جانور ہیں جو تمہارا بوجھ اٹھا کر ایسے شہروں تک لے جاتے ہیں کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے مگر بڑی جان کاہی کے ساتھ"۔ (مولانا ابوالکلام آزاد)

"اور وہ تمہارے بوجھ اٹھاکر لے جاتے ہیں ایسے شہر کی طرف کہ تم اس تک نہ پہنچتے مگر ادھ مرے ہوکر"۔ (مولانا احمد رضا خاں)

ادھ مرے کا بے ڈھب ترجمہ

بِشِقِّ الانفس کا ترجمہ ادھ مرے کتنا بھدا ترجمہ ہے۔ جان مارنا، جان کاہی اور جانفشانی کے ترجمے چھوڑ کر "ادھ مرے" سے ترجمہ کرنا مترجم کے ادھ مرے ہونے کی حالت کا پتہ دیتا ہے، معلوم نہیں علم وبصیرت کے اس فقدان سے یہ لوگ ترجمہ قرآن کی کیوں جسارت کرتے ہیں، کنزالایمان کتنا بھونڈا ترجمہ ہے اگر اسے ترجمہ کہا جاسکے، ترجمہ مفردات میں مولانا احمد رضا خاں عجیب ادا سے چلتے ہیں، اور مثال لیجئے:۔

زمین ہمارا بچھونا ہے اور آسمان چھت، یہ بات آپ پہلے سے سنتے چلے آرہے ہیں، قرآن کریم میں بھی اسے دہرایا گیا:۔

الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً وانزل من السماء ماء۔ (پ۱، سورۃ البقرہ، رکوع ۳)

(ترجمہ) "جس نے بنایا تمہارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی"۔ (حضرۃ شیخ الہند رحمہ اللہ)

"وہ ذات پاک ایسی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی"۔ (حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

"وہ جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو عمارت بنایا"۔ (احمد رضا)

آسمان کو چھت کہنے کی بجائے عمارت کہنا ایک نیا ترجمہ ہے اُردو میں عمارت کا لفظ ان معنوں میں نہیں آتا۔
آسمان کو عمارت قرار دے کر خاں صاحب کو کون سا ستون ہاتھ میں آیا
چھت کی بجائے عمارت کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں کے علم و بصیرت کی کھلی شہادت ہے
کتنا ادھورا ترجمہ ہے۔

الفاظ کے غلط ترجمے کی ایک اور مثال

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۔ (پ۳۰ سورۃ تبت)
(ترجمہ) اب پڑے گا لپٹیں مارتی آگ میں۔ (حضرت شیخ الهندؒ)
اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں۔ (مولانا احمد رضا خاں)
صلی کے معنی آگ جلانے کے ہیں صَلَی بالنار آگ میں جلا۔ تصلیۃ جحیم۔
جہنم میں ڈالنا۔ (پ۲۷ الواقعہ) اصلوها الیوم۔ آج آگ میں جاؤ۔ (پ۲۳ سورۂ یٰسین)
یصلی النار الکبریٰ وہ بڑی آگ میں جلے گا (پ۳۰ الاعلیٰ) تصلی نارًا حامیہ
وہ جائیں گے بھڑکتی آگ میں۔ (پ۳۰ الغاشیہ)

صلی کے معنی دھنسنے دھنسانے کے نہیں ہیں، مولانا احمد رضا خاں کو غالبًا اس کے معنی معلوم نہ تھے ورنہ وہ یہ ترجمہ (دھنستا ہے) نہ کرتے، بعض بریلوی اسے سہو کاتب یا لغزش قلم کہہ کر ٹال دیتے ہیں، یہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہی معنی انہوں نے ایک دوسری جگہ میں بھی کیے ہیں۔

وتصلیۃ جحیم۔ اور بھڑکتی آگ میں دھنسانا ہے[1]
مزید تفصیل کے لیے مفردات ص۲۹۵ کو بھی دیکھ لیجئے، ہاں ضد کا کوئی علاج نہیں بریلوی اسی میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔

[1] کنز الایمان ص۶۳۹

مفردات کے غلط ترجمہ کی ایک اور مثال

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہٗ جہنم۔ (پ۲ البقرہ ع۲۴)

(ترجمہ) "اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے اس کو دوزخ" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی ایسے کو دوزخ کافی ہے" (مولانا احمد رضا خاں)

عزت کا ترجمہ بڑائی اور غرور کے تو سمجھ میں آتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ غرور اور بڑائی انسان کو گناہ تک لے جاتے ہیں لیکن ضد سے گناہ کرنا اور عزت کا ترجمہ ضد سے کرنا اور فحسبہٗ میں ف کے ترجمہ کو بلا وجہ چھوڑنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا، مولانا احمد رضا خاں نے عزت کا یہ ترجمہ ضد سے کیا ہے کہ جس طرح بن پڑے پہلے ترجموں سے اختلاف کیا جائے۔

مولانا عَبْد اور عَبَدَ میں فرق نہ کر سکے

عَبْد اسم ہے (بندے اور غلام کو کہتے ہیں) اور عَبَدَ فعل (عَبَدَ کے معنی ہیں اس نے بندگی کی) قرآن کریم میں ہے :۔

جعل منھم القردۃ والخنازیر و عَبَدَ الطاغوت۔[۱]

(ترجمہ) "اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اور ان میں سے کر دیئے بندر اور سور اور شیطان کا پجاری" (مولانا احمد رضا خاں)

---

[۱] نور العرفان ص۱۸۶ [۲] پ۶ المائدہ ع۹

افسوس مولانا عَبُداور عَبِید میں فرق نہ کرسکے عَبِید کی جگہ عَبْد کا معنیٰ کر دیا۔ یہ نورالعرفان میں ہے اور خزائن العرفان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے اگر اسے عَبِید پڑھا تو اسے عَبْد کی جمع سمجھ لیا حالانکہ عبد کا لفظ جب غلام کے معنی میں ہو تو اس کی جمع عبید یا عِبِدا آتی ہے اور جب عبد بمعنی عابد ہو تو اس کی جمع عباد ہو گی ہو سکتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اسے عِبِد پڑھ رکھا ہو۔ بہر حال یہ ترجمہ شیطان کا بچاری بہت عجیب ترجمہ ہے۔

اطاعت کے معنی خوشی کرنا

اطاعت کے معنی بات ماننا اور پیروی کرنا کسے معلوم نہیں ——— نہیں معلوم تو مولانا احمد رضا خاں کو، وہ اس کے معنی خوشی کرنے کے کرتے ہیں۔

لو يطيعكم في كثير من الامر۔ (پ۲۶، الحجرات ع۱)

(ترجمہ) "اگر وہ تمہاری بات مان لیا کریں بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے"

(شیخ الہندؒ)

"بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو"

(احمد رضا خاں)

خوشی کرنا کس لفظ کا معنی ہے، کیا اس مادے نے باب افعال میں کہیں یہ معنی دیا ہے ——— کیا بریلویوں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی نہیں جو اس کا ثبوت فراہم کرے؟

والله انبتكم من الارض نباتا ثم يعيدكم فيها و يخرجكم اخراجا۔ (پ۲۹، سورۃ نوح)

(ترجمہ) "اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر [illegible] ڈالے گا تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر" (حضرت شیخ الہندؒ)

اس کے آخری جملے و یخرجکم اخراجا کا ترجمہ مولانا احمد رضا رضا خاں نے

یہ کیا ہے ــــــ "اور دوبارہ نکالے گا" یہاں کـو کی ضمیر موجود ہے مگر ترجمہ ندارد ــــ مولانا احمد رضا خاں اس کے لیے بعید کـو کی ضمیر کـو کو ہی کافی سمجھ رہے ہیں، جب قرآنِ کریم میں ضمیر کـو دوبارہ مذکور تھی تو اس کا یہ ترجمہ کرنے میں کیا نقصان تھا" اور دوبارہ نکالے گا تمہیں"

جب متنِ قرآن میں ایک لفظ موجود ہے تو ترجمہ میں اسے بلاوجہ نہ چھوڑنا چاہیئے ۔ پھر خانصاحب نے دوبارہ کا لفظ اپنی طرف سے داخل کر کے کیا ترجمۂ قرآن میں تحریف نہیں کی؟

ایک اور ترجمہ دیکھئے

قد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخریٰ کافرۃ یرونہم مثلیہم رای العین ۔ (پ۳، سورۃ آل عمران)

(ترجمہ) ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا، ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے ..... اسی میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لیے" (شیخ الہندؒ)

"بے شک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں، جو آپس میں بھڑ پڑے، ایک جتھہ اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں ..... بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے" (مولانا احمد رضا خاں)

یہ بات تو تسلیم کی جا سکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے سکھوں کو قریب کرنے کے لیے فوج کی بجائے جتھہ کا لفظ زیادہ پسند فرمایا، مقابلہ ہوا کی بجائے بھڑ پڑے کو زیادہ پسند کیا لیکن یہ کہنا کہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دونا سمجھیں، کسی طرح لائق تسلیم نہیں ــــــ سمجھیں میں سے تو یہی مفہوم نکلتا ہے کہ وہاں فرشتے نہ اُترے تھے اور مسلمان حقیقت میں ان سے دوچند نہ تھے صرف ظاہراً ان کو دوچند سمجھ رہے تھے، پھر عبرت کا لفظ اردو میں خاصا رائج تھا اسے اسی طرح اردو ترجمے میں لے آنا چاہیئے تھا، مولانا احمد رضا خاں نے اس کا کتنا بھدا ترجمہ کیا ہے بے شک اس میں عقلمندوں کے لیے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے ــــــ ضرور دیکھ کر

سیکھنا کیا ہوتا ہے؟ عجیب محاوراتی زبان ہے۔

اصلحوا کا نیا ترجمہ آپا سنبھالا

الاالذین تابوامن بعد ذلك واصلحوا فان الله غفور رحیم ٥

(پ۳، سورۃ ال عمران رکوع ۹)

(ترجمہ) "مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیے تو بیشک اللہ غفور رحیم ہے"

(حضرت شیخ الہندؒ)

"مگر جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور آپا سنبھالا تو ضرور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (مولانا احمد رضا خاں)

اصلحوا کا ترجمہ "آپا سنبھالا" بریلویوں کے ہاں مجددانہ ترجمہ کہلاتا ہے۔

ترجمہ لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ

ابلیس نے رب العزت کے حضور کہا تھا۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَھُمْ فِی الْاَرْضِ۔ (پ۱۴ الحجر ع۳)

(ترجمہ) "اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھودیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اے میرے رب قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا" (مولانا احمد رضا خاں)

زینت دکھلانا کا معنی بہار دکھلانا تو بے شک سمجھ میں آجاتا ہے، اغوا کا معنی راہ سے کھودینا بھی سمجھ میں آرہا ہے لیکن مولانا احمد رضا خاں کا غوایت کا معنی ضلالت کا کرنا اور زینت دکھلانے کا معنی بھلاوے دینا عجیب ترجمہ ہے۔ زینت کا معنی بھلانا اصل لفظ کو بگھہ بھلانا ہے

اُمّہات المؤمنین کی شان میں بے ادبی

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیویوں (ام المؤمنین حضرت حفصہؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ) کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا تھا:۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما۔ (پ۲۸، سورۃ التحریم، رکوع ۱)

اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

یہاں ترجمے میں یہ مذکور نہیں کہ دل کس طرف جھکے ہیں، صرف ان کا جھکنا مذکور ہے دل جب کسی طرف جھکے ہیں تو کسی طرف سے ہٹے بھی ہوں گے، یہ ہٹنا بھی اس آیت میں مذکور نہیں کہ کدھر سے ہٹے ہیں، یہ بڑا جامع ترجمہ ہے، اگر کوئی شخص اس سے یہ سمجھے کہ تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہیں خدا کے آگے جھک گئے سو تم توبہ بجالاؤ تمہاری توبہ یقیناً قبول ہوگی تمہارے دل جھکے ہوئے ہیں، اس معنی کی بھی اس ترجمہ میں گنجائش ہے اور اگر کوئی شخص وہ معنی لے جو بعض تفسیروں میں منقول ہیں کہ تم جلد توبہ کرو تمہارے دل اعتدال سے ہٹ گئے دوسری طرف جھک گئے ہیں، تو ان معنی کا بھی انکار نہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ ترجمہ قرآن میں یہ دوسرے معنی نہ ہونے چاہئیں تاکہ پہلے معنی کا انکار لازم نہ آئے، یہ ازواج مطہرات کی عزت کا معاملہ ہے، تفسیر میں بات ہوگی تو تاویل ساتھ ہو سکے گی لیکن متن قرآن کی طرف وہ بات منسوب کرنا جو قرآن میں صریح نہیں اور وہ بھی ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے ہرگز مناسب نہیں بے ادبی ہے۔

افسوس کہ یہ جرأت مولانا احمد رضا خاں کو نصیب ہوئی، اب دونوں ترجموں کو ملاحظہ کیجئے:۔

"اگر تم توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے"۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

"نبی کی دونو بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے ہٹ گئے ہیں"۔ (مولانا احمد رضا خاں)

عتل کا ترجمہ جس کی اصل میں خطا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مشرکین آئے اور گذارش کی کہ آپ ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں ہم بھی آپ کے خدا کی تعظیم کیا کریں گے ——— اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہدایت فرمائی کہ آپ ان جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی بات نہ مانیں جو طعنے دیتے پھرتے ہیں، چغلیاں کھاتے ہیں، خیر کے کاموں سے روکتے ہیں اور بڑے غلط کار ہیں ——— ان میں ولید بن مغیرہ بھی تھا جو بڑا بدکار اور بدنام تھا، قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا :-

عتل بعد ذلک زنیم ۔ (پ ۲۹ سورہ ن، رکوع ۱)

(ترجمہ) " اجڈ ان سب کے پیچھے بدنام " (حضرت شیخ الہندؒ)

" درشت خو اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا " (مولانا احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اس کا اپنا گناہ نہیں اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آ کر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے اس کا معنی حرامی یا حرامزادہ ہرگز نہیں، مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنی نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؛ لسان العرب میں اس کے یہ معنی دیئے گئے ہیں الملصق بالقوم ولیس منھم (جو شخص کسی قوم میں آ ملے لیکن حقیقت میں ان میں سے نہ ہو) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے :-

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃً کما زید فی عرض الادیم الاکارع

(ترجمہ) زنیم وہ شخص ہے جسے لوگ زائد کہتے ہوں جیسے کھال میں ٹانگیں زائد معلوم ہوتی ہیں۔

امام بخاریؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش میں ایک شخص کا

کان اس طرح کٹا ہُوا تھا جیسے بکری کا کان کٹا ہُوا ہو اس کان کٹے کو زنمۃ کہتے تھے۔ اونٹ کے کان کا بھی کچھ حصہ کاٹ دیں تو اسے زنمۃ الابل کہا جاتا ہے۔ سو زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عیب سے بدنام ہو۔

رجل من قریش لہ زنمۃ مثل زنمۃ الشاۃ۔[1]

لغت کا مشہور امام ابن درید لکھتا ہے :۔

والزنیم الذی لہ زنمۃ من الشر یعرف بھا۔[2]

زنیم سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی شرارتوں کی وجہ سے لوگوں میں معروف ہوگیا ہو۔

علامہ المبرد لکھتے ہیں ، ھو الدعی الملزق۔[3]

وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، خاندان اور نسب بدل لینے والا بھی بے شک زنیم ہے لیکن اسے حرامی نہیں کہا جا سکتا نہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے ــــــ مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندا معنی کیا ہے۔

علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے سوان اخلاق کا آدمی ایک شریف انسان کیسے سمجھا جا سکتا ہے ؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے ــــــ ہم نے بارہا کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا ، نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "جس کی اصل میں خطا ہو" سو ہمیں جرأیا کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہد انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد ہی تھے نا ، اول مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں ــــــ کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صـ ۔ [2] کتاب الاشتقاق صـ ۱۶۹ [3] الکامل جلد ۲ صـ ۱۲۳

وظنوا انہم قد کذبوا کا ترجمہ

قرآنِ کریم میں منکروں کو اس طرف متوجہ کیا گیا کہ تاخیرِ عذاب سے دھوکہ نہ کھائیں، پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئی تھیں حتیٰ کہ امم سابقہ میں ایسے اوقات بھی آئے کہ پیغمبران کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبروں کو گمان ہونے لگا کہ جو ایمان لائے ہوئے تھے وہ بھی ساتھ نہیں دے رہے۔ ان کی پیغمبروں کا ساتھ دینے کی باتیں سب جھوٹ ہیں، پیغمبر سوچنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔

پیغمبروں کا اپنے ماننے والوں کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ شاید وہ بھی دل سے ساتھ نہیں، محض اس اندیشہ کی وجہ سے تھا جس سے وہ پیغمبر گذر رہے تھے۔ ایمان لانے والوں کے بارے میں یہ وسوسہ کسی درجے میں ایمان یا عصمت کے منافی نہیں۔ پیغمبروں کو بعض اُمتیوں کے بارے میں خلافِ واقع گمان ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اس حالت پر بھی پیغمبروں کو رہنے نہیں دیتے، فوراً نصرتِ خداوندی اترتی ہے اور ایمان لانے والوں کو تائید ملتی ہے اور مجرم سزا پاتے ہیں :-

حتیٰ اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاء نصرنا فنجی من نشاء ولا یرد باسنا عن القوم المجرمین ۰ (پ۱۳ سورۃ یوسف)

(ترجمہ) "یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا گیا جس کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے" (حضرت شیخ الہندؒ)

"یہاں تک کہ جب رسولوں کو ظاہری اسباب کی امید نہ رہی اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا تو جسے ہم نے چاہا بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے پھرا نہیں جاتا" (مولانا احمد رضا خاں)

پیغبروں کی مایوسی خدا سے یا خدا کے پیدا کردہ اسباب سے نہ تھی منکروں کے ایمان لانے سے تھی اور ان کا گمان بھی خدا کے بارے میں یا اس کے پیدا کردہ اسباب کے بارے میں نہ تھا مولانا احمد رضا خاں کو یہی بات سمجھ میں نہ آئی اور ظنوا کا فاعل انہوں نے لوگوں کو بنا دیا اور ترجمہ میں تحریف کی بہت بری مثال قائم کی۔

مولانا احمد رضا خاں نے ترجمہ قرآن کو اس بے دردی سے بگاڑا ہے کہ بے اختیار زبان سے نکلا :۔ "انگریزوں سے گرانٹ لینا چھوڑ دو"

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ (پ۳ البقرہ ع ۳۸)

(ترجمہ) "پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے"

(حضرت شیخ الہندؒ) اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے :۔

"پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا"

فاذنوا کا معنی یقین کر لو یہ کہاں سے آگیا، مولانا احمد رضا خاں اذن اور اذعان میں فرق نہیں کر سکے۔

ایک اور نیا ترجمہ ملاحظہ کیجئے

حضور نے صحابہ کو تعلیم دی اور ان کا تزکیہ کیا

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّیین میں مبعوث فرمایا "ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً" تو ساتھ ہی یہ بتایا کہ آپ صرف انہی کی طرف نہیں کچھ اور لوگوں کی طرف بھی مبعوث ہیں جو ابھی انہیں نہیں ملے ۔

وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم۔ (پ۲۸ سورۃ الجمعہ)

(ترجمہ) "اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا" (حضرت شیخ الہندؒ)

"اوران میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔" (مولانا احمد رضا خاں)

حضرت شیخ الہند کے ترجمہ میں واٰخرین منھم کا عطف امیین پر ہے اور یہ مجرور ہے فی حرف جار سے جو امیین سے پہلے ہے، مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں یہ معطوف ہے یعلمھم اور یزکیھم کی ضمیر مفعول پر یہ اس صورت میں منصوب ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان امیین کا تعلیم وتزکیہ بھی فرماتے ہیں جو آپ کے صحابہ ہیں اور آپ کے عہد میں رہیں اور ان آئندہ آنے والوں کا بھی تعلیم وتزکیہ کرتے ہیں جو ابھی ان اگلوں سے نہیں ملے قیامت تک جو لوگ آتے رہیں گے، سب کی تعلیم اور تزکیہ حضورؐ ہی فرمائیں گے (کس طرح؟ یہ صورت مولانا احمد رضا خاں کو ہی معلوم ہوگی) اگر سب بنی نوع انسان حضورؐ ہی کے شاگرد ہیں اور حضورؐ سے ہی براہ راست تعلیم وتزکیہ پا رہے ہیں تو پھر صحابہ کرامؓ کی خصوصیت کیا رہی جو حضورؐ کے شاگرد اور باقی سب کے استاد سمجھے جاتے ہیں۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی کی ہمت لائق تحسین ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے اس خیال کی کھلی تردید کر دی اور فرمایا۔

"کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ فیضیافتہ صحبت نہیں۔"[1]

شیخ الہندؒ کے ترجمے کا حاصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تعلیم وتزکیہ صرف صحابہ کا ہے، اگلے آنے والے

---

[1] نور العرفان ص ۸۸۴

تعلیم وتزکیہ کی یہ دولت صحابہ کرامؓ سے پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین اُمت بنایا ہے جو آئندہ آنے والوں پر اللہ کے دین کی شہادت ہوں گے اور ان پر شہادت اللہ کے یہ رسول ہوں گے جو ان کا تعلیم وتزکیہ کر رہے ہیں۔ دیکھئے پ۲ لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ علم دین متوارث ہے جو اگلوں سے پچھلوں کو ملتا ہے۔

ہاں حضورؐ کی بعثت اور تشریف آوری سب کے لیے ہے آپؐ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رسول ہیں، سب بنی آدم کی طرف مبعوث اور عالم پر خدا کی آخری حجت ہیں، سورۂ جمعہ کی ان آیات میں وَاٰخرین کا عطف الامیین پر ہے، اور اٰخرین کے بعد جو منھم ہے وہ صفت ہے اٰخرین کی اور لما یلحقوا بھم بھی اسی کی صفت ہے یعنی ان دوسروں کے لیے بھی مبعوث فرمایا۔

مفسرین نے حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمے کو ترجیح دی ہے اور مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کو صرف جواز کی حد تک ذکر کیا ہے، تفسیر کشاف میں ہے ـــــ واٰخرین ـــــ

مجرور عطف علی الامیین ـــــ ویجوز ان ینتصب عطفاً علی المنصوب فی ویعلمھم[۱]

واٰخرین مجرور عطفاً علی الامیین ای بعثہ فی الامیین الذین فی عہدہ وبعثہ فی اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم الی الان ـــــ او منصوب علی الضمیر المنصوب فی یعلمھم ای ویعلمھم اٰخرین[۲]

واٰخرین ـــــ ھو عطف علی الامیین ـــــ وجوز ان یکون عطفاً علی المنصوب فی ویعلمھم ـــــ واستظھر الاول والمذکور فی الاٰیۃ قومہ صلی اللہ علیہ وسلم وجنس الذین بعث فیھم واما المبعوث الیھم فلم یتعرض لہ فیھا نفیاً او اثباتاً وقد تعرض لاثباتہ فی اٰیات اُخر[۳]

---

[۱] تفسیر کشاف جلد ۴ ص ۵۳۰ [۲] تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۱۱۹ [۳] روح المعانی پ ۲۸ ص ۹۲

ترجمہ قرآن میں اپنی قیدیں لگانا

جس شخص نے حج اور عمرہ دونوں ادا کیے قران کی صورت میں یا تمتع کی صورت میں اس کے ذمہ قربانی ہے، دم قران یا دم تمتع —— اور اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ قربانی نہ دے سکے تو اس کے ذمہ دس روزے ہیں — تین ایام حج میں اور سات جب وہ حج سے فارغ ہو جائے وہ واپس لوٹے جہاں چاہے یہ روزے رکھے، سفر میں رکھے کسی اور شہر جانا ہو وہاں رکھ لے یا اپنے گھر جا کر رکھے، ہر طرح سے گنجائش ہے ضروری نہیں کہ گھر جا کر ہی رکھے — قرآن کریم میں ہے :-

فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج وسبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة۔ (پ۲ البقرہ، ع ۲۴)

(ترجمہ) "پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب تم لوٹو، یہ دس روزے ہوئے پورے"۔ (شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ ملاحظہ ہو :-

"پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ، یہ پورے دس ہوئے"۔

اپنے گھر پہنچنے کی یہ قید کہاں سے آگئی، کیا وہ واپس لوٹتے رستے میں یہ روزے نہیں رکھ سکتا۔ گھر نہ بھی لوٹے حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ میں رہ رہا ہے تو کیا وہاں یہ روزے نہ رکھ سکے گا؟ حنفی فقہ یہ ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد وہ جہاں بھی چاہے یہ روزے رکھ سکتا ہے۔ دیکھا کنز الایمان کے غلط ترجمے نے کس طرح آپ کو حنفی مذہب سے خارج کر دیا۔

الہدایہ میں ہے:۔

وان صامها بمكة بعد فراغه من الحج جاز۔۔۔ وقال الشافعي لا يجوز لانه معلق بالرجوع۔۔۔ ولنا ان معناه رجعتم عن الحج لما فرغتم [1]

(ترجمہ) "اگر اس نے حج سے فارغ ہو کر یہ روزے مکہ میں رکھے تو یہ جائز ہے۔۔۔۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اسے واپس پلٹنے سے معلق کیا گیا ہے۔۔۔ ہم احناف کے ہاں حج سے لوٹنے کا معنیٰ حج سے فارغ ہو لئے کے ہیں"

اس سے واضح ہے کنز الایمان میں حنفی مذہب کی مخالفت اور امام شافعیؒ کی پیروی کی گئی ہے یہ بات آپ سوچیں کہ مولانا احمد رضا خان حنفی مذہب کے مخالف کیوں ہیں؟

اگر کسی شخص نے بیوی کو ملنے سے پہلے طلاق دے دی اور نکاح میں کوئی مہر بھی مقرر نہ ہوا تھا تو طلاق دینے والے پر کچھ مہر لازم نہیں آتا وہ اسے محض جوڑا (کپڑے) دے کر فارغ کر سکتا ہے، اور اگر بیوی کو ملنے سے پہلے طلاق دی مگر نکاح میں مہر طے ہو چکا تھا تو نصف مہر دینا لازم ہوگا، یہ بات علیحدہ ہے کہ عورت خود اسے معاف کر دے، قرآن کریم میں پہلی صورت یوں ذکر فرمائی:۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔ (پ۲، سورۃ البقرہ، رکوع ۳)

(ترجمہ) "کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور نہ مقرر کیا ہو ان کے لیے کچھ مہر" (حضرت شیخ الہندؒ)

اور دوسری صورت یوں ذکر فرمائی:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ۔

---

[1] ھدایہ جلد ۱ ص۲۵۹

(ترجمہ) "اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لیے
مہر تو لازم ہوا آدھا اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے۔" (شیخ الہندؒ)

اب مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"تم پر کچھ مطالبہ نہیں تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو
یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو۔"

ترجمہ یوں چاہیے تھا "یا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو ـــــ لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ کے بعد اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ
پر بھی عمل کر رہا ہے۔ کاش کہ خانصاحب "جلالین" ہی دیکھ لیتے ـــــ مہر مقرر ہونے
کی صورت اگلی آیت میں مذکور تھی جس کا ترجمہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔[1]

پھر جناح کا ترجمہ "مطالبہ" سے کرنا اور ستم ظریفی ہے، قرآن کریم نے اس صورت میں
بھی کچھ نہ کچھ دینا مرد کے ذمہ لگایا ہے، اب یہ کہنا کہ کچھ مطالبہ نہیں، کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

ومتعوهن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره متاعاً بالمعروف
حقاً على المحسنين۔

(ترجمہ) "اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے
لائق، جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہے یہ واجب ہے بھلائی کرنے والوں پر۔"

بتائیے! اس طلاق دینے والے سے کچھ مطالبہ ہوا یا نہ؟ پھر یہ ترجمہ کرنا کہ "تم پر کچھ مطالبہ
نہیں" کیا اپنے آپ سے ہی تصادم نہیں؟ کاش مولانا احمد رضا خاں کو معلوم ہوتا کہ
جناح کے معنی گناہ کے ہیں مطالبہ کے نہیں ـــــ مولانا خود (لاجناح علیکم فیما
عرضتم بہ (البقرہ ع ۳۰) میں جناح کا معنی گناہ کر چکے ہیں مگر یہاں وہ اسے بھول گئے۔

ان طلقتموھن میں اِنْ شرطیہ ہے اور معنی یہ ہیں "اگر تم ان عورتوں کو طلاق دو" یہ طلاق
دینے کا کوئی حکم نہیں دیا جا رہا کہ اس صورت میں طلاق دینا ضروری ہو ـــــ مولانا احمد رضا خاں

[1] ہمیں خوشی ہے کہ ہماری اس نشاندہی پر بریلوی ناشرین نے اب لفظ "نہ"، کنزالایمان میں لکھ دیا ہے۔

نے لفظ اگر کو چھوڑ کر "تم عورتوں کو طلاق دو" کے الفاظ میں ترجمہ کر کے اسے ایک حکم بنا دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی قدرت دیکھنے کا شوق ظاہر کیا کہ وہ کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ چار سدھائے ہوئے پرندے ذبح کر کے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو اور پھر ان کو آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۔ (پ۳ سورۃ البقرہ)

(ترجمہ) "پھر ان کو بُلا چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے" (شیخ الہندؒ)

سعیا کا معنی جلدی کرنے کا ہے، مولانا احمد رضا خاں جلالین ہی دیکھ لیتے تو انہیں اس کے معنی سریعًا مل جاتے، سو دوڑنے سے مراد پرندوں کا جلدی کرنا ہے، پاؤں سے دوڑنے کی قید مولانا احمد رضا خاں نے اپنی طرف سے لگا دی ہے انسان پاؤں سے دوڑتے ہیں، پرندے پروں سے، مولانا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے :-

"پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے" (مولانا احمد رضا خاں)

پرندے اُڑ کر جس جلدی سے آ سکتے ہیں پاؤں سے چل کر نہیں، کیا وہ پرندے پہلے بھی ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر پاؤں سے ہی چل کر جاتے ہوں گے یا اُڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے ـــــ اب دوبارہ زندہ ہو کر کیا انہیں پہلی عادت بھول گئی کہ اب وہ اُڑ نہیں سکتے، پاؤں سے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آ رہے ہیں۔ معلوم نہیں مولانا احمد رضا خاں نے یہ پاؤں سے دوڑنے کی قید کہاں سے لے لی، اور معلوم نہیں کنز الایمان کے اس غلط ترجمے سے خانصاحب کو کیا ملا؟

مسلمان شکاری کتے یا پرندے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر شکار پر چھوڑے اور وہ کتا یا پرندہ شکار کو قابو کرے اور مالک کے پاس لے آئے وہ مالک اسے ذبح کرے تو وہ شکار حلال ہو جاتا ہے ـــ شکاری کتے یا پرندے نے شکار کو زخم لگا دیا اور وہ مر گیا تو بھی وہ جانور حلال ہو گیا بشرطیکہ اس کتے یا پرندے نے اسے مالک کے لیے روکا

ہؤا ہو ـــــ شکار کو مار کر قابو میں رکھنا ضروری نہیں، شکاری جانور اسے زندہ بھی مالک کے پاس لا سکتا ہے، قرآن کریم نے صرف یہ شرط لگائی ہے کہ شکاری کتے نے اسے تمہارے لیے اپنے قابو میں کیا ہؤا ہو۔ شیخ الہندؒ اور مولانا احمد رضا کے ترجمے بالترتیب دیکھئے :-

فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ ۔ (پ المائدہ ع ۱)

(ترجمہ) "سو کھاؤ اس میں سے جو وہ پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو اس پر"

"تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو"

"اور اس پر اللہ کا نام لو" اس پر عمل شکاری جانور کو چھوڑتے ہوئے کر لیا گیا تھا، یہاں اسے شکاری جانور کے امساک کے بعد ذکر کیا گیا ہے، حنفیہ کے ہاں گو واؤ ترتیب کے لیے نہیں لیکن یہ بھی نہیں کہ اس میں کوئی مصلحت نہ ہو، شکاری جانور اگر شکار کو زندہ پکڑ لائے تو اب ذبح کرتے وقت اس پر نئے سرے سے اللہ کا نام لینا ضروری ہوگا یہ نہیں کہ اسے اس پہلی تکبیر کے تحت ہی ذبح کر لے جو شکاری جانور چھوڑتے وقت پڑھی گئی تھی، سو اسس امساک میں دونوں صورتیں لپٹی ہوئی چاہئیں زندہ لے آئے یا مار کر۔

مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ (تو کھاؤ اس میں سے جو وہ مار کر تمہارے لیے رہنے دیں) ایک صورت کو بالکل ہی نکال دیتا ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس دوسری صورت کو بھی اسکے تحت ذکر کیا ہے ـــــ یہ مار کر کا لفظ خانصاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے امساک کو صرف قتل کرنے میں منحصر نہ کرنا چاہیئے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں :-

ان قتل واکل فلا تاکل وان امسك فادرکته حیا فذکه ۔ (ابن جریر جلد ۶ ص ۹۴)

(ترجمہ) "شکاری جانور نے اگر شکار کو مار ڈالا اور خود کچھ کھا لیا تو تم اس شکار کو نہ کھاؤ اور اگر اس نے اس شکار کو قابو میں رکھا اور تم نے اسے زندہ پا لیا تو اُسے خدا کے نام پر ذبح کر دو"

اس مرے جانور پر اللہ کا نام لینے کی کیا ضرورت لاحق ہوئی اور یہ مار کر کا لفظ خانصاحب نے کہاں سے نکال لیا ہے؟

۱۰/۲

● اللہ رب العزت نے امام الانبیا حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وکذب بہ قومك وھوالحق قل لست علیکم بوکیل۔ (پ۷ الانعام ع۱۴)

(ترجمہ) "اور اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے، تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر داروغہ"

قرآن کریم کو یا عذاب کے آنے کو وہ جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حق ہے۔ عذاب مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ وہ حق ہے آکر رہے گا، مولانا احمد رضا خان نے اپنے غلط ترجمہ میں اُن کے اس جھٹلانے کو ہی حق کہہ دیا، کنز الایمان میں دیکھئے:۔

"اور اسے جھٹلایا تمہاری قوم نے اور یہی حق ہے تم فرماؤ میں تم پر کچھ کڑوڑا نہیں"

یہی سے مراد اس تکذیب کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے ——— کیا یہی کنز الایمان ہے جسے بریلوی ایمان کا خزانہ کہتے ہیں۔

مشہور دیوبندی عالم سحبان الہند مولانا سعید احمد کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"اور آپ کی قوم اس عذاب کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر کوئی مختارِ کار نہیں ہوں"

● حق قبول نہ کرنے والے اگر دُنیا میں کچھ اچھے کام بھی کریں تو آخرت میں ان کے لیے ان پر کوئی جزا مرتب نہ ہو گی ان کے وہ اعمال دُنیا میں ہی لوٹا دیئے جاتے ہیں

من کان یرید الحیٰوۃ و زینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم لا یبخسون۔ (پ۱۲، سورۃ ھود، رکوع ۱)

(ترجمہ) "جو کوئی چاہے دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت، بھگتا دیں گے ہم ان کو انکے عمل دنیا میں اور ان کو اس میں کچھ نقصان نہیں جو دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو ہم اس میں ان کا پورا پھل دیں گے اور اس میں کمی نہ دیں گے"

لا یبخسون فعل مضارع مجہول کا ترجمہ جو جملہ اسمیہ کی جزو خبر کے طور پر واقع ہوا ہے اگر جملہ فعلیہ میں کرنا تھا تو اسے مجہول ہی رکھنا چاہیئے تھا، اس کا ترجمہ معروف میں کرنا کہ

"ہم اس میں کمی نہ دیں گے" مولانا احمد رضا خاں کے فن ترجمہ کی عجیب خبر دے رہا ہے۔
سحبان الہند مولانا سعید احمد کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ سے کتنا بہتر ہے:۔
"تو ہم ان کے اعمال کی جزا ان کو دنیا ہی میں پوری کر دیتے ہیں اور دنیا میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی"۔

اہل کتاب نے برا سودا کیا تھا کہ محض ضد پالنے اور حسد کو بروئے کار لانے کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا ورنہ وہ حضورؐ کو پہلے سے پہچانتے تھے کہ یہ نبی آخرالزماں ہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ بہت ہی بُرا سودا کیا ہے اور بہت سستے داموں انہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں، حسد کو پالا اور جانیں جہنم کے سپرد کیں۔

بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا بما انزل اللہ بغیًا۔

(ترجمہ) "بُری چیز وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز سے جو اتاری اللہ نے" (شیخ الہندؒ)

"کس بُرے مولوں انہوں نے اپنی جانوں کو خریدا کہ اللہ کے اتارے حکم سے منکر ہوں" (مولانا احمد رضا خاں)

کچھ غور کیجئے انہوں نے اس برے مولوں اپنی جانوں کو خریدا تھا یا بیچا تھا؟ جب وہ اپنی جانیں جہنم کے سپرد کر رہے تھے تو جانیں بیچ رہے تھے نہ کہ خرید رہے تھے۔

اشتروا کا لفظ بیچنے اور خریدنے میں مشترک تھا، خانصاحب کو پتہ نہ چلا کہ یہاں بیچنے کے معنی میں ہے خریدنے کے معنی میں نہیں، کنزالایمان کا غلط ترجمہ اس کم علمی کی وجہ سے ہے۔ کس برے مولوں خریدا میں "کس" حرف استفہام معلوم نہیں خانصاحب کہاں سے لے آئے۔

٭ کسی میت کے وصی اور وارث آپس میں اختلاف کریں وصی کچھ کہیں اور وارث کچھ ــــــ اور قرائن و آثار سے اوصیاء کی قسم کا جھوٹا ہونا معلوم ہوا اور ان کے پاس شرعی شہادت بھی نہ ہو

---

[1] پ ۱، سورۃ البقرہ، رکوع ۱۱

تومیت کے وارثوں کو قسم دی جائے کہ انہیں اوصیاء کے دعوے کی واقفیت کا کچھ علم نہیں)
اور یہ کہ ان کی گواہی اوصیار کی گواہی سے زیادہ لائق اعتماد ہے، قرآن کریم میں ہے:۔

ذٰلک ادنیٰ ان یأتوا بالشہادۃ علیٰ وجہہا[1]

(ترجمہ) "اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر" ——— شیخ الہندؒ

"یہ قریب تر ہے اس سے کہ گواہی جیسی چاہیے ادا کریں" ——— احمد رضاخان

گواہی جس طرح کی درکار ہو اسے اس طرح پیش کرنا امانت اور دیانت کے کہاں تک قریب ہے یہ آپ فیصلہ کریں ——— علیٰ وجہہا شہادت کی صفت ہے "اور جیسے کہ چاہیئے" یہ گواہ کا فعل ہے، کنزالایمان میں دونوں کو کس طرح گڈمڈ کر دیا ہے۔

ترجمہ قرآن کو ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر سے ہٹا کر گواہی جیسے چاہیے ادا کریں پر لے آنا گواہی کو اپنے ڈھب پر لانے کی ایک عجیب ترکیب ہے۔

❋ اللہ تعالےٰ نے بنو اسرائیل کے اس سلوک کا ذکر کیا جو وہ انبیاء سابقین سے کرتے رہے ظاہر ہے کہ وہ سب وقائع عہد گذشتہ کے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بنو اسرائیل میں کوئی پیغمبر نہیں آیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہودیوں نے شہید کیا ہو۔ قرآن کریم میں ہے :۔

افکلما جاءکم رسول بما لا تھویٰ انفسکم استکبرتم ففریقًا کذبتم وفریقًا تقتلون[2]

(ترجمہ) "تو کیا جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تم، ان میں ایک گروہ کو جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو تم" ——— احمد رضاخاں

استکبرتم ماضی کا صیغہ ہے اس کا ترجمہ تکبر کرتے ہو تم، اور کذبتم کا ترجمہ جھٹلاتے ہو تم

---

[1] پ، المائدہ، رکوع ۱۴ [2] پ، البقرہ، رکوع ۱۱

خانصاحب کے علم صرف اور علم تفسیر کی منہ بولتی تصویر ہے، یہودی یہ سلوک اپنے انبیاء سے ماضی میں کر چکے تھے یہ انہی وقائع کا تذکرہ ہے۔

تقتلون اگرچہ مضارع مگر یہ بھی ماضی کے معنی میں ہے کہ یہ سب واقعات پہلے ہو چکے تھے ——— دیکھئے جلالین

آیت کا صحیح ترجمہ وہ ہے جو حضرت شیخ الہندؒ نے کیا ہے:۔

"پھر بھلا، کیا جب پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے، پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا"

کسی ایک مفسر نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہودی یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کرتے رہے اور انہوں نے قتل انبیاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہی کیا تھا سب مترجمین یہاں ماضی کے صیغوں کو ماضی میں ہی ترجمہ کرتے رہے ہیں، مگر خانصاحب ہیں کہ ترجمہ کرنا نہیں آتا مگر ترجمہ کرتے چلے جا رہے ہیں اور ماضی مضارع میں کچھ فرق نہیں سمجھتے۔

اور مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی کے تو اتنے ہوش اڑے ہوئے ہیں کہ اپنے مذکورہ مضمون میں ولئن اتبعت کی آیت تو دی جو پہلے سورۂ بقرہ کے رکوع ۱۷ میں ہے اور آگے ترجمہ تمام مترجمین سے مع مولانا احمد رضا خاں کے اس آیت کا دے رہے ہیں جو اسی سورت میں رکوع ۱۴ کی نویں آیت ہے، اور دونوں میں فرق نہیں کر سکے۔

پھر یہ بھی لکھتے ہیں:۔

"اعلحضرت نے اس کی تحقیق فرمائی اور تفسیر خازن کی روشنی میں انہوں نے ترجمہ فرمایا کہ مخاطب ہر سامع ہے نہ کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم، اور اسی طرح کتب معانی و بیان میں بھی اس بات کی تصریح ہے"

تفسیر کی بات ترجمے میں ڈالنا کہاں تک درست ہے اس پر بھی غور کریں اور پھر اس کو ترجمہ کہنے کی جسارت پر بھی نظر رکھیں لیکن اس بات کو کتب معانی و بیان میں ضرور تلاش کریں جہاں تصریح

کی گئی ہو کہ اس طرح کی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب نہیں ہیں۔

ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك و لتکونن من الخاسرین [۱]

(ترجمہ) اور بے شک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف کہ اسے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت ہو جائے گا۔ (احمد رضا خان)

اللہ تعالیٰ نے اتنی سخت تہدید کیا یہ کہہ کر ہی کرتی تھی کہ بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تمہارے اگلوں کی طرف؟ کیا اس کی بجائے یہ بہتر نہیں کہ مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مان لیا جائے اور اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ حضورؐ نے قطعاً شرک نہیں کیا یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس سے آپ پر کوئی زد نہیں آتی۔

علامہ تفتازانی تعریض کی بحث میں صاف لکھ آئے ہیں کہ لفظاً حضور ہی یہاں مخاطب ہیں

التعریض بان ینسب الفعل إلی احد او المراد غیرہ نحو قولہ تعالیٰ ولقد اوحی الیك والی الذین قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك فالمخاطب ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم و عدم اشراکہ مقطوع بہ لکن جیٔ بلفظ الماضی ابرازاً للاشراك الغیر الحاصل فی معرض الحاصل علی سبیل الفرض و التقدیر تعریضاً بمن صدر عنھم الاشراك بانہ قد حبطت اعمالھم [۲]

کیا رضا المصطفیٰ صاحب اب بھی یہی کہیں گے کہ حضورؐ اس آیت میں مخاطب نہیں اور یہ کہ اسی طرح کتب معانی و بیان میں تصریح کی گئی ہے

آیت یمکرون و یمکر اللہ واللہ خیر الماکرین [۳] میں بھی اعظمی صاحب یہی چال چلے ہیں پہلے آیت کا ایک ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

---

[۱] پ ۲۴، الزمر، ع ۷، [۲] مختصر المعانی ص ۱۴۸ بحث اصل ان واذا من حروف الشرط
[۳] پ ۹، الانفال، رکوع ۱۴

(ترجمہ) "اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے"۔ حضرت تھانوی

کافروں کی تدبیریں کافرانہ تھیں اور اللہ رب العزت کی حاکمانہ اور حکیمانہ ــــ تاہم یہ ضرور ہے کہ مولانا تھانوی نے عربی لفظ مکر کے معنی اس موقع پر تدبیر کے کیے ہیں مگر دیکھئے مولانا رضا المصطفیٰ اسے خانصاحب کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیتے ہیں کہ مکر کا معنی سب سے پہلے انہوں نے تدبیر سے کیا ہے، مولانا رضا المصطفیٰ لکھتے ہیں :۔

"مترجمین نے ہنسی، مذاق، ٹھٹھا، مکر، فریب، علم سے بے خبری، بدسگالی کو اس کی (اللہ کی) صفت ٹھہرایا ہے ...... مکر کا ترجمہ اعلحضرت نے تفاسیر کی روشنی میں کیا ہے خفیہ تدبیر"

ناظرینِ کرام! آج تک کسی مترجم نے اور کسی مفسر نے ان امور کو خدا کی صفت نہیں کہا، مولوی صاحب نے ان پر یہ ایک بڑا افترا باندھا ہے، صفت کا لفظ بہت اونچا ہے اور پھر صفت خداوندی کی تو بڑی شان ہے، کون ہے جو ان امور کو خدا کی صفت کہہ سکے؟ ہاں مولانا احمد رضا خاں نے استہزاء ٹھٹھا کو اللہ رب العزت کی طرف ضرور منسوب کیا ہے ــــ کنز الایمان میں دیکھئے :۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔ (پ۱ سورۃ البقرہ رکوع ۲)

(ترجمہ) "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے"

کچھ انصاف کیجئے! کیا مولانا احمد رضا خاں نے استہزاء کی نسبت اللہ کی طرف نہ کی، کیا استہزاء کے معنی لغت میں ہنسی، مذاق اور ٹھٹھا کے نہیں؟ پھر کیا مولانا احمد رضا خاں نے ہنسی مذاق اور ٹھٹھا کرنے کو خدا کی طرف نسبت نہ کیا؟ خانصاحب اگر مکر کا بھی ترجمہ مکر کرکے پھر بریکٹ میں لکھ دیتے "جیسا اس کی شان کے لائق ہے" جیسا کہ انہوں نے یہاں کیا ہے تو کیا فرق پڑ جاتا ــــ جب وہ استہزاء کا لفظ خدا کے لیے گوارا کر لیتے ہیں تو مکر کا لفظ ان کے لیے کس پہلو سے ناگوار ہو گیا، آخر کوئی تو وجہ وجیہ چاہیئے جو ان دونوں میں فرق کر سکے

ایک بریلوی نے ہمیں یہ جواب دیا کہ استہزاء کا لفظ تو قرآن کریم میں ہے اس لیے اسے تو گوارا کرنا تھا اس پر ایک دوسرے صاحب کہنے لگے کہ مکر اللہ کے الفاظ بھی تو قرآن کریم میں ہیں ان سے یہ دعینگا مشتی کیوں؟ ایک جگہ ایک تعبیر سے پرہیز کرنا اور دوسری جگہ خود ہی اسے اختیار کرنا کیا اپنے آپ سے ہی تصادم نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے جب یہ لکھا کہ "اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے" ہم اس سے یہ سمجھے کہ خانصاحب اسے اللہ کا ایک فعل کہہ رہے ہیں صفت نہیں مگر مولانا رضاء المصطفیٰ اعظمی کی مذکورہ تحریر سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ سب حضرات استہزاء کو خدا کی صفت ٹھہراتے ہیں — استغفر اللہ العظیم البتہ یہ ممکن ہے کہ رضاء المصطفیٰ صاحب کو صفت اور فعل میں فرق ہی معلوم نہ ہو وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ رحمت اللہ کی صفت ہے اور غضب اس کا فعل — اللہ انہیں اس بہتان باندھنے پر اپنے غضب سے بچائے۔ اعاذنا اللہ من غضبہ وافاض علینا من رحمتہ الشاملہ ونعمہ السابغہ۔

یہ کس کو معلوم نہیں کہ جب شیاطین لوگوں کو جادو سکھاتے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ تھا، قرآن کریم میں ہے:۔

ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر (پ البقرہ ع ۱۲)

(ترجمہ) "لیکن شیطانوں نے کفر کیا سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو" — شیخ الہندؒ

یعلمون یہاں ماضی کے معنی میں ہے کفروا ماضی کے بعد اسے ذکر کیا گیا ہے اور یہی معنی جمہور نے کہا ہے کہ یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ہے مگر خانصاحب کی ہمت لائق داد ہے کہ جمہور سے اختلاف پیدا کرنے کی خاطر اسے شیاطین سے حال بنا دیا[1]

---

[1] قال العکبری یعلمون الناس السحر فی موضع نصب علی الحال من الضمیر فی کفروا واجاز قوم ان یکون حالا من الشیاطین ولیس بشئ لان لکن لا یعمل فی الحال — (وجوہ الاعراب و القراۃ ص ۳۱)

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا واقعہ ہے وہ اس وقت بھی لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔
خانصاحب کا ترجمہ ملاحظہ ہو:۔

"ہاں شیطان کافر ہوئے، لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں"۔ ——— احمد رضا خاں

✻ یوم حشر عام دنوں کے برابر نہ ہوگا، دن کے یہ پیمانے سورج کا طلوع و غروب اس وقت نہ ہوں گے، محشر کے ہولناک حالات کو دیکھ کر اپنی پوری عمر یوں معلوم ہوگی کہ گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہ ٹھہرے تھے، انسان کے تصور میں یہ گھڑی اس دنیا کی گھڑی جیسی ہوگی گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا کہ یہ وقت آگیا۔ مگر خانصاحب فرماتے ہیں کہ ان کے تصور میں یہ دنیا کی زندگی اس دن کی ایک گھڑی دکھائی دے گی، معلوم نہیں انہوں نے کیسے جان لیا کہ وہ دن کتنا لمبا ہوگا کہ اپنی عمر اس دن کی ایک گھڑی سمجھیں گے۔

وَ یومَ یحشرھم کان لم یلبثوا الا ساعة من النھار۔ (پ۱۱ یونس ع ۵)

(ترجمہ) "اور جس دن ان کو جمع کرے گا گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن"۔ (شیخ الہند)

"اور جس دن انہیں اٹھائے گا گویا دنیا میں نہ رہے تھے مگر اس دن کی ایک گھڑی"۔ (خانصاحب)

یہ اس دن کی ایک گھڑی کے الفاظ معلوم نہیں خانصاحب نے کہاں سے لے لیے؟
کنز الایمان کے غلط ترجمہ اور الفاظ کی بے محل زیادتی کا آپ کہاں تک سروے کریں گے یہ ایک طویل منزل ہے، خانصاحب ہر موقع اختلاف پر ایک نئی چھوڑتے ہیں، عام آدمی پوچھتے ہیں کہ اس اختلاف بیانی سے خانصاحب کو ملتا کیا تھا؟ جواباً عرض ہے کہ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ جس طرح بھی بن پڑے لوگوں کو سلف صالحین سے بدگمان کیا جائے خصوصاً حنفی مذہب سے ———
حاجی پر قربانی نہ کر سکنے کی صورت میں جو دس روزے لازم آتے ہیں ان کے بارے میں آپ دیکھ آئے ہیں کہ کنز الایمان میں کس طرح حنفی مذہب کی مخالفت کی گئی ہے یہاں اور مثالیں بھی سن لیجئے:۔

قرآن کریم میں ہے :— لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم۔ (پ۲ البقرہ رکوع ۲۸)

(ترجمہ) "اللہ تعالیٰ تم پر دارو گیر نہ فرمائیں گے تمہاری قسموں میں بیہودہ قسم پر لیکن دارو گیر فرمائینگے اس (جھوٹی قسم) پر جس میں تمہارے دلوں نے (جھوٹ بولنے کا) ارادہ کیا ہو"

ظاہر ہے کہ یہاں وہ قسم مراد ہے جو بے ساختہ ہو اس میں بات بنائی نہ گئی ہو اور ناساختہ ہو جس میں کوئی غرض پیش نہ ہو، قسم کھانے والا اسے مطابق واقع سمجھے اور بعد میں پتہ چلے کہ امر واقع اس کے مطابق نہ تھا، اس نے بلا تحقیق ایسی قسم کیوں کھائی؟ ویسے ہی زبان سے نکل گئی، تاہم یہ صحیح ہے کہ اس نے قسم کسی بات پر کھائی تھی بغیر کسی بات کے قسم کے الفاظ بے ارادہ اس کی زبان سے نہ نکلے تھے، یہ دوسری صورت ہے کہ بے ارادہ یونہی الفاظ قسم زبان سے نکل جائیں، امام شافعیؒ کے نزدیک لغو کی تفسیر ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک لغو یہ ہے کہ کسی بات کو صحیح خیال کر کے قسم کھائی اور بات غلط نکلی۔

ان ابا حنیفۃ قال فی تفسیر اللغو فی الیمین ان یحلف علی شیٔ یری انہٗ صادق فیہ ثم تبین لہٗ خلاف ذٰلک وھو قول الزھری والحسن وابراھیم النخعی وقتادۃ ومکحول وقالوا لا کفارۃ فیہ ولا اثم[1]

اب دیکھئے خانصاحب کنزالایمان میں کس طرح حنفی مذہب کے خلاف چلتے ہیں اور ترجمہ قرآن میں یہ تأثر دیتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب درست نہ تھا:

(ترجمہ) "اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں پر جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے" (خانصاحب)

قسموں پر یہ جمع کے الفاظ ہیں پھر آگے چاہیئے تھا نکل جائیں یہ خانصاحب کا ادبی کمال ہے کہ جمع و واحد میں فرق نہیں کرتے اسے ہم نظر انداز کرتے ہیں، خاں حضرات اس طرح کہا ہی دیتے ہیں لیکن مسئلے میں خانصاحب کو حنفی مذہب کی مخالفت نہ کرنی چاہیئے تھی۔

❋ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنے کی اجازت نہیں اگر کسی سے جان بوجھ کر یہ غلطی ہو جاتے تو اس پر جزا لازم آئے گی جو برابر ہو اس جانور کے جسے اس نے ذبح یا قتل کیا ہے، برابری کا جانور یا

---

[1] تفسیر مظہری جلد ا ص ۲۸۸

برابری کی قیمت، دونوں اس جزا میں دی جاسکتی ہیں، قرآن کریم میں ہے:۔

یٰاَیھا الذین اٰمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدًا فجزاء
مثل ما قتل من النعم ۔ (پ المائدہ ع ۱۳)

(ترجمہ) "اے ایمان والو! نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں۔ اور جو کوئی تم میں اس کو مارے
جان کر تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے (مویشی) کے برابر میں سے"!

امام شافعیؒ من النعم کو جزاء کی صفت سمجھتے ہیں ای جزاء کائن من النعم، اور
امام ابو حنیفہؒ اسے ماقتل کی ضمیر سے حال مانتے ہیں، سو حنفی مذہب کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا
"یعنی بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے"! ــــــ شیخ الہندؒ
حکیم الامت حضرت تھانویؒ ترجمہ کرتے ہیں:۔

"اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے
جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں"!

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ جزا قیمت کے لحاظ سے بھی مقرر کی جاسکتی ہے اور قیمت دو ثقہ اور
قابل اعتماد شخص لگائیں گے لیکن امام شافعیؒ کے ہاں اس جانور کے قتل کی پاداش میں اس برابری کا
جانور ہی دیا جاسکے گا ــــــ اب خاں صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس واضح انداز میں حنفی مذہب
کی کاٹ کی ہے:۔

"اے ایمان والو شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو اور تم میں سے جو اسے قصداً قتل
کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے دے"! ــــــ احمد رضا خاں
دیکھا مولانا احمد رضا خاں کنز الایمان میں کس طرح امام اعظم کی مخالفت کی ہے

بریلویوں کا عذر لنگ

بریلوی کہتے ہیں کہ پچھلے ترجموں میں وہ ادب نہیں تھا اس لیے مولانا احمد رضا خاں نے نیا ترجمہ

کیا اور مثال میں کہتے ہیں کہ یہ آیت جو دوسرے مترجم حضورؐ کے حق میں بتلاتے ہیں مولانا احمد رضا خاں نے اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے عام قرار دیا ہے :-

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذًا لمن الظّالمین ۝[1]

مولانا رضاء المصطفٰے اعظمی اپنے مضمون " اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ " ـــــــ میں اس آیت پر لکھتے ہیں :-

" مخاطب ہر سامع ہے نہ کہ نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم " ـــــــ اور دلیل میں کہا ہے :

کیسے ہو سکتا ہے کہ :-

" اس قدر زجر و توبیخ کے کلمات سے اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرے " !

یہاں تو مولانا احمد رضا خاں اس خطاب کو عام قرار دے کر نکل گئے لیکن آگے چل کر ان کو یہ احساس بالکل نہ رہا کہ نبی معصوم جن کی نسبت سے قرآنی صفحات بھرے ہیں جن کو طٰہٰ، یٰسین، مدثر جیسے القاب و آداب دیئے گئے ان کے لیے یہ سخت کلمات کیسے آ گئے وہاں خاں صاحب کو یہ خیال نہ آیا کہ اس خطاب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا کر عام کر دیں تو جس توجیہ کی توفیق دوسرے مترجمین کو ولئن اتبعت کے ذیل میں نہ ہوئی اس سے مولانا احمد رضا خاں سورۂ بنی اسرائیل کے ترجمہ میں کیوں بے نصیب رہے ۔

ولولا ان ثبتناك لقد كدت تركن الیھم شیئًا قلیلًا ۝ اذًا لاذقناك ضعف الحیٰوة وضعف الممات ثم لا تجد لك علینا نصیرًا ۝[2]

ترجمہ از مولانا احمد رضا خاں :-

" اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے " !

---

[1] پ البقرہ ع ۱۷ [2] پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۸

اس میں کس دلیری سے خانصاحب نے مانا ہے کہ حضورؐ اُن کی طرف تھوڑا سا جھکنے والے تھے
دہ اللہ نے آپ کو سنبھال لیا اور پھر آگے کیسے سخت الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس جھکنے کی
باد بتائی کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اس پر آپ کو دونی عمر اور دوچند موت کا مزہ دیتے اور کوئی آپ کو بچانے
دالا نہ ہوتا۔

بریلوی جب اس آیت پر خاں صاحب کا ترجمہ دیکھتے ہیں تو سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں سوء تفوّہ
مانذکورہ آیت پر خطاب کو عام کرنے کی تاویل ان کو یکسر بھول جاتی ہے اور وہ پریشان ہیں کہ خانصاحب
یہاں تو بالکل ہی گئے گذرے رہے کچھ بھی کروٹ نہ لے سکے۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی بھی
یہاں کچھ نہ لکھ سکے سوائے اس کے کہ ”دوچند موت کا مزہ“ کی بجائے یہ کر دیا ”دوچند
موت کے عذاب کا مزہ“

مقامِ نبوّت کی نفی

مولانا احمد رضا خان نے قرآن کریم کے ترجمہ میں نبی کے معنی ”غیب کی خبریں دینے والے“ کے
کئے ہیں۔ غیب کی خبریں دینے والے کئی طرح سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو بھی غیب پر اطلاع دیتے
ہیں۔ اور اولیاء اللہ کو بھی غیب کی خبریں دی جاتی ہیں۔ کاہن اور عراف سفلی علوم کے واسطہ سے بعض
غیبی امور کو جان لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کو ان کی خبر دے دیتے ہیں۔ علم نجوم اور علم جفر کے ماہرین
اس فن کے ذریعہ بعض امور کو قبل از وقوع معلوم کر لیتے ہیں۔ سو مقام نبوت صرف غیب کی خبریں ”
دینے سے نہیں کھلتا، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے نبوت کا اقرار کیا جائے اور پھر نبی کی خبروں کو
تسلیم کیا جائے۔ مولانا احمد رضا خان نے لفظ نبی کا عام ترجمہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت
سے کھلے بندوں انحراف کیا ہے۔ آگے بریکٹ نہ ہوتا تو شاید کفر لازم آجاتا۔ پہلے مترجمین نے کیا
اچھا کیا نبی کا ترجمہ نبی ہی کرتے رہے۔ اور حق یہ ہے کہ کوئی اور لفظ اس لفظ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

مثلاً دیکھئے کنزالایمان ص ۶۶۶، ۶۷۲، ۶۷۷، ۶۷۹۔

حضور کو دوسروں سے ملانے کی ایک اور جسارت

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں ۔ قرآن کریم میں اس کے لئے لفظِ "صلوٰۃ" وارد ہے۔ "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ حضور کے لئے ہی استعمال ہوتے ہیں دوسرے مسلمانوں پر بالاستقلال صلوٰۃ و درود نہیں پڑھا جاتا۔ خواص مومنین کے لئے قرآن کریم میں لفظ "صلوٰۃ" آیا تو مترجمین نے اس کے معنی "رحمت" کے کئے تاکہ نبوت کا امتیاز قائم رہے۔ اب قرآن کریم کے ان مقامات کو مع ترجمہ دیکھئے ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ پ۲۲ : الاحزاب : آیت ۵۶

ترجمہ : بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر ۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ

پ۲۲ : الاحزاب : آیت ۴۳

ترجمہ : وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں ۔ (حضرت شیخ الہند)

ترجمہ : وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر اور اسکے فرشتے کہ تمہیں اندھیرے سے اجالے کیطرف نکالے (مولانا احمد رضا خان)

آپ دیکھئے مولانا احمد رضا خان نے عام مومنین پر بالاستقلال درود جائز کر کے کس طرح مقام نبوت کے اختصاص کو ختم کیا ہے ۔ حضرت شیخ الہند نے یہاں صلوٰۃ کے معنی درود کے نہیں کئے مطلق رحمت کے کئے ہیں تاکہ شانِ نبوت کا امتیاز قائم رہے ۔ "اللّٰھم صل علٰی آل ابی اوفیٰ" میں بھی صلوٰۃ کے معنے رحمت ہی کرنے چاہئیں ۔۔ درود صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مختص رہے ۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اندھیرے کئی ہیں اور اجالا ایک ۔ مذاہب باطلہ کئی ہیں اور اسلام ایک جھوٹ کئی ہیں اور سچ ایک ، ٹیڑھے خط کئی ہیں اور خط مستقیم ایک ، گمراہ فرقے کئی اور نجات پانے والا فرقہ قرآن کریم نے اندھیروں سے نکالنے کی خبر دی تھی مولانا احمد رضا خان نے اسے اندھیرا بنا دیا ، کیا یہ اندھیر نہیں بیہودہ ترجمہ ہے جس پر بریلوی پھولے نہیں سماتے ظلمات جمع ہے واحد نہیں ـــــــــــــ اور سنئے

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ‎ ؎ پ النحل ع، آیت ۵۳۔

"اور جو کچھ ہے تمہارے پاس نعمت سو اللہ کی طرف سے۔ پھر جب پہنچے تمہیں کوئی تکلیف تو تم اسکی طرف چلاتے ہو"

جَئَرَ یَجْئَرُ کا معنی گڑگڑانے فریاد کرنے اور چلانے کے ہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے تجئرون کو اجار یجیر سے سمجھ لیا جس کے معنی پناہ دینے کے ہیں اور تجئرون کا ترجمہ کیا " تم اس کی طرف پناہ لے جاتے ہو " دیکھئے کتنی کھلی غلطی ہے۔

ہم نے یہاں تک کنز الایمان کی غلطیاں نکالیں ان سطور میں اس کی مزید گنجائش نہیں، ہم یہاں اس کی وجہ بتلائے دیتے ہیں کہ خاں صاحب سے اتنی غلطیاں کیوں ہوئیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ خانصاحب نے ترجمہ کرتے وقت کچھ بھی کلام الٰہی کا احترام نہیں فرمایا نہ ترجمہ کرتے وقت پہلے بزرگوں کی تحقیق لغات اور تفسیرات پر کچھ نظر کی وہ فی البدیہہ ترجمہ بولتے جاتے اور مولوی امجد علی لکھتے جاتے، اس ترجمے پر بہت قلیل وقت صرف کیا گیا اور جس درجے کا یہ کام تھا اس کے مطابق اسے کوئی اہمیت نہ دی گئی، مولانا احمد رضا خاں کا سوانح نگار لکھتا ہے۔

"یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے" (سوانح اعلحضرت ص ۲۷۴)۔

خاں صاحب کی جب توجہ ہی اسی پر تھی کہ روانی کہیں نہ ٹوٹے اور انہیں پتہ ہی نہ تھا کہ ترجمہ کتنا نازک کام ہوتا ہے اور اس کے لیے کتنا وقت درکار ہے اور کبھی انہوں نے ترجمے کا کام بھی کہیں نہ کیا تھا تو ظاہر ہے کہ نتیجہ یہی کچھ ہونا چاہئے تھا جو ہو کر رہا اور کنز الایمان کی وجہ سے بات کہاں تک بگڑی ——

بریلوی علماء یہ نہ کہیں کہ کچھ بھی ہو اعلحضرت کی روانی تو بہر صورت قائم ہے ہم افسوس سے عرض کرتے ہیں کہ ادبی حیثیت سے بھی ہمیں کنز الایمان میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی خانصاحب محض زور سے اپنی بات چلاتے ہیں جس میں انہیں نہ لفظ کا خیال رہتا ہے نہ عقیدے کا۔ بھاری بھر کم الفاظ بھی دیکھئے اور بے ادبی کا ہیر پھیر بھی۔

اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کے تذکرے میں فرمایا۔ فارسلنا علیھم سیل العرم (پ ۲۲ السبا)
ترجمہ! پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر ایک نالا زور کا۔
نالا زور سے چلے اسے ریلا تو کہہ سکتے ہیں ہلہ نہیں۔ ہلہ انسانی حملے کو کہتے ہیں۔ اب خانصاحب کا ہلہ ملاحظہ کیجئے۔ "ہم نے ان پر زور کا ہلہ بھیجا" (کنز الایمان ص ۔)

مولانا احمد رضا خان کی دیہاتی زبان

۱۔ واستغنی اللہ واللہ غنی حمید۔ اور اللہ نے بے پرواہی کی اور اللہ ہے غنی وحمید
کنز الایمان میں ہے: اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا (کس قدر بھدا ترجمہ ہے)

۲۔ جئنا بکم لفیفاً۔ (ہم تم کو لے آئیں گے لپیٹ کر)
مگر کنز الایمان میں ہے: ہم تم سب کو گھال میل لے آئیں گے (کتنی بھدی زبان ہے)

۳۔ وکذالک نجزی المفترین۔ (اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو)
اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے:۔

اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان ہاریوں کو۔

۴: وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا : اور شعلہ نکلا سر سے بڑھاپے کا۔
اب خان صاحب کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے۔ "اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا"

کیا لطیف اور سلیس ترجمہ ہے۔ لفظوں کا سارا بوجھ سر پہ ڈال دیا۔

۵: مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ : پ ۲۳ ص آیت
ترجمہ: یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ مگر بنائی ہوئی بات۔
اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

"یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہیں سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے"
گھڑت کا وزن ہی کچھ کم نہ تھا نصرانیت سب سے پچھلا دین ہے، یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے!

خانصاحب کے سخت اور ثقیل الفاظ سے آپ یہ نہ خیال کریں کہ ان کے پاس نرم اور لطیف الفاظ نہیں ہیں۔ حاشا وکلا ایسا نہیں آپ کبھی نرم الفاظ بھی لے آتے ہیں لیکن کہاں ؟ جہنم کے بیان میں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِیَةٌ ؕ (پ۳۰ س القارعۃ)

ترجمہ: اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے۔

اب دیکھئے خانصاحب کتنے پیارے اور پُر لطف الفاظ میں " ہاویہ " دوزخ کا ذکر کرتے ہیں

" اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے " (کنز الایمان)

ہاویہ جہنم کا ایک طبقہ ہے مولانا احمد رضا خان اسے گود سمجھے بیٹھے ہیں۔ کیا پیار کے لائق یہی جگہ تھی ؟

حضورؐ کی بے ادبی کی ایک اور حرکت

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا۔

ووضعنا عنك وزرك الذی انقض ظهرك۔ (پ۳۰ الم نشرح)

(ترجمہ) اور اتار دیا ہم نے تجھ سے تیرا بوجھ جس نے تیری کمر کو جھکا دیا تھا۔

حضرت شیخ الہندؒ نے انقض کے معنیٰ جھکا دینا ہی کیے ہیں اور یہی مقتضائے ادب ہے۔ حضرت مولانا احمد سعیدؒ لکھتے ہیں۔ جس بوجھ نے آپ کو گراں بار کیا ——— اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ بھی دیکھئے اور اُن کی بے ادبی ملاحظہ کیجئے۔

اور تم پر سے تمہارا بوجھ اُتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔ کنز الایمان ص۹۵۳

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صدمات کو برداشت کرتے گئے آپ نے حوصلہ نہ ہارا اور نہ آپ کی پشت ٹوٹی ——— بوجھ سے پیٹھ کا جھک جانا اور بات ہے اور بالکل ہی ٹوٹ جانا یہ امر دیگر ہے۔ افسوس خانصاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے۔ حضورؐ کے لیے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی حیا مانع نہ آئی۔

گستاخی اور بے ادبی کی ایک اور حرکت

عربی میں قلی، قلاء کے معنی ہیں ناراض ہونا، ناخوش ہونا ـــــ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو فرمایا تھا۔
وما ودعك ربك وما قلی۔
اور نہ تیرے رب نے تجھے رخصت کیا اور نہ ناخوش کیا۔ (شیخ الہندؒ)
اب مولانا احمد رضا خاں کا مکروہ ترجمہ دیکھئے۔

تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا، اور نہ مکروہ جانا۔ کنز الایمان ص۹۵۲
حضورؐ کے لیئے یہ مکروہ کا لفظ (گو خاں صاحب نے نفی کے ساتھ لکھا ہے) کہاں سے آگیا؟ حضورؐ سے کہنا کہ آپ مکروہ نہیں ہیں کیا یہ کم گستاخی ہے؟ صحیح ترجمہ اوپر والا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ناخوش نہیں ہوا ـــــ مولانا احمد رضا خاں نے حضورؐ کے بارے میں کیسی عامیانہ بات کی ہے ـــــ جس طرح کسی کو یہ کہنا تم بے وقوف نہیں ہو، اس کی عزت افزائی نہیں اسی طرح کسی کو یہ کہنا کہ تم مکروہ نہیں ہو اس میں کوئی حوصلہ افزائی نہیں ہے ـــــ قرآن کریم کے الفاظ ما ودعك ربك وما قلی حضورؐ کی حوصلہ افزائی کے لیئے ہیں، سو ان کا یہ ترجمہ اور نہ تمہیں مکروہ جانا کسی طرح درست نہیں تھا، افسوس کہ خاں صاحب کو یہ گستاخانہ ترجمہ کرتے کچھ خیال نہ آیا کیا لکھ رہا ہوں؟

ایک اور مثال لیجئے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مومنوں کے لیئے ذکر فرمایا ہے۔ ذکر سے مراد نصیحت اور یادداشت ہے۔
انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ پ۱۴ الحجر ع۱
(ترجمہ) ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔ (شیخ الہندؒ)
وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیهم۔ پ۱۴ النحل ع۶

اور اُتاری ہم نے تجھ پر یہ یاداشت کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے (شیخ الہندؒ)

اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری۔ (مولانا احمد رضا خاں)

مولانا احمد رضا خاں نے ذکر کا ترجمہ یاد داشت کی بجائے یادگار غلط کیا ہے۔ جو چیز آئندہ رائج نہ رہے قصہ ماضی ہو جائے اسے یادگار کہتے ہیں خانصاحب نے قرآن کو یادگار بنا دیا ہے۔ (توبہ)

ایک اور سنیئے

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعا میں اللہ کے حضور عرض کی تھی:۔

رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا۔ پ۱۶ سورہ مریم

ترجمہ۔ اے میرے رب بوڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا سر میں بڑھاپے کا (شیخ الہندؒ)

اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہو گئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبوکا پھوٹا (مولانا احمد رضا خاں)

العظم میں الف لام جنس کا ہے اسی لیئے مترجمین اس کا ترجمہ جمع سے کرتے ہیں حضرت زکریاؑ کے پیش نظر کوئی خاص ہڈی نہ تھی جو کمزور ہو گئی ہو۔ ہڈیاں بطور جنس کمزور ہو چکی تھیں حضرت زکریاؑ اپنے بڑھاپے کو ان لفظوں میں ذکر کریں۔ کہ میری ہڈی کمزور ہو گئی ہے۔ کس قدر حیا سے دور ترجمہ ہے قرآن کریم میں متقین کو مراد ملنے میں (کواعب اترابا (پ۳۰ النبا) کا بھی ذکر ہے۔

اس کا ترجمہ ہے "نوجوان عورتیں سب ایک عمر کی" مگر خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے کس قدر کھلا ہوا اور حیا سے دور ہے "اور اُبھتے جوبن والیاں ایک عمر کی اور چھلکتا جام۔ (کنز الایمان)

عورت اپنے آپ کو بطور نذر پیش کرے

کسے معلوم نہیں کہ ایجاب و قبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے۔ عورت ایجاب کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے نکاح کرنے پر راضی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی عورت نکاح کرے تو اس میں مہر کی شرط نہ تھی۔ جو مومن عورت آپکے نکاح میں آنا چاہے آسکتی تھی۔ سو ریتیں آپ کے نکاح میں آتی تھیں بطور نذر پیش نہ ہوتی تھیں ـــــــ قرآن کریم

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا
خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ پ ۲۲ ، الاحزاب ، آیت ۵۰

ترجمہ : اور جو عورت ہو مسلمان اگر بخش دے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اس کو نکاح میں لائے
یہ خاص ہے تیرے لئے۔ (حضرت شیخ الہند ؒ)

یہاں بخشنا سپردگی کے معنیٰ میں ہے نکاح سے عورت خاوند کے سپرد ہو جاتی ہے۔ نذر کا لفظ تحفہ کے طور پر کسی چیز کو پیش کرنا ہے اب مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ دیکھئے۔

"اور ایمان والی عورت اگر اپنی جان نبی کی نذر کرے۔ (کنز الایمان)

مولانا احمد رضا خان کے ہاں لفظ نذر کس معنیٰ میں آتا ہے یہ آپکے ملفوظات میں دیکھئے۔

"وہ آپ کو پسند آئی جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی ہاں۔ اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیئے۔ ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں ـــ کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔ ارشاد فرمایا اب دیر کا ہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔" ملفوظات مولانا احمد رضا خان ، ۳ ، ص ۲۸

معلوم ہوتا ہے صاحب مزار اس ولی سے بھی زیادہ جلدی میں تھے کہ اسے کنیز دے کر اتنی مہلت بھی نہ دینا چاہتے تھے کہ وہ اسے اپنے گھر لے جائے۔ خانقاہ شریف کے حجروں میں بھی یہ کام چل جاتا تھا۔ اگر اس کے پیچھے ایصال ثواب کا داعیہ کارفرما نہیں تو صاحب مزار کی طرف سے یہ عجلت کا تقاضا کس لئے تھا؟ یہ تو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ عمل اس مرید کا ہو اور اس کی لذت اس شیخ کامل کو مل رہی ہو۔ اس وقت مسئلہ ایصال ثواب زیر بحث نہیں صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خان "نذر" کا لفظ کہاں کہاں استعمال کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے لئے مومنہ عورت کے ایجاب کرنے کو ـــ "عورت اپنے آپکو نذر کرے" ـــ کیوں کہتے تھے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فَارِغًا ؕ پ ۲۰، قصص ، ع ۱، آیت ۱۰ ۔

ترجمہ : اور صبح کو موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا ۔

یہ بیقراری اس درجہ میں نہ تھی کہ آپنے قرار کا پیالہ الٹ دیا ہو اللہ تعالیٰ نے آپکے دل پر گرہ دے رکھی تھی قرآن کریم میں ہے وَرَبَطْنَا عَلٰی قَلْبِهَا سو یہ صحیح نہیں کہ آپ بے صبر ہو چکی تھیں ۔ اب خانصاحب کا ترجمہ دیکھئے ۔

اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا ۔ (کنزالایمان)

خانصاحب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بے صبری کہہ کر کیا ملا ؟ (افسوس صد افسوس) مولانا احمد رضا خان کو پہلے مترجموں سے اختلاف کرنے کا شوق تو بہت رہا ۔ لفظوں پر لفظ بدلتے رہے کہیں لفظوں سے کھیلتے بھی رہے ۔ لیکن اپنا حال یہ تھا کہ تا اور ۃ میں فرق نہ کر سکے گو تلفظ کے پہلو سے ہوتا۔

٭ مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۰ھ میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا ۔ ترجمۃ القرآن کو اگر اضافت سے نہ لکھیں صرف ترجمہ کہیں تو آخری حرف بوجہ وقف ھا پڑھا جائے گا لیکن ہے حقیقت میں تا ، جو اضافت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اسے اضافت میں بھی ہا کے ساتھ ہی پڑھا اور یہ ایک بڑی غلطی تھی کوئی عربی دان نہ کہے گا کہ ترجمہ کے آخر میں ہا ہے تا نہیں ۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی نے کنزالایمان کے سرورق پر لکھا ہے ۔

موسوم باسم تاریخی

۱۳۳۰ھ

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

ترجمۃ کو تا سے پڑھا جائے اور یہی صحیح ہے تو کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے اعداد کا مجموعہ ۱۷۲۵ بنتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سن نہ ابھی آیا ہے نہ مولانا نے اس میں یہ ترجمہ لکھا اور اگر ترجمہ کو ہا سے پڑھا جائے تو پھر مجموعہ اعداد بیشک ۱۳۳۰ بنتا ہے، تا کے عدد ۴۰۰ ہیں اور ہائے ہوز کے ۵ ہیں، ۱۷۲۵ سے ۴۰۰ نکالیں تو ۱۳۲۵ رہ جائیں گے اس میں ہا کے ۵ جمع کر لیں تو مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ کا تاریخی عدد ۱۳۳۰ نکل آئے گا ۔

مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمۂ قرآن اور خانصاحب کی علم بھدی زبان کو ایک طرف کیجئے مولانا نے ترجمۂ قرآن میں کچھ ایسی غلطیاں بھی کی ہیں جن سے قرآن کریم کی صریح تحریف معنوی ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ قرآن کریم ہمیشہ تک کے لیئے ہر تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ رہیگا سو ضروری تھا کہ علماء حق اس تحریف معنوی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور اللہ کی حجت ان پر تمام ہوتی جو انگریزی حکومت کے سایہ میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے خاندان سے علم و صداقت کا اعتماد اٹھانے میں پیش پیش رہتے ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سو سال کے بعد پھر اٹھایا اور کہا انْظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ پ۳ البقرہ "دیکھ اپنے گدھے کی طرف"۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ گدھے کی ہڈیاں وہاں موجود ہوں اور نظر آسکیں۔ مگر خان صاحب کا ترجمہ دیکھئے۔ اور اپنے گدھے کو دیکھ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ خط کشیدہ الفاظ خانصاحب کا اضافہ ہیں

کنز الایمان کی پر خار وادی میں آپ سیر کر آئے ہیں آپ کو اچھی طرح معلوم ہو چکا کہ کنز الایمان ترجمۂ قرآن نہیں، دین میں بگاڑ پیدا کرنے اور سلف صالحین سے اعتماد اٹھانے کی خطرناک سازش ہے، کاش کہ مسلم ممالک حفاظتِ دین کے جلیل مقصد کے تحت اس بین الاقوامی سازش پر غور کریں اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے بچائیں۔

خیال گذرا ممکن ہے علمائے بدعت اس کے تفسیری حاشیوں کا سہارا لیں اور کہیں کہ جہاں جہاں ترجمے کا بگاڑ ہے حاشیہ نویسوں نے اس کا صحیح مقصد کی طرف اِمالہ کر دیا ہے، سو مناسب سمجھا کہ ہمارے قارئین کنز الایمان کے تفسیری حاشیوں کی بھی ایک جھلک دیکھتے جائیں،

یہ تفسیری حاشیے لکھنے والے حضرات ہی ان کی کچھ اصلاح فرما دیتے تو ہمیں کسی بات پر انگلی رکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن حاشیہ نویسوں نے تو خانصاحب سے بھی زیادہ علمی اور فکری گل کھلائے کہ ہر دیکھنے والا مبصر بے اختیار کہہ اٹھا ع

این خانہ ہمہ آفتاب است

ان حاشیہ نگاروں نے نہ شرک کی حمایت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے دیا نہ کھلنے پلنے کے مواقع بنانے میں کوئی کمی کی جہاں کچھ گنجائش دیکھی شرک و بدعت کی چٹائی بچھا دی۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

کنزالایمان کے تفسیری حاشیوں کی ایک جھلک

کہتے ہیں برسات کے اندھے کو ہر جگہ ہرا ہی ہرا دکھائی دیتا ہے، قرآن کریم میں موضوع بیان کوئی ہو مولانا احمد رضا خاں کے پیرو جگہ جگہ تیجے دسویں کے تھال لیے خیرات کی تلاش میں سرگرداں ملیں گے، پھر ان کے مخصوص عقائد ماسوی اللہ کو دور سے پکارنا، فریادرسی کے لیے مخلوق کے دروازے پر دستک دینا، حاجت روائی کے لیے قبروں کا رُخ کرنا جگہ جگہ پھیلتے نظر آئیں گے۔ کہیں جانوروں کو پکارنے پر استدلال ملے گا تاکہ ولیوں کو دور سے پکارنے کی راہ صاف رہے، ولیوں کو جانوروں پر قیاس کرتے ہوئے انہیں کوئی خوفِ خدا نہ ہوگا، اسی روپ میں یہ کہیں قبروں کے گرد بیٹھے نظر آئیں گے، کہیں مصیبت میں نبیوں اور ولیوں کی دُہائی دے رہے ہوں گے اور کہیں میلاد کی محفلیں سنوارنے اور دیگیں آتارنے کے لیے چندہ کرنے کی اپیل ہوگی، خیرات کے جلووں میں حلووں کا باب یتیموں اور مسکینوں کی بجائے علماء اور مشائخ کا انتخاب شرکائے مجلس کا حق مادر زاد ہوگا، علمائے بدعت کا تعارف عوام میں یہی ہے، میر تقی میر نے شکم خور پر کیا خوب کہا تھا ؎

جب مرے گا وہ بھوک کا روگی   نظر تو شاہ کی روٹی بس ہو گی

کنزالایمان ان یتیموں کی جان ہے اس کے حاشیہ نویسوں نے مولانا احمد رضا خاں کے انداز فکر کو اپنی رگ رگ میں جذب کیا ہے، مولانا نے اپنی وفات سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پہلے چٹ پٹے

اور لذیذ کھانوں کی ایک لمبی فہرست تیار کی تھی کہ اعزہ یہ کھانے کبھی کبھی انہیں بھیجدیا کریں، بریلوی علمأ پر اس فہرست کا کچھ ایسا رنگ چڑھا کہ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے حاشیوں پر حلوے مانڈے کے مسائل کچھ ایسی خوش اسلوبی سے چڑھائے کہ انہیں عام پڑھنے والا ان سے یہی سبق لے گا کہ قرآن کی اصلی تعلیمات یہی ہیں، آہ! کیا یہ وہی کتاب ہے جس نے اقوام عالم کو زندگی کا سبق دیا تھا، جس نے انسانی غلامی میں جکڑے ہوئے انسانوں کو زندگی کا حق دلایا اور دنیا میں ایک عظیم فکری انقلاب کر دکھایا، اس کتاب کی دعوت کیا تیجے اور دسویں کے ختموں کے لیے ہی تھی یا برسات کے اندھے کو ہی ہر جگہ ہرا ہی ہرا دکھائی دے رہا ہے، جیسے بانی مذہب کا آخری لمحہ زندگی چٹ پٹے کھانوں کی فہرست تیار کرنے میں صرف ہوا ان کی پوری قیلئے حیات شوربے میں شرابور رہی۔ بطور نمونہ چند مقامات پیش خدمت ہیں انہیں ملاحظہ کیجئے اور ترجمہ کنز الایمان کی داد دیجئے، بریلوی اسی لیے اسے ایمان کا خزانہ سمجھتے ہیں :۔

(۱) سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی "مجھے دکھا تو کیونکر مُردے جلائے گا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ سدھالو ——— پھر انہیں ذبح کر کے ان کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھ دو ——— پھر انہیں آواز دو، وہ تیری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے، سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا [1]

اس واقعہ میں خدا کی قدرت اور حکمت کا بیان ہے۔ ان جانوروں کو دوبارہ جلانا خدائی حکم کے تحت تھا کہ اللہ تعالیٰ جب ان پرندوں کو زندہ کر دیں گے تو وہ اپنے مالک کو پہچانتے ہوئے اس کی آواز پر دوڑتے ہوئے آئیں گے، اس میں بے جان جانوروں کو پکارنے یا مُردوں کو آواز دینے کی کوئی ترغیب نہ تھی نہ اس میں نبیوں اور ولیوں کو اپنی مدد کے لیے پکارنے کی کوئی بات تھی مگر برسات کے اندھے کو یہاں بھی ہرا میدان ہی نظر آیا، مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار گجراتی

---

[1] پ۳، سورۃ البقرہ، رکوع ۳۵

کا کنزالایمان پر تفسیری حاشیہ ملاحظہ ہو:۔

"معلوم ہوا کہ کبھی بے جان جانوروں کو بھی پکارنا جائز ہے فیض دینے کے لیے تو گذشتہ نبیوں ولیوں کو پکارنا بھی جائز ہے فیض لینے کے لیے"[1]

دیکھئے بے ادب نے کس طرح نبیوں اور ولیوں کو جانوروں پر قیاس کرنے کی ترغیب دی ہے مولوی عبدالسمیع رامپوری نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان پر قیاس کرنے کی راہ کھولی تھی تاکہ آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ کر سکیں لیکن مفتی احمد یار صاحب گجراتی تو جانوروں پر جو بالکل مکلف مخلوق نہ تھے نبیوں اور ولیوں کو قیاس کرنے لگے، افسوس ایسا غلط قیاس کرنے میں ان دونوں کو کوئی ایمانی حجاب مانع نہ آیا۔

جانوروں کو پکارنے کا مسئلہ استنباط کرنے والے مفتی صاحب! ایسا استدلال کرتے وقت کیا آپ کو کچھ بھی خدا کا خوف یا تعظیم قرآن کا احساس تھا، آپ بے شک جانوروں کو پکاریں، گدھے کو پکاریں حاجت روائی چاہیں ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن حضورؐ کی امت کو کیوں گمراہ کر رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی سے جن پرندوں کو آواز دی تھی ان پرندوں کو دوبارہ زندگی دینے والا کون تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کس کی قدرت کاملہ کا جلوہ دیکھنے کے مشتاق تھے؟ کیف تحیی الموتٰی میں مُردوں کو زندگی دینا کس ذات جلا و علا کی طرف نسبت کیا گیا تھا؟ یہ ابہام پیدا کرنا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ان پرندوں کو فیضِ حیات بخشا تھا اور فیض دینے کے لیے انہیں بلایا تھا آپ کی کس قدر سینہ زوری ہے، پھر جانوروں کے بلانے کو آپ نے پکارنے کا نام دے کر اپنے عوام کے لیے جو مشکل کشائی اور حاجت روائی کی راہ نکالی ہے یہ راہ نکالتے وقت کیا آپ کا ضمیر آپ کا ساتھ دے رہا تھا —— افسوس صد افسوس ان علماء پر جو دیدہ دانستہ حضورؐ کی امت کو مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر لا رہے ہیں —— فیض حیات ان پرندوں پر خدا کی طرف سے تھا وہی ان کو دوبارہ زندہ

---

[1] نورالعرفان ص۶۹

کرنے والا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کوئی ایسا فیض نہ دے رہے تھے وہ تو محض خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھنا چاہتے تھے۔

(۲) مثل ماینفقون فی سبیل اللہ۔ (پ۳ البقرہ) مثال ان لوگوں کی جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ـــــ اس آیت کا تفسیری حاشیہ دیکھئے:۔

"اس میں ایصالِ ثواب کے لیے جو خرچ کیا جاتا ہے وہ بھی داخل ہے لہٰذا تیجہ، چالیسواں سب ہی شامل ہیں۔"[لہ]

مفتی صاحب کو اس مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا انفاق فی سبیل اللہ کا کوئی طریقہ یاد نہ آیا سیدھے ایصال ثواب کی طرف لپکے، اس کے لیے بھی مولوی صاحب کو عہد صحابہ رض کا ایصالِ ثواب کا کوئی عمل یاد نہ آیا ـــــ آیت میں انفاق فی سبیل اللہ یا ایصالِ ثواب کے لیے خاص دنوں کے التزام کی کوئی تجویز نہ تھی مگر مولوی صاحب کو داد دیجئے کیسے تیجہ، چالیسواں اس میں لا کھڑا کیا، گویا قرآن اس طرح دن معین کر کے خرچ کرنے کی تعلیم دے رہا ہے، جاہل عوام اس حاشیے سے یہی سمجھیں گے کہ قرآن کریم میں تیجے، چالیسویں کی تعلیم ہے۔

معلوم نہیں مولوی صاحب تیجے سے چالیسویں تک سیدھے کیسے جا پہنچے اور رستے کے تین سٹیشن ساتواں، دسواں، اکیسواں یکسر غائب کر دیئے، کیا یہ دن محض ایصالِ احباب کے لیے ہیں ایصالِ ثواب کے لیے نہیں؟

مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا نعیم الدین نے یہاں دسویں، بیسویں کو صراحت سے ذکر کیا ہے، یہ فیصلہ تو یہ دونوں خلیفے خود ہی کریں کہ کون کون سے دن ان کے ہاں شریعت نے ایصالِ ثواب کے لیے مقرر کیے ہیں اور کہاں مقرر کیے ہیں لیکن مولانا نعیم الدین نے یہاں جس طریقے کو حکم خداوندی بتلایا ہے افسوس کہ وہ طریقہ ہمیں قرآن کریم میں کہیں نہیں مل سکا، مولانا نعیم الدین اس طریقے پر

لہ نور العرفان صـ ۶۵

زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اموات کے ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ، دسویں، بیسویں، چالیسویں کے طریقہ پر مساکین کو کھانا کھلایا جائے"[1]

افسوس صد افسوس وہ کتابِ عظیم جو اقوامِ عالم کے لیے روشنی کا مینار تھی ان لوگوں نے تیجے دسویں کا موضوع بنا کر رکھ دی۔ قرآن کیا تیجے، چالیسویں جاری کرنے کے لیے نازل ہوا تھا؟ یا اس کا مقصدِ نزول کچھ اور تھا۔ مولوی صاحب کا تاریخیں تعین کرنے پر ایک اور استدلال ملاحظہ ہو :-

والذین فی اموالھم حق معلوم ۔ للسائل والمحروم - (پ ۲۹، المعارج)

(ترجمہ) "اور وہ نیک لوگ جن کے مال میں ایک مقرر حق ہے سائلین کے لیے اور محرومین کے لیے"

مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کو جتنی جتنی ضرورت ہو اور جب انہیں ضرورت ہو اس کے مطابق اہلِ خیر کے مالوں میں ان کا حق ثابت ہوتا جائے گا اور زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی شرح تو شرع میں مقرر ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے لفظ معلوم دیکھتے ہی ختم شریف کے لیے تاریخ مقرر کرنے کا استنباط فرمایا اور اسی تاریخ کے مطابق کچھ آنے تجویز کر دیئے، آٹھ تاریخ ہو تو آٹھ آنے اور بیس تاریخ ہو تو بیس آنے، اہلِ خیر کے مالوں میں سائلین اور محرومین کا یہی حق قائم ہے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں اور داد دیجئے کس چابکدستی سے گیارہویں ثابت فرماتے ہیں، مفتی صاحب کو ہر طرف ہرا ہی ہرا نظر آ رہا ہے، یہی باتیں ان حضرات نے کنز الایمان کے حاشیوں پر پھیلا رکھی ہیں، حق معلوم کی تفسیر ملاحظہ ہو :-

"معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے صدقہ نفلی کی مقدار اور خرچ کا وقت مقرر کرنا چاہیے، جیسے ہر گیارہویں تاریخ کو گیارہ آنے"[2]

---

[1] خزائن العرفان ص ۲۶۶ [2] نور العرفان ص ۹۰۸

مفتی صاحب! یہ خرچ کا وقت مقرر کرنا آپ کو کہاں سے معلوم ہو گیا اور گیارہویں تاریخ کو گیارہ آنے مقرر کرنے کی نص آپ کو کہاں سے مل گئی یا آپ کو ویسے ہی ہر طرف ہرا نظر آرہا ہے، آپ نے اس طرح دن اور آنے مقرر فرمائے تو شیعہ کے ایام محرم اور تعزیئے بھی آپ کو برابر تسلیم کرنے پڑیں گے۔ یہ چھوٹے میاں مفتی احمد یار صاحب تھے اب بڑے میاں مولانا نعیم الدین صاحب سے بھی سن لیجئے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ صدقات مستحبہ کے لیے اپنی طرف سے وقت معین کرنا شرع میں جائز اور قابل مدح ہے"[1]

(۳) بریلویوں کے ہاں یہ سب دن ایام اللہ میں داخل ہیں، شیعہ بھی اسی دلیل سے دسویں محرم کو گھوڑا نکالتے ہیں افسوس کہ بریلویوں نے حاشیہ کنز الایمان میں انہیں بھی اس کی سند فراہم کر دی، لیجیے اور مولانا احمد رضا خاں کے اس دوسرے خلیفہ کو بھی داد دیجئے:-

ذکرھم بایام اللہ - (پ۱۳، سورۃ ابراہیم) —— (انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ)

مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ترجمہ کنز الایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:-

"ان ایام اللہ میں ...... ان کی یادیں قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے ...... جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ ... ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے"[2]

لیجئے دس محرم کو گھوڑا نکالنا، کٹے پنجوں کے نشان بنانا اور رونے رلانے کی مجلسیں قائم کرنا سب تذکیر بایام اللہ میں داخل ہو گئے۔ کنز الایمان کا یہی بنیادی کردار ہے جو لوگوں کو جبراً شیعیت کی آغوش میں لے جا رہا ہے۔

قرآن کریم نے یکذب بالدین کی مذمت فرمائی، یہ شخص مسکینوں کو کھلانے کی ذمہ داری کا قائل نہیں ان کے لیے کسی کو کچھ کہہ نہیں سکتا اپنے آپ میں مست ہے، پ۳۰ سورۃ الماعون میں اس کا

---

[1] خزائن العرفان ص —— [2] ایضاً ص۸۲۷

ذکر ہے، اس پر بھی مفتی احمد یار صاحب کو گیارہویں شریف یاد آگئی مگر ساتھ محرم شریف کی خیراتوں کا بھی ذکر فرمایا لیکن انہیں یہ یاد نہ آیا کہ یہ اس شخص کا تذکرہ ہے جو قیامت کے دن اور جزا سزا کا ہی سرے سے منکر ہے، یتیموں مسکینوں کا حق مارتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ ایک دن ان تمام کاموں کا حساب دینا ہوگا ـــــ مفتی صاحب نے چھلانگ لگائی اور اس آیت کو وہابیوں پر لگادیا جو خیرات کرنے پر اعتراض نہیں کرتے، قیامت کے منکر نہیں صرف یہ کہتے ہیں کہ شریعت نے خیرات کرنے کے طریقوں میں کسی خاص دن کسی خاص تعداد اور کھانے کی مختلف قسموں میں سے کسی خاص چیز کا تعین نہیں کیا، تم بھی ان میں سے کسی کا التزام نہ کرو، تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کے دن کو جو جزا سزا کا دن ہے جھٹلاتا ہے یتیم پر ظلم وستم کرتا ہے اس کا حق مار کھاتا ہے، اس کے ساتھ سلوک واحسان نہیں کرتا، مسکینوں کو خود تو کیا دیتا دوسروں کو بھی اس کار خیر پر آمادہ نہیں کرتا"[۱]

اب مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص سے سنو اور ان لوگوں کے علم و دیانت پر سر دھنو:-

"اس سے معلوم ہوا کہ حیلے بہانے بنا کر صدقہ وخیرات سے روکنا ابوجہلی طریقہ ہے اس سے وہابی عبرت پکڑیں جو میلاد شریف، گیارہویں شریف، محرم وغیرہ کی خیراتوں سے لوگوں کو روکتے ہیں، جوئے شراب سے نہیں روکتے"[۲]

یہ حیلے بہانے کا عنوان مفتی صاحب نے کہاں سے لیا، وہ وہابی انہوں نے کہاں دیکھے جو جوئے شراب کو روکنے کے خلاف ہیں، یہ مفتی صاحب ہی جانتے ہوں گے۔ پھر اس سورۃ میں انہیں کس لفظ سے گیارہ تاریخ مقرر کرنے یا محرم کا مہینہ مقرر کرنے کی دلیل ملی، یہ بھی وہی جانتے ہوں گے، معلوم ہوتا ہے مفتی صاحب کو ویسے ہی ہر جگہ مراد کھائی دے رہا ہے، آیت کا مضمون کچھ ہو

---

[۱] تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۱۱ [۲] نور العرفان صفحہ ۹۹۵

یہ لوگ ویسے ہی ہر جگہ تھال لیے خیرات جمع کرنے پہنچ جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ یہ خیرات مسکینوں اور یتیموں کا حق تھا ان کا نہیں جو یتیموں کے مال پر دولتمند بنے بیٹھے ہیں ——— کچھ بھی ہو مفتی صاحب کی محنت قابلِ داد ہے کہ کیسے ہر جگہ گیارہویں شریف کی جگہ تلاش کر لیتے ہیں۔

(۵) قرآن کریم میں حکم تھا کہ والدین کے لیے دعا کرو ——— کسی خاص دن کی قید نہ تھی مگر مفتی صاحب کو داد دیجئے انہیں پھر تیجہ، دسواں یاد آگیا:

"ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کا تیجہ، چالیسواں، فاتحہ وغیرہ کرنی چاہیئے۔"[1]

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا۔ (پ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل ع۳)

(ترجمہ) "اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پرورش کیا ہے۔"

یہ دعا اولاد ساری عمر والدین کے لیے کرے، وفات کے بعد کے ابتدائی دنوں کی قید یہاں نہیں مگر کنزالایمان کے حاشیہ نویس نے یہاں بھی تیجے کی خوشبو سونگھ لی، قوتِ شامہ کس قدر تیز ہے کہ کوئی جگہ خالی نہیں جانے دیتا۔

(۶) قل ارايتم ما انزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا۔[2]

(ترجمہ) "آپ کہیں بھلا بتلاؤ! وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے ہی حرام وحلال ٹھہرا لیے۔"

اس آیت میں کہاں گیارہویں شریف کا ذکر ہے؟ کہاں توشہ کی شیرینی مذکور ہے جو جنازہ کے ساتھ قبروں پر لے جایا جاتا ہے؟ یہ اپنی طرف سے تم قرآن میں کیا کیا داخل کر رہے ہو؟ مولانا نعیم الدین مرادآبادی کنزالایمان کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:۔

"بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مُصر ہیں جیسے محفل میلاد کو ——— فاتحہ کو ———

---

[1] نورالعرفان ص۳۴۵ [2] پ۱۱ سورۂ یونس رکوع ۱۶

گیارہویں شریف کو ـــــ اور دیگر طریق ہائے ایصالِ ثواب کو ـــ محفلِ میلاد شریف و فاتحہ و توشہ کی شیرینی و تبرک کو، جو سب حلال و طیب چیزیں ہیں ...... اسی کو قرآن پاک نے خدا پر افتراء کرنا بتایا ہے"[1]

آیت میں حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر ہی نکیر نہ تھی حرام چیزوں کو حلال ٹھہرانے پر بھی اعتراض تھا مگر دیکھئے مولانا احمد رضا خاں کے یہ خلیفہ کس طرح اس آیت کو صرف ایک پہلو پر لے آئے اپنی طرف سے تاریخوں کا التزام اور چیزوں کا انتخاب کرنا اور پھر انہی پر اصرار کرنا اور پھر ان سب بدعات کو خدا کی طرف سے معین بتلانا کیا یہ خدا پر افتراء کرنا نہیں؟ مگر دیکھئے مولوی نعیم الدین صاحب کس سینہ زوری سے اس آیت سے گیارہویں شریف اور توشہ کی شیرینی کو ثابت کر رہے ہیں۔

(۱) فرعون کے جادوگر جب ایمان لے آئے اور فرعون نے انہیں دھمکیاں دیں تو انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور کہا کہ ہم اپنے پروردگار کی طرف پلٹنے والے ہیں ـــــ کنز الایمان کے حاشیہ نگار کو یہاں عرس کرنے کی راہ ملی، ارشاد فرمایا :۔

"اسی لیے بزرگوں کی وفات کو عرس یعنی شادی کہتے ہیں کہ وہ محبوبوں کی ملاقات کا ذریعہ ہے"[2]

یہاں کہاں عرسوں کا ذکر تھا؟ مگر مفتی صاحب کا کمال دیکھئے کس ہوشیاری سے عرسوں کو ثابت کر دکھایا اور اس میں محبوبوں کی ملاقاتوں کی راہ بھی نکال لی، عرسوں پر کیا کچھ نہیں ہوتا مگر محبوبوں کی ملاقاتیں ان سب پر سبقت لے گئی ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے پیرو علمِ تفسیر کو کس بام عروج پر لے گئے اور کنز الایمان کو کیا چار چاند لگا دیئے ہیں۔

(۲) حضرت عیسیٰ بن مریم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی :۔

---

[1] خزائن العرفان ص ۲۵۶ [2] نور العرفان ص ۲۸۸

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ ۔ پ ۷ س المائدہ ، آیت ۱۱۴ -

ترجمہ : اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے واسطے عید رہنے اور نشانی ہو رہے تیری طرف سے ۔"

قوم موسیٰ پر اس سے پہلے من و سلویٰ اتر چکا تھا حضرت مسیح علیہ السلام کی اس دعا میں یہ بات پیش تھی کہ ان کے حواری اللہ کی قدرت کا کھلا نقشہ دیکھیں اور یہ ان کی نبوت و صداقت کا نشان ہو۔ "کنز الایمان" کے حاشیہ نگار میاں بھی اپنی بات سے باز نہ رہ سکے جھٹ مسئلہ تبرک کو لے آئے ۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں ۔

" خیال رہے کہ اس آیت کریمہ میں دسترخوان سے کھانے غذائً یا دواءً کھانا مقصود نہ تھا بلکہ تبرّکاً کھانا مقصود تھا ۔"

بریلوی علماء و مشائخ اپنے پیروؤں کو اسی کی روشنی میں تلقین کرتے ہیں کہ اب دسترخوان آسمان سے آنے سے تو رہا تم اچھے اچھے کھانے پکا کر خود ہمارے پاس ہی لے آیا کرو ہم انہیں تبرک بنادیا کریں گے جو بچ رہے وہ تمہارے لئے باعث برکت ہوگا ۔ اور اگر نہ بچا تو تم صابرین میں جگہ پاؤگے ۔

مفتی احمد یار صاحب اس آیت کا مطلب لکھتے ہیں ۔

" اس سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور کی ولادت کے دن کو عید میلاد منانا سنت پیغمبر سے ثابت ہے کیونکہ حضور پرنور کی ولادت مائدہ سے بڑی نعمت ہے ۔ نیز اس سے نعمتوں کی تاریخیں منانا ، انہیں بڑا متبرک دن کہنا جائز بلکہ سنت نبی ہے ۔ تقرر اور تعین بھی سنت ہے ۔ عیسائیوں کا بڑا دن اسی کی یادگار ہے ۔" نور العرفان ص۲۰۱

ولادت کا دن تو واقعی ہزار برکت کا دن تھا اور وہ تاریخ کا ایک ہی دن تھا ویسا دن ہر سال آتا ہے ۔ یہ مفتی صاحب کا ہی استنباط ہے ہم نہیں سمجھتے کہ اس دور کا کوئی دن کسی طرح اس دن کی برابری کر سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے ۔ بہرحال مفتی صاحب نے اپنی بات کہنی تھی چلادی ۔ ممکن ہے کوئی بریلوی پیرو کہہ دے کہ مفتی احمد یار کی بات چھوڑئیے مفتی

نعیم الدین مراد آبادی جنہوں نے ان سے پہلے کنز الایمان کا حاشیہ لکھا وہ ایسی بے تکی بات نہیں کرتے تھے
لو ان سے سن لیجئے۔ لیکن ایک بات پہلے سمجھ لیجئے۔

قرآن کریم میں جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کا بیان ہے اس سے مراد آپ کی بعثت اور پیغام نبوت کے لئے کھڑا ہونا ہے تاکہ کوئی قوم یہ نہ کہہ سکے کہ مَاجَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔ (پ۶ المائدہ آیت ۱۹) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو آپ کے بیانِ وحی کے ساتھ مربوط کیا تاکہ آپ کی تشریف آوری سے مراد آپ کی بعثت لی جائے۔ فرمایا

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ پ۶، المائدہ:

سورۂ توبہ کی آیت میں لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ میں اسی تشریف آوری کی خبر تھی مگر مفتی نعیم الدین صاحب بھی یہاں اپنی بات کہنے سے نہ رہ سکے۔

"آیت کریمہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری یعنی آپ کے "میلادِ مبارک" کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کرکے فرمایا۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد پاک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔" خزائن العرفان، ص ۲۸۷۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے خاندان کا ذکر فرمایا اور حسب و نسب کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس خاندان میں سے بنایا ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اچھے خاندانوں میں آتے رہے ہیں۔ اس میں اپنی پیدائش کا کوئی بیان نہیں حتیٰ کہ پیدائش کے دن تک کا کوئی ذکر نہیں۔ جامع ترمذی میں بس اتنی بات تھی[1] جسے مفتی نعیم الدین صاحب نے میلاد شریف بنا دیا اس پر محفل میں قیام کرنے کا ثبوت بھی فراہم کیا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے خاندان کا ذکر فرما رہے تھے اس وقت ایک صحابی بھی نہ کھڑا تھا چہ جائیکہ محفل میلاد میں سب صحابۂ کرام قیام میں کھڑے ہوں اور میلاد کا قیام ہو رہا ہو۔

---

[1] جامع ترمذی، ج ۲، ص ۲۰۱ : باب ما جاء فی فضل النبیؐ۔

مولانا احمد رضا خان

عمل و کردار کی کسوٹی پر

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ کھول کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے
احمد رضا خان

اثر خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

عمل و کردار کے آئینے میں

مولانا احمد رضا خاں کی عملی زندگی کی ایک جھلک

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد!

ماں باپ کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے والدین تقویٰ و ریاضت میں کس حد تک ممتاز تھے اس کے لیے یہ انکشاف کافی ہے:

> اعلحضرت دس شوال بروز ہفتہ ۱۸۵۶ء کو پیدا ہوئے ان کے والد مولوی نقی علی خاں بھی بڑے عالم اور بزرگ شخص تھے، نوجوانی کی عمر میں ۱۸۷۷ء گویا ۲۱ سال کی عمر میں دونوں باپ بیٹے بیک وقت شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت وخلافت اور سند حدیث حاصل کی [1]

والد صاحب کا اس بڑی عمر تک کسی بزرگ کی بیعت نہ کرنا اور پھر باپ بیٹے کا ایک ہی مجلس میں مارہرہ جاکر بیعت ہونا اور اسی وقت دونوں کا خلافت لے لینا اور پھر بغیر حدیث پڑھے سنائے سند حدیث بھی ساتھ ہی لے لینا باپ بیٹے دونوں کی کھلی کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟ حضرت پیران پیر کی بھی بیعت اور خلافت کا دن بھی ایک نہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اعلحضرت کو عجیب مقام دیا تھا کہ ایک ہی دن دونوں کام ہوگئے۔ مولانا شاہ آل رسول کا آستانہ بیعت بھی بہت فیاض تھا کہ

---

[1] امام احمد رضا نمبر ص۲۱۷

ایک ہی دن میں اجازت مرحمت فرمائی ، اور باپ بیٹے دونوں کا کام کر دیا۔

آپ کی والدہ صاحبہ بھی محبتِ خداوندی اور جذبہ حسنات میں بہت آگے نکلی ہوئی تھیں مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حج کا سفر کیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے روحانی جذب کی ایک جھلک والدہ کی اس وصیت میں ملتی ہے جو آپ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کی تھی :

"حج فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی میں پھر دوبارہ حج کا ارادہ نہ کرنا" [۱]

حج نہ ہوا گویا مصیبت تھی جو ذمہ سے اُتری، اس احساس کی داد دیجیے اور آئندہ حج نہ کرنے کی نیت پر بھی سر دُھنیے، یہ اہلِ کمال کی ایک ادنیٰ جھلک ہے ۔

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش کس محلے میں تھی

مولانا احمد رضا خاں کی رہائش بریلی میں کس علاقے میں تھی اور وہاں اور کس قسم کے لوگ رہتے تھے اس کا پتہ مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے، مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں فتاویٰ رضویہ کے شروع میں درج ہے :

"چار سال کی عمر میں ایک دن بڑا سا کُرتا پہنے باہر تشریف لائے تو چند بازاری طوائفوں کو دیکھ کر کُرتے کا دامن چہرہ مبارک پر ڈال دیا، یہ دیکھ کر ایک عورت بولی، واہ میاں صاحبزادے! آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا، آپ نے بغیر ان کی طرف نگاہ اُٹھائے برجستہ جواب دیا ، "جب آنکھ بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے"۔ آپ کے اس عارفانہ جواب سے وہ سکتہ میں آگئی"۔ [۲]

---

[۱] امام احمد رضا نمبر ص ۳۴۴ [۲] فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۶ شائع شدہ از لائلپور

چھوٹی عمر کے بچے اپنے محلّوں میں ہی اس آزادی سے گھومتے ہیں اس عمر کے بچے دوسرے محلّے میں اکیلے نہیں جاتے، سو یہ بات واضح ہے کہ یہ بات مولانا نقی علی خاں کے اپنے محلّے کی ہی ہے، اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ بڑے شہروں میں بازاری عورتیں عام آبادیوں میں نہیں رہنے دی جاتیں، ان کے محلّے علیٰحدہ ہوتے ہیں، شہری انتظامیہ اسے عام شہریوں کی اخلاقی عزت کے خلاف سمجھتی ہے کہ بازاری عورتیں شہر کی عام آبادیوں میں رہائش اختیار کریں۔

مذکورہ روایت میں چند طوائف کا اس جگہ آزادی سے گزرنا مذکور ہے، وہیں ایک بچہ بھی اس بے تکلف حالت میں انھیں ملتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ کی رہائش کس قسم کے ماحول میں تھی اور وہاں کس قسم کے لوگ رہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ان طوائف کی عادات سے پوری طرح واقف تھے۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ طوائف کے ہاں جاکر میلاد پڑھنا اور اس کی اس حرام آمدنی سے خریدی شیرینی پر فاتحہ کنا کیسا ہے؟ اس پر آپ نے تحریر فرمایا :

"اس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے مگر جب کہ اس نے مال بدل کر مجلس کی ہو اور یہ لوگ جب کوئی کارِ خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کرتے ہیں اور اس کے لیے کسی شہادت کی حاجت نہیں، اگر وہ کہے کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے اور وہ قرض اپنے مالِ حرام سے ادا کیا تو اس کا قول قبول ہوگا بلکہ اگر شیرینی اپنے مالِ حرام سے خریدی اور خریدنے میں اس پر عقد و نقد جمع نہ ہوئی اگر ایسا نہ ہوا تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی" [۱]

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ کہنا کہ یہ لوگ جب کوئی کارِ خیر کرنا چاہتے ہیں تو ایسا

---

[۱] احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۴۵

ہی کرتے ہیں اور اس پر کسی تحقیق کی ضرورت نہیں، تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا ان کے ہاں بشریتی کے لیے عام آنا جانا ہو اور آپ ان کی عادات کو پہچانتے ہوں، ظاہر ہے کہ آپ کی اپنی شہادت کے ہوتے ہوئے اور کسی شہادت کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے

مولانا احمد رضا خاں سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ "رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں"۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا :

"اس کا اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں، رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں، باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا" [۱]

۱۳۳۹ھ میں ایک دفعہ جوبلی باغ بریلی میں مولانا محمد علی جوہر کی تقریر تھی، تحریک خلافت کا زور تھا، مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ جلسے میں موجود مسلمانوں کو نماز کی ترغیب دینا کیسا رہے گا، اس پر مولانا نے لکھا :

"نماز کی ترغیب ہر وقت اور ہر حال میں ہونی چاہیئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو" [۲]

مولانا محمد علی جوہرؒ کی مجلس کیا ناچ کی مجلس کے برابر تھی کہ مولانا احمد رضا خاں جھٹ ناچ پر آ گئے ؛ اس بے تکلفی اور طرز کلام سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ سب اس ماحول کے اثرات تھے جہاں مولانا احمد رضا خاں کی رہائش تھی۔

یہ اسی محلے کا اثر تھا کہ مولانا نقی علی خاں صاحب اس بڑی عمر تک کسی صاحب نسبت بزرگ سے بیعت نہ ہو سکے تھے، مولانا احمد رضا خاں فتویٰ تو تیرہ سال کی عمر میں دینے لگے لیکن

---

[۱] ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۳۰ [۲] مطلب یہ تھا کہ لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے سے خلافتی تقریر میں کچھ نہ کچھ خلل ضرور ڈالا جاسکے گا۔ مولانا احمد رضا خاں تحریک خلافت کے خلاف تھے اس لیے یہ باہمی مشورہ ہو رہا تھا [۳] فتاویٰ رضویہ صفحہ ۱۰۴

مارہرہ میں اکیس سال کی عمر میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے اور وہ بھی والد کے کہنے پر، ماحول کے اثرات واقعی بہت گہرے ہوتے ہیں۔ اور یہاں تو بازاری عورتوں کا ہی ماحول تھا۔

مولانا رضا علی خاں کیسے رنگے گئے

ہولی کا دن تھا، ہندو ایک دوسرے پر رنگ پھینک رہے تھے، ایک ہندو فاحشہ کے رنگین ہاتھ مولانا احمد رضا خاں کے دادا مولانا رضا علی خاں پر اٹھے اور حضرت بھی رنگے گئے۔ حضرت کیوں اس کا شکار ہوئے؟ صرف اس لیے کہ اس محلے سے گذرتے تھے۔ اگر یہ ان کا اپنا یا قریب کا محلہ نہ ہوتا تو مولانا کو اس سے گذرنے کی کیا ضرورت تھی، وہاں سے گذرنے کی صورت کچھ بھی ہو اس میں شبہ نہیں رہتا کہ حضرت ان کوچوں سے اچھی طرح آشنا تھے اور انہیں ان لوگوں کے طور و طریق کی پوری خبر ہوتی تھی۔ اس فاحشہ کو دیکھ کر حضرت کا جذبہ شفقت ابھرا اور آپ سیدھے اس کے کوٹھے پر جا نکلے اور وہاں قرآن کریم کی تلاوت فرمائی۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سوانح حیات میں لکھا ہے

> "ہولی کا زمانہ تھا ایک ہندنی بازاری طوائف نے بالاخانے سے حضرت پر رنگ چھوڑ دیا ایک جوشیلے مسلمان نے دیکھتے ہی بالا خانہ پر جا کر تشدد کرنا چاہا مگر حضور نے اسے روکا اور فرمایا بھائی کیوں اس پر تشدد کرتے ہو۔ اس نے مجھ پر رنگ ڈالا ہے خدا اسے رنگ دیگا۔ یہ فرمانا تھا کہ وہ طوائف بیتابانہ قدموں پر آگر گر پڑی اور معافی مانگی اور اسی وقت مشرف باسلام ہوئی۔ حضرت نے وہیں اس نوجوان کے ساتھ اس کا عقد کر دیا " ۔
>
> (حیات اعلیحضرت، ص ۴)

جب وہاں کوئی اور شخص نہ تھا تو نکاح گواہوں کے بغیر کیسے ہوا اور زنا خانے میں خطبہ نکاح میں قرآن کریم کی تلاوت کیسے کی گئی؟ یہ امور اس وقت ہمارا موضوع نہیں ہیں۔ انھیں بریلوی ہی جانیں۔

نواب صاحب کے خاص پلنگ پر

رامپور کے نواب کلب علی خاں صاحب شیعہ حلقوں میں بہت معروف ہیں علمی اور ادبی ذوق رکھتے تھے، نوجوانوں سے ملنے کا انھیں بہت شوق تھا، "المیزان" میں ہے :

"انھیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہُوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے فراغت حاصل کر لی ہو، جب حضرت (مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انھوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے" [۱]

ہاں نواب صاحب انھیں اپنے پلنگ خاص پر کیوں لے گئے، اس پر مرزا غالب کی یہ سند کافی رہے گی۔

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیئے غیر سے تہی
سُن کے ستم ظریف نے مجھ کو اُٹھا دیا کہ یُوں

ماما میاں پیلی بھیتی لکھتے ہیں کہ بچپن میں بھی آپ کے استاد مرزا غلام قادر بھی (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) اعلٰحضرت کے بہت شیدا تھے اور آپ پر قربان ہوتے تھے، اعلٰحضرت کے یہ استاد اعلٰحضرت پر جان چھڑکتے تھے [۲]

جواب کی لذت

فتاوٰی رضویہ کی مذکورہ سابقہ روایت کے مطابق آپ نے ان طوائف کو جو چُلبلا جواب دیا اس پر آپ کے سوانح نگار ماما میاں پیلی بھیتی نے یہ سُرخی قائم کی ہے "جواب کی لذت" [۳]

---

[۱] امام احمد رضا نمبر ص۳۳۳ [۲] سوانح اعلٰی حضرت ص۳۰ [۳] ایضاً ص۱۱

اس سے پتہ چلتا ہے کہ "ایں خانہ ہمہ آفتاب است"۔ گویا مولانا احمد رضا خاں صاحب جب ان طوائفوں سے بات کر رہے تھے تو جواب میں وہ خاصی لذت پا رہے ہوں گے، اس کا اس طرح کھلا اقرار کرنے کی آخر کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ سوانح نگار کو احتیاط کرنی چاہیے تھی ہم حیران ہیں کہ مولانا کے پیروان کے اس چلبلے پن کو کیوں اس فخریہ انداز میں ذکر کرتے ہیں گویا طوائف سے بات کرنا اور اس سے لذت لینا خاں صاحب کے ہاں ایک بڑی بات تھی۔
ولد الزنا کے پیچھے نماز پڑھنے کو کس عالم نے اولیٰ کہا؟ خانصاحب یہاں بھی ان لوگوں کی رعایت کئے بغیر نہ رہ سکے فرمایا

"یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں[1]۔"

غور کیجئے خانصاحب کے ان فتووں کی شیرینی ان لوگوں کو کہاں تک محسوس ہوتی ہوگی۔ آپ نے ستر کا مزاج بگڑنے کی بات کہی تو طوائف کس طرح لذتِ کلام میں جھوم اٹھیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی چلبلی طبیعت

اس ماحول نے مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت چلبلی بنا دی تھی۔ مرزا غلام قادر صاحب کی وارفتگی اور نواب صاحب کے پلنگ نے انھیں بہت زندہ دل بنا دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ فحش شعر بھی کہہ لیتے تھے:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کی بہار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر[2]

آپ کے ان فحش اشعار پر جناب مسعود احمد صاحب کے والد مفتی مظہر اللہ صاحب یوں تبصرہ کرتے ہیں:

---

[1] احکام شریعت ج ۲ ص ۲۹۶ [2] حدائق بخشش حصہ سوم ص ۳۷۔ مولانا حشمت علی کے بھائی لکھتے ہیں کہ انھوں نے یہ اشعار اعلحضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے (ماہنامہ سنی لکھنؤ ۔۔ ۲۰۲)

"ہو سکتا ہے کہ فاضل موصوف کی چلبلی طبیعت سے ان عورتوں کے حق میں یہ کلام صادر ہوا ہو لیکن وہ ان کو طبع نہ کرانا چاہتے ہوں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو دوسرے کو کیا حق ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ان کو شائع کرائے" [۱]

بریلوی مذہب والوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طبیعت پر یہ تبصرہ نہایت نامناسب الفاظ میں کیا ہے انھیں مولانا کی اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیئے تھا نہ کہ ان کی اس طرح تشہیر کریں (سچ ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے سوانح نگار آپ کی اس قسم کی باتوں کو تو نقل کرتے ہیں لیکن کام کی کوئی بات ذکر نہیں کرتے۔

سیرت میں صوفیہ کا کوئی رنگ نہیں

ہم "المیزان" کے احمد رضا نمبر کی اس تصریح سے اتفاق کرتے ہیں۔
"سوانح نگاروں نے اعلحضرت کی صوفیانہ زندگی، عشقِ رسولؐ، سوزِ جگر حزن و ملال اور کیفیتِ قلبی، سرورِ باطنی، احتیاطِ ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہ کیا" [۲]

مضمون نگار کو اس پر افسوس نہ کرنا چاہیئے، کچھ ہوتا تو سوانح نگار ذکر کرتے، آپ کی رہائش جس علاقے میں تھی اس کا لازمی اثر تھا کہ آپ کی طبیعت چلبلی سی رہے اور عشق رسولؐ میں کہیں آپ کی کیفیت قلبی اور اسرارِ باطنی کا پتہ نہ ملے، یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے مارہرہ شریف کے آستانہ بیعت پر حاضری دی تھی لیکن یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ مرشد مرید سے

---

[۱] فتاویٰ مظہری ص ۳۹۲ مفتی صاحب کا یہ جملہ کہ اکثر ایسا ہوتا ہے مولانا کی پرائیویٹ زندگی کی وضاحت کرتا ہے۔

[۲] امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۷

کس قسم کی فرمائشیں کیا کرتے تھے۔ اور مرید کس شوق سے انھیں پورا کیا کرتے تھے۔

مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش

مرشد کی اپنے اس مرید خاص سے کس قسم کی فرمائشیں تھیں؟ اس کے لیے "المیزان" کے احمد رضا خاں نمبر کو دیکھیے:

"سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلحضرت سے رکھوالی کیلیے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلحضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کو دیکھ بھال کے لیے بذاتِ خود دیے۔" [1]

پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو کتے پالنے کا بھی شوق تھا یا کتے پالنے والوں کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے، تبھی تو مرشد گرامی نے آپ سے ان کی فرمائش کی تھی، مرشد گرامی کی مالی حالت معلوم ہوتی ہے بہت مضبوط ہوگی تبھی تو اس کی حفاظت کے لیے مرشد و مرید دونوں کو کتوں کی فکر تھی، جب توجہ ہی ان جیسے امور کی طرف ہو تو طریقت کی منزلیں کیا طے ہوں گی، بریلوی علماء اعتراف کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی سیرت پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں صوفیہ کرام کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی:

"جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے" [2]

سلوک کی راہ پر کبھی چلے ہوتے تو پگڈنڈی بھی نظر آتی، اب اس پر افسوس کیوں ہو رہا ہے؟

خرقۂ خلافت بلا ریاضت ملا یہ صحیح ہے کہ آپ مارہرہ شریف کی

---

[1] امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۹ [2] ایضاً ص ۲۱۸

گدی سے خرقۂ خلافت پا چکے تھے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنے مرشد کی زیرِ تربیت واقعی کوئی سلوک کی منزلیں طے کی ہوں گی، مولانا احمد رضا خاں اس لائن کے ہی نہ تھے کہ انھیں طریقت میں چلنے کا کوئی موقع ملتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ پھر پیرِ طریقت نے خلافت کیسے دے دی تو اسے خود انہی حضرات کی زبان سے سُنیے اور اعلحضرت کی بزرگی پر سر دُھنیے :

"آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی" [1]

ساری عمر زیارت نہ ہُوئی

یُوں تو مولانا احمد رضا خاں نے ایسے خواب بھی سنائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اُن کے مقتدی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کو زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہُوئی تھی، ایک جگہ خود فرماتے ہیں :

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا [2]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے موت کے بعد ہی آپ کی زیارت نصیب ہو سکے گی، اس سے پہلے کسی حالت میں ممکن نہیں۔

بریلوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہُوئی تھی اور اسے وہ اپنی خاص محفلوں میں بڑے فخر سے ذکر کرتے ہیں، ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ زیارت ہونے کی روایت کہاں تک درست ہے لیکن اگر وہ روایت صحیح ہے، جو مولانا

---

[1] امام احمد رضا نمبر صفحہ ۳۶۷ [2] حدائق بخشش حصہ اول صفحہ ۵

احمد رضا خاں نے خود بیان کی ہے تو اس کا اگلا حصّہ بھی ضرور بیان کرنا چاہیئے کہ جب زیارت ہوئی تو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو کیا فرمایا تھا: (فضول بکنا[1])

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی نماز

اسلام میں کلمہ شریف کے اقرار و تصدیق کے بعد بہترین عمل نماز ہے، نماز دین کا ستون ہے، خدا سے مناجات ہے، مومنوں کی معراج ہے، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اولیاء مقربین نماز فرض کے علاوہ نفلوں کو بھی اسی ذوق اور فکر سے ادا کرتے ہیں جیسے انھیں فرضوں کی ادائیگی کی فکر ہوتی ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

> "مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے" [2]

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں صاحب اس یادِ الٰہی میں کہاں تک جذب تھے اور عاشقِ رسول کے لیے نماز کہاں تک آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔

سُنّت معاف نفل صاف

مولانا احمد رضا خاں (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے) لکھتے ہیں:

> "میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سُنّتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمدللہ سُنّتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں" [3]

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۲۳۲ [2] الفتح الربانی مجلس ۲۱ صفحہ ۲۴۶ [3] ملفوظات حصہ دوم صفحہ ۴۵

معلوم ہوتا ہے مولانا سنتِ مؤکدہ کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے، معلوم نہیں فقہا
کرام نے کہاں فتویٰ دیا ہے کہ اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے بے شک سنتِ موکدہ بھی چھوڑ دو
رہا نماز تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنتِ کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ
... میں کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے، مولانا کی نماز تہجد تو پھر
... ں ہی پڑھتا ہوگا۔ یا مرزا غلام قادر پڑھتا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس دن سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام ہی یہ ہوتا ہے
... نسان سے پہلے مستحبات و نوافل وغیرہ چھڑواتا ہے پھر اس کے لیے آگے چلنے کا راستہ بڑا ہموار
... تا ہے۔

ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت و سلوک کی کپڈنڈی اگر کہیں نظر نہ
... ئے تو "المیزان" کے مضمون نگار اعجاز[1] لائبریرین کو شکوہ نہ ہونا چاہیئے تھا۔

بریلوی مذہب کے لوگ ممکن ہے کہ مولانا کی طرف سے یہ کہیں کہ آپ نے گو نفل چھوڑ
دیئے تھے لیکن آپ کی فرض نماز بہت بلند شان تھی، اس میں نفلوں کی کمی سب ادا ہو جاتی تھی
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کی فرض نماز کا نمونہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ اس سے بریلویوں
کی عام نمازوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

فرض نماز میں نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا

بریلویوں کے مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ :

"ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے
میں معتکف ہوا، جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا

---

[1] دیکھیے امام احمد رضا نمبر ص ۲۱۸

نے بھی اعتکاف فرمالیا، قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے
وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے
مَیں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا، تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے
اور مجھ سے کہنے لگے، آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؛ مَیں نے
کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور
تو اب پڑھ رہے ہیں . . . .

مَیں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی
ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں. نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمد رضا
نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکت نفس سے میرے انگرکھے
کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں
سے نہیں کہا اور گھر میں جاکر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے
پڑھ لی"۔ [1]

احتیاط کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوئی تو اب یہ نماز
لائق ادا ہو جائے، اس صورت میں کیا مقتدیوں کی نماز بھی احتیاطاً دوبارہ نہ ہونی چاہیئے تھی؟
اگر یقین تھا کہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے تو پھر احتیاطاً دوبارہ کا کیا مطلب تھا؟ یہ اس وقت
موضوع سخن نہیں، اس وقت اپنے قارئین کو صرف یہ تبلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب
کی فرض نمازوں کی رمضان المبارک میں کیا شان تھی کہ نفس کی حرکت سے انگرکھے کا بند
ٹوٹتا تھا۔

اللہ اللہ مسجد میں نماز کا یہ حال ہے تو حجرے میں نماز کا کیا حال ہوگا، یہ لال خاں کو

---

[1] المیزان امام احمد رضا نمبر ص۲۳۴ - فرض نماز کی ادائیگی مولانا کی عجیب فقہی شان ہے۔

ہی معلوم ہوگا۔ لال خاں کا ذکر مولانا کے سوانح میں اور جگہ بھی ملتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر کہ بے شک نماز بے حیائی اور منکرات سے روکتی ہے، نماز میں جس قدر خلوص وللّٰہیت ہوگی اتنی ہی حیا اس میں زیادہ نمایاں ہوگی اور نماز جس قدر خلوص وللّٰہیت سے دُور ہوگی اتنی ہی بے حیائی اُبھر اُبھر کر نظر آئے گی۔

اَب یہ فیصلہ آپ خود کریں کہ حضرت کی زیادہ توجہ کن مسائل پر تھی اور کون کون سے موضوع آپ کے زیادہ زیرِ تحقیق رہتے تھے ایک موضوع ملاحظہ ہو۔

عضو تناسل پر خاص تحقیق

"مرد کی شرمگاہ کے اعضا کو نو ۹ ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مُستند ومعتبر کتب فقہیہ اور فتاوے کے حوالہ سے ۸ شرمگاہ کے اعضا کو مدلل ومحقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضا نو (۹) ہیں۔" [۱]

گاؤں کی اٹھارہ سالہ لڑکی پر نگاہ

حدیث کی رو سے غیر محرم عورت پر خود نگاہ کرنا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

"مَیں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی اٹھارہ یا بیس برس کی تھی، ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس سے نہ چھڑایا تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زورآور تھی بچھاڑتی تھی اور سینے پہ چڑھ کر دُودھ پینے لگتی۔" [۲]

غیر محرم عورت کو خود دیکھنا اور اس کی ماں کی چھاتی پر بھی نگاہ ڈالنا اور بار بار

---

[۱] امام احمد رضا نمبر ص۲۱۲ لال خاں نے اعلیٰحضرت کے سامنے عجیب موضوع پیش کر رکھا تھا [۲] ملفوظات حصہ سوم ص۵۸

مشاہدہ کرنا کہ ماں ہر چند اسے منع کرتی ہے اور وہ رکتی نہیں انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی نماز ابھی پوری شان سے قائم نہ ہوئی ہو ورنہ نماز تو بے حیائی سے روکتی ہے۔

آہ یہ وہی آنکھیں ہیں جو بچپن میں غیر محرم کے چہرے سے بچتی تھیں اب جوانی میں غیر محرم چھاتیوں سے بھی نہیں چوکتیں، مولانا کی پانچ سال کی عمر تھی والدہ نے لمبا کرتا پہنا رکھا تھا تاکہ ستر پردے میں رہے باہر کچھ طوائفیں ملیں آپ نے فوراً کرتے کا دامن آنکھوں پر رکھ لیا (اور ستر کھول دیا) اور فرمایا :

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے
تو ستر کا مزاج خراب ہوتا ہے"۔ [۱]

یہ ٹھیک ہے کہ آپ بچپن میں غیر محرم پر نظر کرنے سے بچتے تھے لیکن سوال یہ ہے کہ پانچ سال کے بچے کو کیسے پتہ تھا کہ ستر کا مزاج بگڑتا بھی ہے خود بالغ نہ تھے کہ ان حالات کو خود سمجھتے ہوں، والد صاحب نے بتایا ہو قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا ان پر یہ راز اس عمر میں کس نے کھولا، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے استاد مرزا غلام قادر (برادر مرزا غلام احمد قادیانی) نے آپ کو ان حالات سے آشنا کیا ہو۔ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے :

" اعلحضرت کے یہ استاد اعلحضرت پر جان چھڑکتے تھے " [۲]

ہم نے بہت سے بریلوی علماء سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو پانچ سال کی عمر میں ستر کا مزاج بگڑنے سے کس کس نے آشنا کیا تھا مگر افسوس کسی نے اس باب میں ہماری رہنمائی نہیں کی، ہم نے محض اندازے سے لکھا ہے کہ شاید وہ صاحب مرزا غلام قادر ہوں (جو مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے) ہو سکتا ہے کہ کوئی اور صاحب ہوں یا یہ سب لوگ ہوں۔ اور ان میں لال خاں بھی ہو۔ نواب جیسا کہ پلنگ پر جانے کی بات آگے لکھی ہے۔

---

[۱] سوانح اعلحضرت ص۱۱ ، [۲] ایضاً ص۳۰ چھڑکتے کا لفظ معنی خیز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی مالی پوزیشن

حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی مالی پوزیشن کیسی تھی اس کے لیے چند حقائق سامنے رکھیے، آٹھ گاؤں کے مالک تھے[1]، آپ کے جدِّ اعلیٰ لاہور کے شیش محل کے مالک تھے مولانا احمد رضا خاں کے والد نقی علی خاں اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔

مولانا کے کھانے کا دسترخوان عام طور پر اس قسم کے کھانوں پر مشتمل ہوتا تھا اور ان کے لیے بطیبِ خاطر ممکن تھا کہ اس قسم کی دعوت ہفتہ میں دو تین بار ہو جایا کرے۔

دودھ کا برف، مرغ کی بریانی، بکری کے گوشت کا پلاؤ، شامی کباب، گوشت بھری کچوریاں، اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، پراٹھے، بالائی، فرینی، سیب کا پانی، انار کا پانی وغیرہ[2]

کبھی زکوٰۃ نہیں دی

اس اچھی مالی پوزیشن کے باوجود مولانا احمد رضا خاں کا اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ کے دوسرے حکم پر کہاں تک عمل تھا اسے ملاحظہ کیجیے:

"ایک دفعہ آپ نے فرمایا میں نے کبھی ایک پیسہ زکوٰۃ کا نہیں دیا"[3]

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی سعادت تبھی ملتی ہے جب انسان خود لالچ میں نہ گھرا ہو، دوسروں کے مال پر نظر نہ رکھے، مگر جو علماء لوگوں سے فتویٰ دینے کی قیمت مانگیں اور دینی رہنمائی کا معاوضہ طلب کریں وہ خود کہاں تک دینی کاموں میں خرچ کرتے ہوں گے۔

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کو ایک دفعہ شیعوں نے بہت تنگ کیا وہ چند سوالات

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص۔ [2] ملخص از وصایا شریف مولانا احمد رضا خاں ص۸ [3] المیزان احمد رضا نمبر ص۳۳۶

لے کر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے پاس آئے تاکہ ان سے مسائل پوچھ کر شیعوں کو جواب دے سکیں ۔ مگر مولانا احمد رضا نے ان سے بڑی بھاری فیس طلب کی ۔

مسائل بتانے پر بھاری فیسیں

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں :

"مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو (حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی) جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیئے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی رقم کی کیا ضرورت ہے ؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے" [1]

ایک ہی سائل پر ان تمام کتابوں کی قیمت کا بوجھ ڈالنا یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کتابیں تو بالآخر مولانا کے پاس ہی رہنی تھیں سائل نے ساتھ نہیں لے جانی تھیں، دینی مسائل جاننے کے لیے اگر اتنی بھاری بھاری فیسیں ادا کرنی پڑیں تو پھر غریب بیچارے تو مارے مارے ہی پھریں گے نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انگریزوں سے گرانٹ لینے کا فتویٰ

مال کا طالب کبھی سیر نہیں ہوتا، ہر وقت ننانوے کے چکر میں مبتلا رہتا ہے کہ کب اسے سو پورا کر کے اگلے چکر میں داخل ہو، مولانا احمد رضا خاں کی ضرورت جب ان بھاری فیسوں سے پوری نہ ہوتی تھی تو آپ نے فتویٰ جاری کیا کہ مدارس کی امداد کے لیے انگریزوں سے گرانٹ

---

[1] تذکرۃ خلیل ص ۱۶۱

لینا جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ انگریزوں کے خلاف ہرگز نہ تھے۔

کھانے پینے کا ذوق

مولانا احمد رضا خاں صاحب کو کھانے پینے کا بہت شوق تھا، کھاتے پیتے تو سب ہی ہیں لیکن شوق و ذوق کچھ اور شے ہے، آپ نے وفات سے پہلے لذیذ کھانوں کی جو فہرست مرتب کی اور اس آخری وقت میں بھی کھانوں کی لذت کو نہ بھولے اس سے آپ کے ذوق و شوق کا پتہ ملتا ہے ایک شاعر نے تو اسی موقع پہ کہہ دیا تھا:

کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے
ہاں وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھ کر

اسی جماعت کے ایک پیرو مولانا محمد عمر اچھروی بھی تھے، آپ نے حنفیت کے معیار پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض عنوانات یہ ہیں:

فضیلت جمعرات [1]　　　　فضیلت گوشت [2]
فضیلت دودھ [3]　　　　پراٹھے پکا کر بزرگوں کی نذر کرنا [5]
فضیلت حلوا و شہد [4]

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

"شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے۔" [6]

یہ تو مرید کا اجتہاد تھا اب پیر کا اجتہاد بھی سنیے اور ان مجتہدین کی شان اجتہاد پہ سر دھنیے:

---

[1] مقیاس حنفیت ص ۵۰۵ [2] ایضاً ص ۵۰۹ [3] ایضاً ص ۵۱۰ [4] ایضاً ص ۵۱۱ [5] ایضاً ص ۵۱۱ [6] نور العرفان ص ۱۵

"نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے
جیسے زردہ یا حلوہ یا خشکہ یا دہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کرلی گئی ہوں" [۱]

ان عنوانات سے اور اس قسم کے استنباط سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے، کہ بریلوی مذہب کس چیز کا نام ہے، آج بھی بریلوی مسلک کے علماء زیادہ تر انہی لذیذ کھانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ملیں گے۔ ماہنامہ "المیزان" بمبئی اپنے ہم مشرب علماء کا شکوہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

"یا پھر امام احمد رضا کا نام لے کر "شکم پروری" میں مبتلا ہیں" [۲]

یہ بریلویوں کا ایک دوسرے سے اندرونی شکوہ ہے ہم ان کے اختلاف میں دخل دینا نہیں چاہتے، ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی جو فہرست ترتیب دی اس سے ان کے کھانے کے ذوق شوق کا پتہ چلتا ہے، آپ نے مندرجہ ذیل لذیذ کھانوں کی وصیت فرمائی تھی:

"اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے بالائی فیرنی، ارد کی پھریری دال مع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف" [۳]

مولانا ظفر علی مرحوم نے اسی پر فرمایا تھا ؎

تربت احمد رضا خاں پر چڑھاوا ہے فضول
جب تک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

---

[۱] فتاوی رضویہ جلد ۴ صفحہ ۲۳۶، [۲] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۴۶، [۳] وصایا شریف صفحہ ۸ ادرک اسلئے تھا کہ حضرت کو مزار شریف میں کہیں بادی نہ ہو جائے۔ اس کے بغیر ارد کی پھریری دال ہضم بھی تو نہیں ہو سکتی تھی۔

سادہ زندگی بسر کرنے، قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے اور تقویٰ و ریاضت اختیار کرنے سے اخلاق فاضلہ کی دولت ملتی ہے، اخلاق رذیلہ چھوٹ جاتے ہیں اور انسانی زندگی پر ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے، انسان کی زبان میں شرافت اور گفتگو میں حیا آجاتی ہے۔

مولانا کی اخلاقی زبان

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؛ اس کا جواب یہ ہونا چاہیئے تھا کہ نہیں۔ اسلام میں کسی کو دھوکا دینا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا جواب سُنیے اور انداز تخاطب پر داد دیجیے :

بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا" [1]

انسان کو بغیر اس کے کسی قصور کے جانور بنا دینا کون سی خوش اخلاقی ہے، یہ مسئلے کا جواب ہے یا اس بیچارے پر طعن و تشنیع کا انبار ہے، جو لوگ علماء سے شرعی رہنمائی چاہیں ان سے اس قسم کی زبان استعمال کرنا کیا مجددانہ شان کے موافق تھی ؛

ایک صاحب کو جدید فقہ لکھنے کا شوق تھا، مولانا احمد رضا خاں اس کے خلاف تھے آپ اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

کہاں کا اسلام کیسی ملت مجوسیت کو نہال کیجیے
مزے سے الو کا گوشت کھا کر پھوپھی بھتیجی حلال کیجیے [2]

کعبہ شریف کے ضمن میں بدزبانی : شریف مکہ جس نے جنگ یورپ

---

[1] امام احمد رضا ص۱۷۱ [2] سیف المصطفیٰ ص۵۷

میں انگریزوں کا شرمناک ساتھ دیا تھا اور ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اس کے حق میں مولانا مصطفےٰ رضا خاں وعظ کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شریف نے باب کعبہ معظمہ پر اپنے گھوڑے کو سیٹی دیکر کب

پیشاب پاخانہ کرایا۔" [1]

مولانا اس میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم شریف مکہ کے خلاف کیوں جا رہے ہو، اس نے کعبہ میں اپنے گھوڑے سے پیشاب پاخانہ تو نہیں کرایا استغفراللہ کیسی گندی زبان ہے جو بیٹے نے باپ سے پائی۔

اس غلیظ استدلال میں کعبہ کے بالمقابل نجس چیزوں کو لانا معلوم نہیں۔ یہ لوگ کیسے برداشت کر لیتے ہیں اور تقدیس کعبہ انہیں اس زبان کے استعمال سے نہیں روکتی۔

علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب خالص الاعتقاد کی تمہید میں ان علما کے بارے میں جو علمائے دیوبند کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے تھے، لکھا ہے:

"شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان

کے اُدبار ضیق کو فراخی حوصلہ کی لے سکھائی ہے کہ چاہیں تو ایک

ایک منٹ میں اپنے مضمون کی "ایک ایک کتاب" کا جواب لکھ دیں" [2]

شریفہ ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو اور رشیدہ رمیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو کہا ہے، رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے اُدبار دُبر کی جمع ہے یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں۔ ضیق نہایت تنگ گذار راستے کو کہتے ہیں۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے۔ یہ تمام الفاظ آستانۂ بریلی کی بدزبانی کی کھلی شہادت ہیں۔

---

[1] حجۃ داہرہ ص۲۸ [2] خالص الاعتقاد ص۲

آپ سوچیں یہ زبان کس شریف انسان کی ہو سکتی ہے کچھ حضرت تھانویؒ کے بارے میں لکھا ہے :

"وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن
تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے" [1]

تین توڑے سے آپ کا اشارہ کدھر ہے، شریف حلقے اس کی تصریح کے گرانبار نہیں ہو سکتے۔ پھر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں جانوروں کی جفتی (INTERCOURSE) کا تصور قائم کر کے حضرت مولانا تھانویؒ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں :

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے — اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انھیں ٹکٹکائے جائیں گے — وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں — پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو — پیٹھ پر جا کے کان چھوڑیں گے [2]

ڈنڈا چکھانا اور پیٹھ پر جا کر کان چھوڑنا مولانا کے ذوقِ درونی کا پتہ دے رہے ہیں اس پر بھی چین نہ آیا تو آپ نے مولانا کو پھر ایک اور گالی دی :

اضرحبلیٰ من نتائج ردۃ — اشرف علی لعبۃ الصبیان
انھی جراءك فی الحسان عن العواء — انت انجی یا کلبۃ الشیطان [3]

(ترجمہ) ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے (اے حاملہ) تو اپنے پلّوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔ معاذ اللہ

اس زبان کے باوجود کوئی شخص مولانا احمد رضا خاں کو شریف انسانوں میں جگہ دے تو یہ اس کی بہت ہی بڑی مروّت ہوگی ورنہ حقیقت خود ظاہر ہے۔

---

[1] رماح القہار علی کفر الکفار ص۱ [2] حدائق بخشش حصہ سوم ص۹۲ [3] ایضاً ص۹۵

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :۔

حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی۔ بدایوں کو دو ہی کا جوتا بویا ملا تھا۔ رہے وہابیہ ورامپوری انہیں تین کا ملا۔[۱]

تین چوٹوں پر تین روپیہ انعام ——— فی چوٹ ایک روپیہ[۲]

کیا بازاری گفتگو ہے۔ خدارا فیصلہ کیجئے۔ کیا یہ علماء کی زبان ہے؟ کیا یہی ان کا درسِ اخلاقیات ہے؟ پھر صرف لفظ تین پر اکتفا نہیں کرتے۔ ان میں ایک کی اسطرح تعیین کرتے ہیں۔ تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیہ بھاگ[۳] تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر[۴]

اب خانصاحب آگے دیکھنے کی بھی دعوت دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ہمارے لگے تین پر پھر نظر ڈالیئے دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔[۵]

بریلی کے ان علمائے نامدار سے اور سنیئے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک موضوع کو تین شقوں (اجزاء) میں تقسیم کیا تھا۔ آپ اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا تھانوی کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

اگر بکمال بے حیائی اپنی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کرلے ..... الخ[۶]

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کانپتی ہے۔ لیکن خانصاحب اور ان کے شاہزادوں کی عملی اور اخلاقی حالت اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ حامد رضا خاں حضرت تھانوی کے لیئے مؤنث کے الفاظ اختیار کر کے پھر یہ بھی لکھ گئے۔

مسمات یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی۔[۷]

"اس (مولانا تھانوی) کی دوشقی میں اس تیسرے کا دخول"[۸]

---

[۱] اجلی انوار الرضا ص۳ [۲] مقتل کذب وکید ص۵۲ [۳] سد الفرار ص۱۱ [۴] ایضاً ص۱۵ [۵] وقعات … وقعات ص۵۲ [۶] ایضاً ص۲۸ [۷] ایضاً ص۴۶ [۸] ایضاً ص۱۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیئے آئے تھے۔ علماء کا کام حضورؐ کی اخلاقی تعلیم کو عـــام کرنا ہے، نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلودار گفتگو سے اپنے ذوق درونی کو تسکین دینا ـــــــ بریلی کے یہ شہزادے نفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں :۔

آپ معمول مجہول کا پیوند جوڑ کر دخول کی شکل آسان بھی کرلیں[1]

بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے نفظ دخول کی طرف منتقل ہو گئے۔ اور سنیئے :۔

تمہارا نام الف کے تلے لیں[2] ـــ ہے ہے آدھی ـــــ ہے ہے پوری نہ لی[3]

پھر اور سنیئے اور ان حضرات کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجئے :۔

[4] رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرے (گدھے) سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف چند سیا کر پٹ ہو جاوے[5]

اُف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے[6]

رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے جھینے کو پھر کا وا کاٹتی ہے[7]

سب پر ابلیس ایک طرح سوار ـــ دوسرا اور سماۃ کی گرہیں کھولتا ہے[8]

آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانۂ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں : "رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھڑائی پر اُترو، دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو۔"

---

[1] سد الفرار ص۲۵ [2] سد الفرار ص۲۹ [3] رسلیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے۔ اس سے حضرت مولانا تھانویؒ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے۔ [4] وقعات ص۱۱ [5] ایضاً ص۴۸ [6] ایضاً ۱۲

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شاہزادے تو ان الفاظ کو صرف پہلو دار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے۔ لیکن مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں :۔

ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیحضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست سفاہت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی [۱]

ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان و قلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں اگر کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی [۲]

خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا

حضرت مولانا معین الدین اجمیری جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

ان پہلو دار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیحضرت کے ساتھ سوء ظنی۔ ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ اعلیحضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلو دار لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلو دار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو ہے۔ [۳]

---

[۱] تجلیات انوار ص ۲۴ [۲] ایضاً ص ۲۵ [۳] ایضاً ص ۳۳

لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلقت
کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہوجائے
...... اعلیحضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے، وہ یہ کہ لفظ
خاص فحش کے لئے موضوع ہو[1]

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو صرف پہلودار الفاظ کے چٹخارے لیتے ہیں یا واقعی فحش گو ہیں۔ تاہم شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو علماء دیوبند میں سے نہیں۔ سلسلہ خیرآبادیہ کے مشہور بزرگ اور محدث تھے۔ ان کا فیصلہ ضرور ہدیۂ قارئین کئے دیتے ہیں:۔

ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں
صاف لفظوں میں مؤنث کہا گیا ہے۔ کہ جس کو سُن کر بازاری اوباش تک کانوں
پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بناء پر اعلیحضرت
کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش
کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پہ ہوتا ہے۔ جن کا صدور
آئے دن اعلیحضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے
تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لئے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیحضرت
کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا ایک طبقہ ہے۔[2]

اعلیحضرت کے بعد ان کے پیرو اس خاص میدان کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے علماء کے دائرہ سے کچھ آگے بھی قدم بڑھائے اور انگریزوں کے خلاف کام کرنے والے سیاسی کارکنوں پر بھی اس فحش گوئی کی کچھ مشق کی اور کچھ عربی الفاظ درمیان میں لاکر اپنے ذوقِ دروں کا اظہار کیا۔

---

[1] تجلیات ص۳۴ [2] ایضاً ص۳۶

فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی

اعلیحضرت فحش کلامی کے علاوہ بدزبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ بسا اوقات قرآن کریم کے الفاظ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔ ان کے پیروا سے آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے ——— اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اَشِر کہتے تھے۔ اَشِر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

سیعلمون غدا من الکذاب الاشر۔ پ۲۷ القمر آیت ۲۶

ترجمہ۔ عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اشر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا اور عملاً بڑائی مارنے والا ——— پہلے کو اشر قولی کہا اور دوسرے کو اشر فعلی ——— چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اشر کی یہ دو قسمیں نہ بتائی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس لیئے کہ اشرفعلی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پر چٹخارے دار قہقہہ لگا سکیں اور اس طرح اپنی مجلس کو باغ و بہار بنائیں ——— مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :۔

> کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک۔ کافر مرتد۔ خاسر کون تھا۔ سیعلمون غدا من الکذاب الاشر اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔ ، خالص الاعتقاد ص۴۴

خان صاحب کو نہ قادیانیوں میں کوئی اشر نظر آیا نہ شیعوں میں ——— کیوں ایسا دکھائی دیا ——— آپ نے اشر کا لفظی ترجمہ بھی نہ کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قولی اور فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان (مولانا) اشرف علی پر توڑ دی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خلاف بدزبانی

مولانا احمد رضا خاں فحش کلامی اور گندی زبان میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک مقام پر گالی دیتے ہوئے انھیں لفظ سنّت کا احترام بھی مانع نہ آیا۔ آپ ندوہ کے بارے میں فارسی میں لکھتے ہیں فارسی میں اس لیے لکھا کہ کچھ تو پردہ رہ جائے ورنہ بات کیا تھی لفظ سنت کی کھلی توہین تھی اور ایک کھلی گالی تھی :

اسپ سنّت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفخر می کنند ؎[1]

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہُوا، اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

سنت اور بدعت شرعی اطلاقات تھے، افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بدکلامی کے جوش میں یہاں لفظ سنت کی بھی توہین کر ڈالی اور بڑی بے حیائی سے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا ــــ کیا یہ اصطلاحاتِ دینی سے کھلا تلاعب نہیں ؟ اب آپ ہی بتائیں اصطلاحاتِ دینی سے کھُلا تلاعب کفر ہے یا اسلام ؟

کیا یہ وہ فکری کمال ہے جس کے بل بوتے آپ مجددِ وقت ہونے کے مدعی ہوئے؛ کیا یہی وہ فضیلت ہے جس نے اعلیٰحضرت کو یہ مقام بخشا ؟ کیا انہی باتوں کے سہارے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد مأتہ حاضرہ کہا جاتا ہے؟ دنیا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا تو اس فحش گوئی کی تحقیق کے بعد کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اعتقاداً بریلوی کہہ سکے۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم ص۱۲ [2] وقعات السنان ص۲۵)

خاکساروں کے خلاف بدزبانی

آستانۂ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علماء کو بھی یہی زبان سکھائی بریلوی جماعت کے مولوی ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری کی کتاب "قہر القادر" میں آپ کی ایک تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے، مولانا دانا پوری حزب الاحناف ہند کے معروف فاضل اور مولانا حشمت علی اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان تھے آپ لکھتے ہیں:

"خاکسار مجاہد والی تحریر کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے پانی نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے) کا حکم دیتا ہوں فاقول وعلی الخاکسارية بنت ایلیگیة اصول (ترجمہ) میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں"[۱]

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے:

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور اماں دونوں ایک۔ تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں ایک، فرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک ..... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ"[۲]

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے زہد و عمل اور ان کے حلقہ ارادت کی نجابت و شرافت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ آستانہ بریلی کے زہد و ریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

---

[۱] قہر القادر علی الکفار اللیادرہ ص۲۹ [۲] تجانب اہل السنة ص۴۲۸ مصنفہ مولانا حشمت علی خلیفہ مولانا احمد رضا خاں

جس شخص کی اخلاقی حالت اس قدر نمایاں ہو کہ پہلو دار گفتگو کر کے بچوں کی سی مسخری کرے لیکن اس کی جماعت اسے ایسے کمالات میں مجدد ماننے لگے تو کیا شرافت سرپیٹ کر نہ رہ جائے گی ؟ جن علماء کا ظاہر یہ ہو ان کا باطن کیا ہو گا۔ یہ جان لینا اب کوئی مشکل نہیں رہا۔ رہے ان لوگوں کے عشقِ رسول کے نعرے۔ تو یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ یہ سب ایک دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ یہ لوگ روضۂ رسول پر بھی حاضر ہوں تو اخلاص و محبت سے خالی نظر آئیں گے

مولانا احمد رضا خاں مدینہ میں علم جفر کی تلاش میں

مدینہ منورہ پہنچ کر ہر شخص عشقِ رسالت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور اس کی بہترین سعادت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اسے روضۂ انور پر سلام عقیدت پیش کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کو دیکھیے کہ وہاں بھی علمِ جفر کے چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں، روضۂ انور کی مجاورت کا کیا یہی حق ہے کہ تم وہاں بھی دنیوی امور کی گرد پیمائی میں سرگرداں رہو، بہرحال ملاحظہ کیجیے مولانا احمد رضا خاں کیا لکھتے ہیں :

> "خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہان کا مرجع و ملجأ ہے اہلِ مغرب بھی یہاں آتے ہیں کہ کوئی صاحب جفر داں مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے " [1]

افسوس کہ مدینہ پہنچ کر بھی انہیں حضورؐ کی محبت نہ ملی اور یہ لوگ روحانی لذت نہ پا سکے۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و اخلاق کے آئینہ میں آپ کے سامنے ہیں۔ انکی تحریرات میں ان کی زبان، انداز، کردار اور جذبات تک ایک کھلی کتاب ہیں۔ ایسے شخص کی امانت اور دیانت اب کچھ ڈھکی چھپی نہیں۔ تاہم اس پر پھر ایک سیر حاصل نظر کیجیے اور انگریز حکومت کی دُور رس نگاہ اور اس کی مردان کاری کی صحیح دریافت کی داد دیجیے۔

---

[1] ملفوظات ۲ ص ۳۸

بریلوی تحریف کی زد میں

ہو جس پہ عبادت کا دھوکا مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے، بندوں میں اُسے تقسیم نہ کر

از خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

توحیدِ باری تعالیٰ کے بیان میں

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک وھو علیٰ کل شئ قدیر
وصلوٰت زاکیات علی النبی البشیر النذیر وعلی الہ وصحبہ اھل التطھیر والتنویر امابعد

یہی وہ بحث ہے جس کے ضمن میں اسلام کے چمکتے ہوئے امتیازات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جس میں آکر باقی تمام مذاہب کے قدم لغزش کھا گئے۔ کہیں اوتاروں کے تصور نے راہ پائی تو کہیں خدا کے لیے بیٹا تجویز ہوا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دینِ برحق کا پتہ چلتا ہے اور عقیدوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ خدائے کامل کے ماننے والوں کو جاننا ہوتا ہے کہ آیا فی الواقع ایک ہی خدا ساری دُنیا کا بلا کسی مشقت کے انتظام کر سکتا ہے یا اسے اپنی حکومت برقرار رکھنے کے لیے دنیوی حکمرانوں کی طرح کئی یاروں اور مددگاروں کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے

واجب الوجود اس ذات کو کہتے ہیں جس کا ہمیشہ سے موجود ہونا (واجب) ضروری ہو۔ نہ اس پر کوئی عدم (NON EXISTANCE) پہلے گزرا ہو، نہ آئندہ کبھی آئے۔ اسلامی عقیدے میں ازلی اور ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہی واجب الوجود ہے جس کا عدم محال ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ہی ذات پر صادق آسکتا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

ان صانع العالم واحد و لا یمکن ان یصدق مفهوم واجب الوجود الا علی ذات واحدۃ [1]

ترجمہ :۔ جہان کا بنانے والا ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ واجب الوجود کا مفہوم اس ایک ذات کے سوا کسی اور پر بھی صادق آسکے۔

ہمیشہ سے اسی کی ذات ہے اور ہمیشہ کی بقا صرف اسی ذات کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کان اللہ ولم یکن شئ قبلہ [2]

ترجمہ: خدا تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس سے پہلے نہ تھی۔

اور ایک وقت ہوگا کہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا، ہر کسی کو فنا کے گھاٹ اُترنا ہے اور موت کا پیالہ پینا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام [3]

ترجمہ: جو کوئی بھی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور تیرے پروردگار ذوالجلال والاکرام کی ذات ہی باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات واجب الوجود نہیں، جو بھی ہے حادث اور مخلوق ہے نہ اس کا ہونا ضروری تھا نہ "نہ ہونا" ضروری ہے۔ وہ فرضی وجود جس کا "نہ ہونا" ضروری ہے وہ شریک باری ہے جس کا ہونا محال ہے جس کے نہ ہونے پر ایمان لانا ضروری ہو اسے ممتنع الوجود کہتے ہیں۔

اس اعتبار سے وجود صرف تین ہیں، واجب الوجود، ممکن الوجود اور ممتنع الوجود۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے، اس کا شریک ممتنع الوجود ہے اور باقی سب مخلوق ممکن الوجود ہیں، باتفاق عقلاً چوتھا کوئی وجود نہیں۔

---

[1] شرح عقائد نسفی ص ۶۲ [2] صحیح بخاری ۹ ص ۱۵۲ مصر [3] پ ۲۷ سورہ الرحمٰن آیت ۲۶، ۲۷

واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین کوئی برزخ (درمیانہ درجہ) نہیں۔ اگر کسی چیز کو کسی پہلو سے برزخی درجے میں سمجھا جاسکتا تھا تو وہ قرآنِ کریم ہے جو واجب الوجود کی صفت ہونے کے لحاظ سے مخلوق نہیں، اس کا کلام ہے اور ہمارے تلفظ کے لحاظ سے اس میں ایک گونہ عالمِ امکان کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باتّفاق اہل السنۃ والجماعۃ قرآنِ کریم کو مخلوق نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جس کی بھی تخلیق ہوئی وہ مخلوق ہے اور ممکن الوجود ہے۔

حضورؐ کے ممکن الوجود ہونے کا انکار

بریلوی مذہب والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممکن الوجود نہیں مانتے جس کا مطلب اس کے سوا اور کوئی نہیں سمجھا جاسکتا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق ہونے سے منکر ہیں۔ یہ لوگ شرک کی دلدل میں ایسے پھنسے ہیں کہ کھلم کھلا آپؐ کے عالمِ امکان میں سے ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیران ہُوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں [۱]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں کر دکھائیں، اس عظیم قدرت والے کو کیسے ممکن الوجود کہا جاسکتا ہے۔ دُوسری طرف آپؐ کی عبدیت اور نیازمندی ہے جس کی وجہ سے آپؐ کو واجب الوجود کہنا بھی مشکل ہے۔ حق یہ ہے کہ آپؐ کو ممکن الوجود (یعنی مخلوق) ماننا بھی خطا ہے اور خُدا کہنا بھی خطا ہے۔ مَیں حیران ہُوں کیا کروں اور کیا نہ کروں؟ اگر ممکن مان بھی لُوں تو امکانِ نظیر ماننا پڑتا ہے کیونکہ ممکن کی نظیر ممکن ہوتی ہے گو امتناع بالغیر ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا نہ کہوں، ممکن الوجود ماننا بھی تو خطا ہے۔

---

[۱] حدائق بخشش حصہ اوّل ص۹۴

تشکیک کا سوفسطائی عقیدہ

آپ کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی زندگی بھر اسی حیرت میں ڈوبے رہے اور پوری زندگی اس ورطۂ حیرت سے نہ نکل سکے کہ آپؐ آخر ہیں کیا؟ خُدا ہیں یا خُدا کے علاوہ کچھ اور ہیں۔ جناب حامد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

خُدا کہتے نہیں بنتی جُدا کہتے نہیں بنتی
خُدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیاتم ہو [۱]

جب مولانا حامد رضا خاں واضح طور پر یہ بات بھی کہنے کو تیار نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خُدا نہ تھے بلکہ اسے بھی وہ خُدا پر چھوڑتے ہیں تو آپ ہی سوچیں اس کے بعد کیا اسلام باقی رہ جاتا ہے؟ عقائد کے معاملے میں یہ تشکیک کہ نہ اِدھر کی بات کہہ سکتے ہیں نہ اُدھر کی۔ بریلویوں کا موقف صرف یہی ہے، کوئی ہوشمند مسلمان عقائد جیسے معاملہ میں اور وہ بھی توحید باری تعالیٰ کے معاملے میں اس قدر سہل انگار اور پریشان فکر نہیں رہ سکتا کہ کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکے۔ یہ تشکیک اور وہ بھی توحید جیسے بنیادی معاملے میں کیا یہ خود ایک عذاب نہیں؟ اعاذنا اللہ منہ۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں سے بھی سُنیئے:۔

محمد سرِ قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے [۲]

شریعت کو حقیقت کے خلاف بتانا اور اس کی راہ سے آپؐ کی بشریت کا انکار کرنا عجیب بات ہے

وجوب وامکان میں برزخ کا اثبات

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدۂ توحید جب اتنا مضمحل ہو کہ آپ کھلے بندوں فیصلہ

---

[۱] حدائق بخشش حصہ دوم صہ۱۰۴ [۲] سرور القلوب صہ۵

نہ کر سکے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں ؟ تو آپ نے واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین ایک برزخی درجہ ثابت کرنا چاہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا :

معدنِ اسرارِ علام الغیوب
برزخ بحرین امکان و وجوب [۱]

(تلبیس ، حضورؐ ممکن الوجود اور واجب الوجود کے درمیان ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علام الغیوب کے جملہ اسرار اور رازوں کی کان آپ ہی ہیں ۔ (استغفر اللہ)

کان وہ ہوتی ہے جہاں سے کوئی چیز ابتداءً نکلے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے رازوں کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ خدا کے پاس وہ اسرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے پہنچے ہیں (معاذ اللہ) آپ حقیقت میں حضورؐ کو واجب الوجود بلکہ اس کے اسرار کا معدن سمجھتے ہیں اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے تھے کہ وہ حضورؐ کے لیے وجوب و امکان کے درمیان ایک برزخی درجہ تجویز کر رہے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک جگہ امکان کے دونوں درجوں کی بالکل صاف نفی کی ہے ۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :

کمانِ امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے [۲]

کمانِ امکان کے دونوں کناروں کی یہاں نفی ہے یعنی آپؐ کسی پہلو سے بھی عالمِ امکان کے فرد نہیں ۔ ان میں سے کسی کا بھی اقرار ہو غلط ہے ، آپؐ تو ایک ایسے مقام پر ہیں کہ آپؐ میں اور خدا میں فرق کرنا بہت مشکل ہے ۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے [۳]

---

[۱] حدائق بخشش حصہ دوم ص ۸۹ [۲] ایضاً حصہ اوّل ص ۱۱۴ [۳] ایضاً حصہ اوّل ص ۱۱۴

بریلوی حضرات جب آپؐ کو ممکن الوجود نہیں مانتے اور کھل کر خدا بھی نہیں کہتے تو معلوم نہیں وہ کس سفسطہ میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہاں آپؐ نہ خالق ہیں نہ مخلوق۔ اور ہیں کیا؟ یہ ان کے بڑوں کو بھی خبر نہیں تھی، وہ بھی حیرت میں گئے اور یہ بھی اب تک اسی بحرِ ظلمات میں غوطے کھا رہے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ یہ وہ حیرت ہے جس سے بریلوی مذہب والے قیامت تک نہ نکل سکیں گے، سوائے اس کے کہ مولانا احمد رضا خان کا یہ مصرعہ کبھی کبھی گنگناتے رہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

ے حیران ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الوجود اور ممکن الوجود کے مابین برزخ ماننے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم اصولی طور پر اللہ کیلئے ہو اور ضمنی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی صادق آئے، حالانکہ عقائدِ اسلامی میں طے ہو چکا ہے کہ واجب الوجود کا مفہوم صرف ایک ہی ذات پر صادق آسکتا ہے، اور کسی پر صادق آئے یہ ممکن نہیں۔

اسلامی عقیدہ کہ کُل مخلوقات ممکن الوجود ہے

ایک وقت تھا کہ اللہ کے سوا کچھ نہ تھا، نہ فرشتہ تھا نہ کوئی پیغمبر۔ ابدی ذات صرف اسی کی تھی۔ اسی نے سب کو پیدا کیا اور وجود بخشا اور مخلوقات میں سب سے اونچی شان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ جب آپؐ بھی مخلوق اور ممکن الوجود ہی تھے تو اور کوئی مخلوق عالمِ امکان سے بالا کیسے ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

لا الٰہ الا ھو خالق کل شیئٍ فاعبدوہ وھو علیٰ کل شیئٍ وکیل [1]

---

[1] پ الانعام ع ۱۳

ترجمہ: اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، سو اسی کی عبادت کرو اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

الذی له ملك السموات والارض ولم یتخذ ولدًا ولم یکن له شریك فی الملك وخلق کل شئ فقدره تقدیرا [۱]

ترجمہ: وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ٹھہرا اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اسے ایک اندازے پر ٹھہرایا۔

حضورِ اکرمؐ بھی ممکن الوجود تھے

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ جناب میر محمد نعمان کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باآں علو شان بشر بود و بداغ حدوث و امکان متسم بشر از خالق بشر جل شانہ چہ دریابد و ممکن از واجب چہ فراگیرد و حادث قدیم را جلّت عظمتہ چہ طور احاطہ نماید لایحیطون بہ علما نص قاطع است [۲]

ترجمہ: اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے اور ممکن الوجود ہونے کے نشان سے نشاندار تھے۔ بشر خالق بشر سے کیا کچھ پا سکتا ہے اور ممکن الوجود واجب الوجود

---

۱ پ۱۸ الفرقان ع/ ۲ مکتوبات شریف دفتر اوّل مکتوب ۱۴۳ صہ ۱۷۷

کو کہاں پہنچ سکتا ہے اور پیدا ہونے والا ذات قدیم کا اس کی عظمت
بہت اونچی ہے کیسے احاطہ کر سکتا ہے اس کے علم کا کوئی احاطہ نہیں
کر سکتا یہ قرآن پاک کی نص قطعی ہے۔

حضرت امام ربانیؒ کے ہمعصر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حالت کی دعاؤں کو علمائے محدثین نے
ضبط کیا ہے اور لکھا ہے۔ بندہ کی ذات کے لائق تو دُعا کرنا اور مانگتے
رہنا ہے اس لیے کہ یہ چار صفتوں سے موصوف ہے۔ فقر، ضعف، عجز،
خواری .... جب انسان ان چار صفات کا خیال رکھتا ہے تو اللہ کے
برگزیدہ بندوں میں شمار ہونے لگتا ہے اور اللہ کے اوصاف اس کے
اندر روشن ہوتے ہیں یعنی اس کی تاریکی روشنی سے بدل جاتی ہے۔
اللہ کے اوصاف کا اس کے اندر اثر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ
وہ خود خدا کے اوصاف سے موصوف ہو جاتا ہے یا اللہ اپنی صفات
سے بندہ میں حلول کر لیتے ہیں اور پھر وہ بندہ اللہ کی صفات سے متصف
ہو جاتا ہے۔ حاشا و کلاّ اللہ کی صفات ہرگز ہرگز کسی میں منتقل نہیں ہوتیں
اور کسی دوسری جگہ حلول نہیں کرتیں بلکہ اللہ کی صفات کا عکس اور پرتو
بندہ پر پڑتا ہے جس سے اس کی ظلماتی صفات انوار و تجلیات سے بدل
جاتی ہیں [1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ واجب الوجود کی کوئی صفت کسی بندے میں نہیں اُترتی،
نہ کوئی مخلوق عالم امکان سے بالا ہو کر واجب الوجود سے متصل ہوتی ہے۔

---

[1] مکتوبات شیخ عبدالحق مکتوب ۴۳ ص ۲۰۵

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ بھی فرماتے ہیں کہ واجب الوجود کی کوئی صفت ممکن الوجود میں نہیں اترتی، بندہ کبھی صفات واجب الوجود سے متصف نہیں ہوتا

قوله قدس سره (هل الفناء والبقاء موجب اتصاف السالك بالصفات الوجوبية) اقول الوجدان الصريح يحكم بأن العبد عبد وإن ترقى - والرب رب وإن تنزل - وإن العبد قط لا يتصف بالوجوب أو بالصفات اللازمة للوجوب ولا يعلم الغيب إلا ان ينطبع فى لوح صدره وليس ذالك علما بالغيب انما ذالك

الذى يكون من ذاته وإلا فالانبياء والاولياء يعلمون لا محالة بعض ما يغيب عن العامة [1]

ترجمہ: فنا اور بقا کے مقالات کیا سالک کو صفات وجوبیہ سے بھی متصف کر سکتے ہیں؟ میں کہتا ہوں وجدان صریح فیصلہ کرتا ہے کہ بندہ بندہ ہی رہے گا گو کتنی ترقی کر جائے اور رب رب ہی رہے گا گو کتنا قریب آجائے۔ اور بندہ کبھی واجب الوجود یا اس کی لازم صفات سے متصف نہیں ہو سکتا اور نہ علم غیب رکھتا ہے مگر یہ کہ کوئی چیز اس کے سینے کی تختی پر منعکس ہو جائے اور یہ علم غیب نہیں ہے، علم غیب وہ ہے جو اپنی ذات سے ہو، دگرنہ انبیاء اور اولیاء یقینی طور پر بعض وہ باتیں جانتے ہیں جو عامۃ الناس سے غائب ہوں۔

علامہ مصطفیٰ الکستلی (۹۰۱ھ) شرح عقائد نسفی کے حاشیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم امکان کا اشرف وجود لکھتے ہیں:

والصلوٰة ازکی ما کان علی اشرف من وجد فی بقعۃ الامکان [2]

---

[1] تفہیمات الٰہیہ جلد اوّل صد ۲۴۵ [2] حاشیہ الکستلی ص مطبوعہ استنبول

ترجمہ: اور پاکیزہ ترین درود اس ذات پر ہو جو لبقعہ عالم امکان (ممکن الوجود ہونے کے دائرہ) میں انتہائی شرف کے درجہ پر فائز ہیں۔
اور کیا وضاحت ہو گی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی بلند شان کے باوجود ممکن الوجود ہی ہیں اور آپ عالم امکان کے دائرہ سے کبھی بھی نہ نکلے واجب الوجود صرف خدا کی ذات ہی رہی۔

جس کی بھی تکوین ہوئی حادث ہے

تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت ذات ہے اور جس فرد سے یہ متعلق ہو وہ حادث ہے اور مخلوق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

ماجاء فی تخلیق السمٰوٰت والارض وغیرھا من الخلائق وھو فعل الرب تبارک وتعالیٰ وامرہ فالرب بصفاتہ وفعلہ وامرہ وھو الخالق ھو المکون غیر مخلوق وما کان بفعلہ وامرہ وتخلیقہ وتکوینہ فھو مفعول مخلوق مکون [1]

ترجمہ: آسمانوں اور زمین اور اس کے سوا جملہ خلائق کی تخلیق یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ہی فعل اور امر ہے، سو رب اپنی صفات اپنے کام اور اپنے امر کے ساتھ خالق ہے تکوین کرنے والا ہے غیر مخلوق ہے اور اس کے فعل امر تخلیق اور تکوین سے جس چیز کو وجود ملا وہ بنی چیز ہے مخلوق ہے اور تکوین یافتہ ہے
لوم ہوا کہ جس کی بھی تکوین ہوئی وہ حادث ہے۔ محدث جلیل حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں:

التکوین قدیم والمتعلق بہ ھو المکون وھو حادث [2]

تکوین کی صفت قدیم ہے جس سے یہ متعلق ہو گی وہ شئے حادث اور مخلوق ہو گی سو

---

[1] صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۶۵ [2] شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۲

تکوین پر قبضہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف خُدا کی شان ہے کہ کُن کہے اور وہ چیز وجود میں آجائے
قرآنِ کریم میں ہے:

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون [۱]

ترجمہ: اس کا امر یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہے کُن (ہو جا) سو وہ ہو جاتی ہے

تکوین کی حقیقت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں

تکوین یکے از صفات حقیقیہ واجب الوجود است تعالیٰ و تقدس اشاعرہ
تکوین را از صفات اضافیہ مے دانند و قدرت و ارادہ را در ایجاد عالم کافی
مے انگارند اما حق آنست کہ تکوین صفت حقیقیہ علیحدہ است ماورائے قدرت
و ارادہ [۲]

ترجمہ: تکوین اللہ تعالیٰ واجب الوجود کی صفات حقیقیہ میں سے ہے اشاعرہ تکوین کو صفت اضافی سمجھتے ہیں اور عالَم کی پیدائش میں اللہ کی صفت قدرت و ارادہ کو کافی کہتے ہیں، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ صفت تکوین صفت، قدرت اور ارادہ سے علیحدہ ایک حقیقی صفت ہے
یہ اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات ہیں۔ اب ان کے بالمقابل بریلوی عقیدے بھی دیکھئے: مصطفیٰ رضا خاں اپنی کتاب شرح استمداد میں لکھتے ہیں:

"اولیاءؒ میں ایک مرتبہ اصحاب التکوین کا ہے۔ جو چیز جس وقت چاہتے ہیں
فوراً ہو جاتی ہے جسے کُن کہا وہی ہو گیا [۳]

کُن کہہ کر فیکون کی شان دکھانا اور اس چیز کو عدم سے وجود میں لانا قرآن کریم کے ارشادات کے مطابق صرف خدا کی شان تھی، اولیاء اللہ میں سے یہ کسی کا مقام نہیں کہ کُن کہہ کر جہان بنا

[۱] پ ۲۳ یٰسین ع ۵ [۲] مبدء و معاد صا۴ مصنفہ مجدد الف ثانیؒ [۳] شرح استمداد صا۲

ڈالے، مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ کُن فیکون کی شان اولیاً کی ہے اور پُورے جہان میں ان اولیاً کا حکم نافذ ہے اور انہی کا ہر چیز پہ قبضہ ہے۔ گویا خدا چُھٹی پر ہے اور اس کے یہ نائب ہی دُنیا کا یہ سارا کام چلا رہے ہیں۔ کُن پر اب انہی کا قبضہ ہے۔ موت و حیات اور خوشی و غمی ہر چیز انہی بزرگوں کی طرف سے آتی ہے (معاذ اللہ)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں ؛

ان کا حکم جہاں میں نافذ　　قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں
قادرِ کُل کے نائبِ اکبر　　کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ماتم گھر میں ایک نظر میں　　شادی شادی رچاتے یہ ہیں [۱]

اہلِ اسلام کے ہاں یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ گھروں کے ماتم اور خوشیاں سب اسی کے قبضے میں ہیں، زندگی اور موت اور شفا وہی دیتا ہے۔ بریلوی مذہب کے لوگ ان سب کاموں میں نیابتِ الٰہی کی تاویل کر کے یہ سب قدرتیں اور طاقتیں اولیاً اللہ میں مانتے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کے لیے انہی سے مرادیں مانگتے ہیں اور انہی کو شر و خیر کا مالک سمجھتے ہیں۔

خُدا تعالیٰ اپنے تکوینی کام اولیاً اللہ کے سپرد کر دے اور وہ اپنی چاہت اور مرضی سے جس سے چاہیں مصیبتیں دُور کریں اور جس پر چاہیں غم اور ماتم لائیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف اولیاُ اللہ کی مرضی اور چاہت اگر کہیں آپس میں ٹکرا جائے، ایک ولی کسی کو لڑکا دینا چاہے اور دوسرا اُسے لڑکی دینے کا فیصلہ کرے تو اس صورت میں کیا وہی فسادِ کائنات پیدا نہ ہوگا جس کا قرآنِ کریم نے دو خداؤں کی صورت میں اندیشہ بیان کیا تھا۔ سورۃ انبیاء میں ہے ۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون پ۱۷

ترجمہ: اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں فاسد پڑ جاتے

اگر کہیں کہ اولیاُ اللہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کر سکتے صرف حکمِ الٰہی نافذ کرتے ہیں،

---

[۱] حدائقِ بخشش حصہ سوم صد۲۵

ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا تو یہ اسی عمارت کا گرانا ہے جو بریلویوں نے بڑی محنت سے کھڑی کی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے۔

جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہوجاتی ہے جسے "کُن" کہا وہی ہوگیا [۱]

خدا کے تشریعی نظام میں پیغمبر خدا کے ترجمان ہوتے ہیں، پیغمبر اپنی چاہت اور اپنی پسند سے خدا کی ترجمانی نہیں کرتے ہمہ تن خدا کے ماتحت ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے؛

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی [۲]

ترجمہ: اور آپ اپنی خواہش سے نہیں بولتے صرف وحی ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے

خدا کے اس تشریعی نظام کے ترجمان پیغمبروں کے بعد صحابہ کرام اور ان کے بعد اکابر ائمہ علم ہیں۔ ان میں سے کسی کا بیان اور فتویٰ ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتا کہ جسے چاہیں مکروہ کر دیں اور جسے چاہیں مباح کہہ دیں بلکہ اصل قوت حاکمہ کتاب وسنّت کی دلیل ہوتی ہے۔ ہاں ان مسائل کی دریافت میں ان کے اپنے فہم اور وسعتِ مطالعہ کا ضرور دخل ہوتا ہے تاہم اس سے خدا کے تشریعی نظام میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوتی۔ جو صحیح بات کو پالے وہ دُگنے اجر کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو کوشش کے باوجود صحیح بات نہ پاسکے اس کی وہ بات شرعاً خطا ہی ٹھہرے گی یہ بات علیحدہ ہے کہ اس پر بھی اسے تلاشِ حق کی جدوجہد کے باعث ایک اجر مل جائے۔

خدا کے تشریعی نظام میں کہیں گڑبڑ واقع نہیں ہوتی، لیکن اس کے تکوینی نظام میں اگر کہیں دو فیصلے آپس میں ٹکرا جائیں تو کائنات کی گاڑی پھر کہیں چل نہ سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے کن فیکون کے نظام پر کسی کا قبضہ نہیں۔ افسوس کہ ہم مولانا احمد رضا خان کی اس بات سے کبھی اتفاق نہیں کر سکے؛

ان کا حکم جہاں پہ نافذ — قبضہ کُل پہ رکھاتے یہ ہیں
قادر کُل کے نائب اکبر — کُن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں [۳]

---

[۱] شرح الاستمداد صہ ۲۸ [۲] پ ۲۷ سورۃ النجم ع ۱ [۳] حدائق بخشش صہ ۵۲

کن فیکون کے سارے اختیارات

انتہائی افسوس ہے کہ بریلوی مذہب میں مارنا، زندہ کرنا، رزق دینا، اولاد دینا، شفا دینا وغیرہ سب خدائی قدرتیں اور کن فیکون کے سب اختیارات بعطائے الٰہی حضور پاک کو بلکہ ساتھ ہی اُنسے حضرت غوث پاک کو بھی حاصل ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں حدائق بخشش میں لکھتے ہیں۔

دیکھئے ج ۳ ص - احمد سے احمد اور احمد سے تجھ کو — کُن اور سب کُن مکن حاصل ہے یا غوث

مولانا احمد رضا خاں نے کن فیکون کے احکام تکوینی کو احکام تشریعی پر قیاس کرنے کی یہاں اصولی غلطی کی ہے۔ آپ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> احکام الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) تکوینیہ مثل احیاء و اماتت (زندہ کرنا، مارنا) و قضائے حاجت و دفع مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست وغیرھا عالم کے بند و بست (۲) دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام۔ یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔ مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک ..... اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں الامن والعلی ص ۱۴۳

مولانا احمد رضا خان یہاں یہ سمجھا رہے ہیں کہ کن فیکون کے تکوینی امور ان کے سب اختیارات اگر بعطائے الٰہی اولیاء کرام میں تسلیم کر لیے جائیں تو یہ شرک نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی مذہب میں اولیاء اللہ کو حقیقی طور پر خدائی طاقتوں کا مالک سمجھا جاتا ہے اور اسی تصور اور عقیدہ سے یہ لوگ ان کی درگاہوں پہ حاضری دیتے ہیں اور ان کو اپنی حاجتوں میں پکارتے ہیں۔

اگر خان صاحب اصحاب التکوین سے وہ اولیاء مراد لیتے جو خدا کے تکوینی نظام میں بمنزلہ آلہ اور جارحہ کارفرما ہوتے ہیں اور ان کا ان امور میں کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسے ملک الموت

کا کسی کو موت دینے میں اپنا کوئی اختیار نہیں تو اس تکوین کی اسناد غیر خدا کی طرف بیشک شرک نہ تھی؛ لیکن کریں کیا خان صاحب تو برملا ان کے لیے کن فیکو ن کے اختیارات کے قائل ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان اولیاء کرام کا اپنا حکم جہاں میں نافذ ہوتا ہے اور ہر چیز پر انہی کا قبضہ ہے

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ولایت کا فیض تمام اولیاء اللہ تک پھیلا ہوا تھا[1] اور پورے عالم امکان میں ان کے روحانی اثرات تھے، لیکن اس سے یہ بات ہرگز نہیں نکلتی کہ ان کے ہاتھ میں کن فیکون کے اختیارات تھے۔ عالم امکان اور کن فیکون کے اختیارات میں زمین و آسمان کا سا فرق ہے۔

تکوینی امور ان کے سپرد ہوں جیسے بعض تکوینی کام حضرت خضر کے سپرد تھے بلکہ ان کا حکم آسمانوں تک بھی چلے تو یہ سب اسی درجے میں ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ بعض تکوینی امور فرشتوں کے سپرد کر دیتے ہیں اور انہیں سرانجام دینے کی قوت اور اختیارات انہیں عطا کیے جاتے ہیں۔ یہ اصحاب التکوین بسم اللہ منک کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کن کہہ کر اس فعل کو وجود بخشتا ہے۔ اس پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اصحاب التکوین کلیتہً امرِ الٰہی کے تحت ہوتے ہیں کن فیکون کی طاقت ان کے پاس نہیں ہوتی کہ کُن کہہ کر جہان پیدا کر دیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا اشعار پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کل امور پر حضرت شیخ کے قبضہ اور تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور وہ تکوینی کام میں نہیں بلکہ کن فیکون کے اختیارات کے ساتھ۔ اگر یہ شرک نہیں تو کون سا ایمان ہے؟

ہم مولانا احمد رضا خاں کو تاویل کا حق ضرور دیتے ہیں کہ ان کی مراد محض روحانی امور ہوں

[1] یہ بات گو اپنی جگہ حقیقت ہے لیکن اسے عقیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہو۔ جو بات بزرگوں کے مشاہدات و تجربات سے معلوم ہو وہ ولایت کے ذوقی امور تو ہو سکتے ہیں اور اپنے حلقوں میں مقبول و مختار بھی لیکن اسے عقیدہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا کہ اس کے منکر کو گمراہ اور بے دین کہا جا سکے۔

گے لیکن کیا کریں ایک لفظ ہوتا تو اسے مجازی معنی پر محمول کر لیتے، لیکن جب ایک مفہوم متواتر اور مکرر لفظوں میں بیان ہو جیسے ذی تصرف، ماذون، مختار اور مدبر کائنات جیسے الفاظ ایک مفہوم کے لیے یکے بعد دیگرے آئیں تو سوائے حقیقت کے اور کوئی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا۔ مولانا احمد رضا خاں کا یہ شعر سب کے سامنے ہے اس پر غور کریں کہ آپ نے تاویل کی کونسی گنجائش اس میں چھوڑی ہے:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر [1]

اس قدر جرأت تو مشرکین عرب کو بھی نہ ہوئی تھی کہ اپنے معبودوں کو مدبر کائنات قرار دیں۔ ان سے پوچھا جاتا مَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ تو جواب میں یہی کہتے اللہ ہی کارِ عالم کا مدبر ہے[2]۔ بایں ہمہ قرآن کریم انہیں مشرکوں میں شمار کرتا ہے۔ مگر بریلوی ہیں کہ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں۔

اہل بیت کی تکوین سے نسبت

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت طاہرہ قیامت تک باقی رہے گی اور آخری خلیفۂ راشد حضرت مہدی آپؐ کی اولاد میں سے ہوں گے۔ تقریباً سب اہلِ اسلام تکوینِ کائنات اور قیامِ عالم کو حضورؐ کی ذریتِ طاہرہ سے وابستہ مانتے ہیں لیکن یہ بات اب تک کسی امام نے نہیں کہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو کن فیکون کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ لفظ تکوین سے مغالطہ کھا کر کن فیکون کے خدائی اختیارات مخلوق کے لیے ثابت کرنا اسلام کے عقیدۂ توحید کے سراسر خلاف ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسینؓ میدانِ کربلا میں کن فیکون کے سارے اختیارات رکھتے ہوئے شمر لعین کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ بریلوی اسلام کے عقیدۂ توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مشرکین عرب کے عقیدہ سے مختلف ہیں۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ اول ص۲ [2] پ۱۱ سورۂ یونس آیت ۳۱۔

فرقہ مفوضہ کے عقائد

شیعوں میں ایک فرقہ مفوضہ بھی ہوا ہے۔ تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ فرقہ مفوضہ کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کن فیکون کی باگ ڈور اور تدبیر کائنات آئمہ اور اولیاء کے سپرد کر رکھی ہے۔ اکابر اہلِ سُنّت ہمیشہ اس کی تردید کرتے رہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلق عالم (جہاں کو پیدا کرنا) اور اس کی ربوبیت (اسے چلانا) اپنی کسی مخلوق کے سپرد کر دے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ باطل فرقوں میں ان لوگوں کو بھی کھڑا کرتے ہیں جو یہ اعتقاد رکھیں کہ دُنیا کو پیدا کرنے اور تدبیرِ کائنات کے اختیارات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے الٰہی حاصل تھے۔ حضرت شیخؒ لکھتے ہیں:

المفوضة فهم القائلون ان الله فوض تدبير الخلق الى الائمه وان الله اقدر النبی صلی اللہ علیه وسلم علی خلق العالم و تدبیره [1]

ترجمہ: مفوضہ فرقے کے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیرِ کائنات آئمہ کے سپرد کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جہان کے پیدا کرنے اور اس کی تدبیر پہ قدرت بخش رکھی ہے۔

آئمہ اہلِ بیت کا بھی یہ عقیدہ ہرگز نہ تھا جو ان کے غلط پیروؤں نے ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے پوچھا:

هل فوض الله الامر الى عباده [2]

کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے کام اپنے بندوں کو سونپ رکھے ہیں

اس پر امام جعفر صادقؓ نے فرمایا:

---

[1] غنیۃ الطالبین صہ ۲۲۱ [2] مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصومؒ حصہ سوم صہ ۵۳

الله تعالیٰ اجل من ان یفوض الربوبیۃ الی العباد

اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کر دے

محقق اہل السنۃ والجماعۃ علامہ سید شریف جرجانی رح (۸۱۶ھ) لکھتے ہیں :

المفوضۃ قالوا ان الله فوض خلق الدنیا الی محمد صلی الله علیہ وسلم [۱]

ترجمہ : مفوضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا پیدا کرنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر رکھا ہے

بریلوی مفوضہ کے نقشِ قدم پر

مولانا احمد رضا خاں نے سُنّی مسلمانوں کو اپنے مسلک سے ہٹانے اور فرقہ مفوضہ کے نقشِ قدم پر لانے کے لیے اس نظریہ کی بہت اشاعت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غوث پاک رح کو تدبیرِ کائنات اور کن فیکون کے سارے اختیارات سپرد کر دیے ہیں اور اب جملہ کاروبارِ عالم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح ہی سرانجام دے رہے ہیں۔ لوگوں کی زندگی و موت صحت و بیماری رزق و تنگدستی سب آپ ہی تدبیر فرماتے ہیں۔

اسلام کی رُو سے اللہ رب العزّت بے شک بادشاہ ہے لیکن اس کا کوئی وزیر نہیں۔ وزیر کا معنی ہے "بوجھ اُٹھانے والا"۔ بادشاہ کا وزیرِ اعظم اس کی طرف سے سلطنت کا بوجھ اٹھاتا ہے۔ اللہ رب العزّت کے لیے نظامِ کائنات اور تدبیرِ امور کوئی بوجھ نہیں، نہ وہ کام سے تھکتا ہے نہ بیک وقت سب کی طرف متوجہ ہونے میں اسے کوئی مزاحمت ہے، نہ اسے کبھی آرام کی حاجت ہے

کوئی نبی خدا تعالیٰ کا وزیر نہیں ہو سکتا کیونکہ وزیر وہ جو بادشاہ کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی مدد کرے اور سلطنت کا بوجھ اُٹھائے۔ رب تعالیٰ ضرورتوں سے پاک اور بے نیاز ہے۔ [۲]

---

[۱] شرح مواقف صہ ۶۵۳

[۲] نورالعرفان صہ ۵۴۸ نمبر ۱۱

مگر بریلوی مذہب یہ ہے :

مگر اس کلمہ محمد کو اللہ کے ساتھ بہت ہی مناسبت ہے .... جس سے
معلوم ہوا کہ رب سلطان اور محمد رسول اللہ وزیر اعظم [1]

لیجئے وہی رب تعالیٰ جو پہلے ضرورتوں سے پاک اور مدد سے بے نیاز تھا ' اب وزیر اعظم کا طلبگار ہو گیا جو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کی امداد کرے۔

بزرگوں نے سچ کہا کہ مشرک کبھی ایک ڈھب نہیں بیٹھتا اور کسی ایک پہلو پر اسے سکون نہیں ہوتا ہے :

اِدھر کہتے نہیں بنتی اُدھر کہتے نہیں بنتی ۔۔۔ کبھی وہ بات کہتے ہیں کبھی یہ بات کہتے ہیں

دل چاہتا ہے مولانا حامد رضا خاں صاحب کی پریشانی بھی یہاں ذکر کر دیں :

خدا کہتے نہیں بنتی جُدا کہتے نہیں بنتی ۔۔۔ خُدا پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو [2]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو کن مکن کے پُورے اختیارات

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (جنھوں نے مفوضہ کی برملا تردید فرمائی تھی) پر ہی اپنے عقیدہ تفویض کی مشق شروع کر دی۔ انھیں مخاطب کرتے ہوئے آپ اپنے عقیدہ تفویض کا یوں اظہار کرتے ہیں :

احد سے احمد اور احمد سے سب تجھ کو ۔۔۔ کن اور سب کن مکن حاصل ہے یا غوث

تصرف والے سب مظہر ہیں تیرے ۔۔۔ تو ہی اس پردے میں فاعل ہے یا غوث [3]

(سلیس) احد (اللہ تعالیٰ) سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضورؐ سے آپ کو اے غوث پاک کن فیکون کے کل اختیارات حاصل ہیں۔ آپ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں نہ کریں، دُنیا میں جن کے سپرد بھی کسی قسم کا کوئی تصرف ہے' وہ سب آپ کے آگے نمائندے ہیں۔ ان کے

---

[1] شانِ حبیب الرحمٰن صـ۱۴۱ [2] حدائقِ بخشش حصہ دوم صـ۱۰۴ [3] ایضاً ۲ صـ۹

پیچھے حقیقی فاعل آپ کی ہی ذات ہے جو تدبیرِ کائنات کر رہی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے　　کارِ عالم کا مدبّر بھی ہے عبدالقادر [۱]

(سلیس) حضرت شیخ عبدالقادرؒ تصرف بھی فرماتے ہیں، اذن یافتہ ہیں، پورے اختیارات رکھتے ہیں، دُنیا کے پُورے کارخانے کو آپ ہی چلا رہے ہیں، تدبیرِ کائنات آپ کے ہی سپرد ہے۔ آپ ہی مدبر کائنات ہیں۔

یہاں بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآنِ پاک کی آیت شریفہ نقل کر دی جائے جس سے واضح ہوتا ہے کہ تدبیرِ کائنات اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں۔

یدبر الامر ط مامن شفیع الا من بعد اذنہ ذالکم اللہ ربکم
فاعبدوہ افلا تذکرون [۲]

ترجمہ: وہی کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ اس کے اذن کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

یدبر الامر من السماء الی الارض [۳]

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدائی طاقتوں میں اتنے کھوئے جا چکے تھے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا ہی بروز سمجھتے تھے۔

حضرت کا خُدا پر رُعب

بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قدر اُونچے جا چکے تھے

[۱] حدائق حصہ اول ص۲۷　[۲] پ۱۱ سورہ یونس ع ۱　[۳] پ۲۱ سورہ سجدہ ع ۱

کہ خدا بھی ان کے حکم سے چلتا تھا۔ حضرت شیخ عالم بشری میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا۔ مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے ؎

قرآن کریم اس باب میں کیا کہتا ہے، یہ بھی سن لیجئے:

ان اللہ یمسك السموات والارض ان تزولا ہ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ ط انہ کان حلیما غفورا [۲]

ترجمہ: بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ جائیں اور اگر وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے بعد کوئی بھی انہیں تھام نہیں سکتا۔ بیشک وہ بردبار ہے بخشنے والا۔

شیخ کو سورج روز سلام کرتا ہے

مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس وقت بھی صاحب مسند تھے جب سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا اور ماہ و سال کی یہ گردش قائم نہ ہوئی تھی۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ کی طرف نسبت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک کہ مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے، اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے ہیں اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔ [۳]

اگر حضرت شیخ خود تدبیر کائنات کر رہے ہوتے اور مدبر عالم ہوتے جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے لکھا ہے تو وہ خود سال و ماہ اور ہفتہ و دن سے ہونے والے امور کی اطلاع کیوں پا

---

[۱] ملفوظات حصہ اول صد ۱۲۹ [۲] پ ۲۲ فاطر ع ۵ [۳] الامن والعلی صد ۱۲۴

رہے ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں ان لوگوں کے ہاں صرف حضرت شیخ کے قدیم ہونے کا ابہام پیدا کرنا مقصود تھا، اس لیے تدبیر کائنات یہاں ان کے سپرد نہ بتلائی گئی جو بات غیر الٰہی نظام پر موقوف ہو اس میں اسی طرح کے تضادات ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ ان کے ہاں اگر قدیم ازلی نہیں تو کم از کم باقی مخلوقات پیدا ہونے سے پہلے ضرور موجود تھے۔

اہل علم حضرات اولیاء کرام سے کبھی اس طرح کی بات سنیں تو اسے ان کے مقامات پر محمول کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فنا فی اللہ کے مقام پر اگر کہیں کہ سورج طلوع سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو اسے اپنا عقیدہ بنانا ہرگز درست نہ ہوگا بلکہ یہی سمجھا جائے گا کہ سورج طلوع سے پہلے اللہ رب العزت کے حضور میں سجدہ کرتا ہے جیسے وہ غروب کے وقت سجدہ کرتا ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش (صحیح بخاری جلد ۳ صد ۱۵۴)

سورج چلتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے سجدہ کرے

حضرت شیخ جب ایسی بات کہیں کہ سورج طلوع یا غروب سے پہلے مجھے سلام کرتا ہے تو مومن کو چاہیے کہ اسے اس حدیث کے مطابق خدا کی بات سمجھے اور حضرت شیخ کے متعلق یہ خیال کرے کہ آپ اللہ کی طرف سے یہ بات بتا رہے ہیں نہ کہ اپنی طرف سے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ بات اخذ کرنا کہ یہ مقام حضرت شیخ کا ہے کہ سورج طلوع سے پہلے ہر روز انہیں سلام کرتا ہے اور حضرت شیخ جب یہ بات کہہ رہے تھے اس وقت وہ کسی خاص مقام ولایت پر نہ تھے، بریلوی مذہب میں ہی لائق قبول ہو سکتا ہے، ورنہ سلیم فطرت انسان تو یہی کہیں گے کہ اللہ کی ذات اس لائق ہے کہ سورج ہر روز بوقت طلوع و غروب اسے سجدہ کرے۔

فرقۂ مفوضہ اور ان کے جانشین بریلوی حضرات بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اگر تدبیر کائنات صرف اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم

(بانٹنے والا) کس لیے بنایا؟ قاسم کا مطلب ہی ہے کہ اب جملہ تقسیمات پر انہی کا ہاتھ ہے اور آپ اگر یہ سلسلہ اختیارِ تقسیم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے سپرد کر دیں اور خود آرام فرمائیں تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

حدیث انما أنا قاسم کی تشریح

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین وانما انا قاسمٌ ویعطی اللہ ولن یزال امر ھٰذہ الامۃ مستقیما حتی تقوم الساعۃ او حتی یأتی امر اللہ [۱]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے اور میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے اور اس اُمّت کا معاملہ ہمیشہ سیدھا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا یہ کہ کوئی حکم خداوندی آجائے۔

آپؐ نے جس سیاق میں اپنے قاسم ہونے کو بیان فرمایا وہ علم کا موضوع ہے۔ اس سے مراد علمی فیوض و برکات کی تقسیم ہے۔ علم کا مخزن خُدا کی ذات ہے۔ اس نے وحی متلو (قرآن) اور وحی غیر متلو (حدیث) کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم و معارف کی دولت عطا فرمائی۔ آپؐ نے پھر آگے انھیں تمام دُنیا میں پھیلایا۔ ہر کسی نے اس علمی دولت کو اپنے اپنے ظرف کے مطابق حاصل کیا اور حضورؐ یہ نعمتیں پھیلاتے چلے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہی علمی فیوض و برکات کو پھیلانے اور بانٹنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ علماء اہلِ سُنّت میں سے کسی نے اس حدیث سے کن فیکون کے اختیارات

---

[۱] صحیح بخاری جلد ۹ صد ۱۲۵ مشکوٰۃ شریف صد ۳۲

رزق دینا، اولاد دینا، شفا دینا، زندگی دینا وغیرہ کی نعمتیں دینا مراد نہیں لی۔ علمی فیوض و برکات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائے ان میں سے بھی ہر ایک کو اتنا ہی ملا جتنا اللہ تعالےٰ نے اس کے لیے مقدر فرما دیا اور وہی ان کا دینے والا تھا۔

آفتاب کا نور ہر جگہ پھیلتا ہے لیکن ہر جگہ اور ہر چیز اپنی فطرت اور اپنے ظرف کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمی فیوض و برکات قولاً عملاً عام پھیلائے، لیکن ہر ایک نے انہیں اپنے فہم و استعداد کے مطابق حاصل کیا۔ پس دینے والا وہی ایک ہے جو فہم اور استعداد عطا فرماتا ہے اور فیض پا لینے کے فیصلے فرماتا ہے۔
حضرت علامہ تورپشتی حنفی مشکوٰۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انما انا قاسم کا اشارہ اس طرف ہے: مایلقی الیھم من العلم والحکمۃ

جو علم انہیں پہنچایا جائے اور حکمت انہیں دی جائے

محدث کبیر ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں:

انما انا قاسم ای للعلم واللہ یعطی الفھم فی العلم بمبناہ والتفکر فی معناہ والعمل بمقتضاہ [۱]

ترجمہ: میں بانٹنے والا ہوں یعنی علم کا، اور اللہ دینے والا ہے یعنی اس کے مبنیٰ کی سمجھ اس کے معنی میں غور اور اس کے تقاضوں پر عمل۔

اس سے پتہ چلا کہ اس کے مبنیٰ کی سمجھ معنی کی حقیقت اور عمل کی توفیق سب خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے دے کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ ہاں ان کے پھیلانے اور تقسیم عام کرنے کی ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپی گئی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ان الامر کلہ بید اللہ وھو المعطی لمن شاء ماشاء [۲]

---

[۱] مرقاۃ جلد ا صد ۲۶۰ [۲] تنقیح المعات جلد ا صد ۲۵۴

ترجمہ : بیشک سب اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور وہ دینے والا ہے جسے چاہے اور جتنا چاہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ غنائم کی تقسیم کے موقعہ پر بھی اپنے لیے قاسم کا لفظ استعمال فرمایا، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ تصریح فرمائی کہ میں اسی طرح ان کی تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا گیا ہے، یعنی یہ تقسیم بھی میرے اپنے اختیار اور مرضی سے نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اعطیکم ولا امنعکم انا قاسم اضع حیث امرت [1]

ترجمہ: میں تمہیں نہ دیتا ہوں نہ روکتا ہوں میں تو بانٹنے والا ہوں، وہیں رکھتا ہوں جہاں کا مجھے حکم ملتا ہے۔

امام نووی (۶۷۶ھ) صدقات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معناه ان المعطی حقیقة هو الله تعالیٰ ولست انا معطیا وانما انا خازن علی ما عندی ثم اقسم ما امرت بقسمته علی حسب ما امرت به فالامور کلها بمشیئة الله تعالیٰ وتقدیره والانسان مصروف مربوب [2]

ترجمہ: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ دینے والا حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی ہے، میں دینے والا نہیں ہوں۔ خدا نے مجھے خازن بنایا ہے، میں اسی کے حکم کے تحت اس کی تقسیم کرتا ہوں۔ سب معاملے اللہ تعالیٰ کی مشیت تقدیر کے تحت ہیں اور انسان تو تصرف اور تربیت کے تحت ہیں۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ اکابر اہل سنت کے نزدیک اصل حدیث کا تعلق علمی فیوض و برکات سے ہے یا غنائم و صدقات کی تقسیم سے جو حضورؐ بامرِ الٰہی سرانجام دیتے تھے۔ محدثین ان احادیث کو علم اور غنائم کے ابواب میں ہی روایت کرتے ہیں۔ کسی نے اس حدیث کو رزق

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳

[2] شرح مسلم شریف صفحہ ۳۳۳

کے فیصلوں اور اس کی تقسیم سے متعلق نہیں کیا۔

اب مولانا احمد رضا خاں کو دیکھئے کہ اس حدیث کو کہاں سے اٹھا کر کہاں جا چسپاں کرتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم ۔۔۔ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں [1]

پھر دیکھئے رزق کی یہاں تقسیم مراد نہیں رکھی بلکہ رزق کھلانا آپ کی طرف نسبت کیا ہے۔ کوئی شخص جب تحریف پر آ جائے تو بات کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ کجا ان اکابر اہل سنت کی تصریحات اور کجا اہل بدعت کی یہ تحریفات۔ فالی اللہ المشتکی۔ یہ لوگ اس تحریف میں پھر یہاں تک بڑھے کہ حضورؐ کو سب اختیارات کا مالک قرار دے کر اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منشی (کلرک) لگا دیا جو قلمدان اٹھائے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کو منشی کہنے کی گستاخی

بریلوی مذہب میں خدا تعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا منشی بن کر قلمدان لیے ساتھ ساتھ تعمیل حکم کرتا جائے۔ (معاذ اللہ واستغفر اللہ)

نعمتیں بانٹتا جس طرف وہ ذیشان گیا ۔۔۔ ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا [2]

(تشریح) مولانا احمد رضا خاں حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (کہ حضورؐ بانٹنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں) فرماتے ہیں کہ حضورؐ نعمتیں بانٹتے ہیں، مگر یہ نہیں کہتے کہ دینے والا اللہ ہے، بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ تو حضورؐ کا منشی لگا ہوا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

رہا یہ سوال کہ خدا آپ کا منشی بنا قلمدان اٹھائے کہاں کہاں ساتھ پھرتا ہے اس کا جواب مولانا احمد رضا خاں نے نہیں دیا۔ یہ کسر ان کے اسکندر لکھنوی نے پوری کردی۔ انکہ پدر نتوانست کرد پسر تمام کرد۔ ان کے ہاں خدا مدینہ کی گلیوں میں پھرتا تھا۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم صفحہ ۵۲ [2] حدائق حصہ دوم صفحہ ۲

خدا مدینے کی گلیوں میں

جناب اسکندر لکھنوی صاحب لکھتے ہیں :

خدا تجھے با خدا نہ جانا مگر خدا سے جُدا نہ جانا
خدا کے محبوب تیرے صدقے خدا کو پایا تری گلی میں [1]

سکندر لکھنوی صاحب کی اس کتاب پر مولانا عبدالمصطفےٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی اور مولوی غلام علی اوکاڑوی تینوں کی تقریظیں موجود ہیں۔ یہ اس بات کا جلی ثبوت ہیں کہ بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں خدا چلتا پھرتا تھا۔
حضورؐ تو نعمتیں بانٹتے تھے اس لئے پھرتے تھے خدا وہاں کس لئے ساتھ ساتھ تھا؟
بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا قلمدان اٹھائے ساتھ ساتھ تھا کہ آپ جسکو دیں خدا اسے لکھتا رہے۔

مولانا احمد رضا خان کا عقیدۂ توحید آپ نے دیکھ لیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ آپ توحید کے چشمہ صافی کو اپنے لیے کتنا گدلا کر چکے تھے۔ آپ کا عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں اس قدر غلو آمیز تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ پر بھی حضرت شیخ کا رعب چلنا چاہیے

حضرت غوث پاک کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نہیں۔ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے منشی ہیں اور ساتھ ساتھ قلمدان اٹھائے پھرتے ہیں بلکہ اس ذات جل وعلا پر حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے۔ سوانح حیات اعلحضرت بریلوی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔

> ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا، سُننے والے کچھ پریشان ہونے لگے۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا

---

[1] قاسم خلد جلد ۱ صفحہ ۱۵ مطبوعہ خلیل بکڈپو کراچی

کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سُنا رہا ہُوں اور تُو
پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا
تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک
قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا۔ [1]

یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن حقیقت کے طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے حقیقت کا درس لیتے ہیں اور یہی مرید صادق ہوتے ہیں۔

غوث کے بغیر زمین و آسمان نہیں رہ سکتے

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے [2]

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاک کی طرف نسبت کر کے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک مجھ پر سلام نہ کرے۔ نیا سال جب
آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا
ہے۔ اس طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے اور مجھے ہر ہونے
والی بات کی خبر دیتے ہیں [3]

بریلوی صرف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ہی خدا کے ساتھ شریک نہیں کرتے دیگر اولیا کرام کے بارے میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ کیا حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے پہلے زمین و آسمان اور سورج نہ تھے۔ اگر تھے تو وہ کیسے قائم ہوئے اور کیسے قائم رہے تھے۔

---

[1] سوانح حیات اعلحضرت بریلوی صہ ۱۳۲ [2] ملفوظات حصہ اول صہ ۱۲۹ [3] الامن والعلی صہ ۱۲۳

حضرت جنید بغدادیؒ کو خدا پر فضیلت دینا

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار رہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ:

> فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا۔ [1]

بزرگانِ دین کے عقیدے معلوم کرنے ہوں تو ان حضرات کی اصل کتابوں میں دیکھئے مولانا احمد رضا خاں کی کتابوں میں نہیں، ہم یہاں چند مثالیں پیش کیے دیتے ہیں:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدۂ توحید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز د کالعدم ہے۔ ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت، نہ ان کے قبضے میں دولتمندی ہے نہ مفلسی، نقصان ہے نہ نفع، ان کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحبِ اختیار، اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں، فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا، اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے۔ [2]

---

[1] ملفوظات حصہ اوّل صہ ۱۱۷

[2] الفتح الربانی مجلس ۱۶ صہ ۴۹۵

۲۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے، بادشاہوں سے، حاکموں سے، دُنیاداروں سے، امیروں سے اور دُکھ درد میں طبیبوں سے۔ جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ وزاری حمد وثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ سوال و دُعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے دعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دعا قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں۔ اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری ہوتی ہے اور وہ روحِ خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحبِ یقین موحد بنتا ہے۔ قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے، نہ حرکت اور سکون دینے والا، نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخشش اور محرومی کشائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت، دولتمندی اور غریبی ہے [1]

۳۔ زندگی اور موت، خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتا ہے، کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔ [2]

۴۔ جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع اور نقصان کی امید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس کے بندے سے ڈرے جو خود دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ [3]

۵۔ اپنے آپ پر خُدا کے تقویٰ کو لازم رکھو، اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھاؤ نہ کسی سے امید رکھو، تمام حاجتیں اللہ کو سونپ دو، اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ کرو، سب کچھ اسی سے طلب کرو اور اللہ سبحانہٗ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو، توحید پر قائم رہو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے۔ [4]

---

[1] فتوح الغیب مقالہ ۳ ص ۔ [2] فتوح الغیب مقالہ ۱۷ [3] فتوح الغیب [4] تکملہ فتوح الغیب

۶۔ اللہ کے سوا نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اللہ کے سوا کوئی دافع بلیات نہیں، اللہ کے سوا کوئی بھلائی پہنچانے والا نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی بیمار کرنے والا نہیں، کوئی آزمائش میں ڈالنے والا نہیں، کوئی صحت دینے والا نہیں، کوئی نجات دینے والا نہیں، لہٰذا تو مخلوق میں مشغول نہ ہو، نہ ظاہراً نہ باطناً، کیونکہ یہ بالیقین اللہ کے مقابلے میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتے۔[1]

حضرت شیخ سرہندیؒ کا عقیدہ توحید

پیغمبراں ما علیہم الصلوات والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ وبست وچہار ہزار گزشتہ اند خلائق را العبادتِ خالق ترغیب فرمودہ اند واز عبادت غیر منع فرمودہ اند۔ و خود را بندہ عاجز دانستہ اند واز ہیبت وعظمت او تعالیٰ ترسان ولرزاں بودہ اند۔ ——— خود را البشر مثل سائر بشر مے گفتند[2]

ترجمہ: ہمارے پیغمبر کہ ایک لاکھ اور چوبیس ہزار کے قریب گزرے ہیں۔ ان سب پر درود وسلام ہو۔ سب نے مخلوق کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب دی ہے اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے اور اپنے آپ کو بندہ عاجز سمجھتے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے ہیں ———

اور اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں۔

حضرت امام ربانیؒ کی اس عبارت کو کہ انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے بندے تھے بے ادبی اور گستاخی پر محمول نہ کریں یہ کہنا کہ انھوں نے مختارِ کل کو بندہ عاجز بنا دیا۔ ہرگز صحیح نہیں یہ الزام بالکل بے جا ہے اور مختارِ کل کا عقیدہ خلافِ عقیدہ اسلام ہے۔

---

[1] فتوح الغیب مقالہ ۵۹ [2] مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب نمبر ۱۶۷۔

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

این قسم علوم کہ اثبات نسبت نماید درمیان واجب تعالیٰ وممکن وشرع بہ ثبوت آنہا وارد نشدہ است ہمہ از معارف سکریہ است و از نارسائی است بحقیقت معاملہ۔ ع ممکن چہ بود کہ ظل واجب باشد[1]

ترجمہ: اس قسم کے علوم جو واجب اور ممکن کے درمیان کسی قسم کی نسبت کو ثابت کرتے ہیں اور شرع میں ان کے ثبوت کے لئے کچھ وارد نہیں ہوا۔ سب سُکر کے معارف میں سے ہیں اور اسکی وجہ حقیقت معاملہ تک نہ پہنچنا ہے۔

؎ وہ ممکن ہی کیا جو واجب الوجود کا پرتو ہو،

ان تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ واجب الوجود اور ممکن الوجود کے درمیان ایک برزخ ثابت کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس برزخی مرتبہ پر لانے کی کوشش کرنا جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کیا ہے۔ شرع اس کی تائید نہیں کرتی۔ اور نہ اس کی اجازت دیتی ہے۔

جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کا عقیدہ توحید

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف دل سے متوجہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لادیں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو، یہ تب ہو کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ بالکل برخلاف عقیدۂ اسلام ہے[2]

---

[1] مکتوبات دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲۔

[2] مکتوبات طیبات مہر چشتیہ صد ۱۲۰ مطبوعہ لاہور

غیر اللہ کی نذر ماننے سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے

جاہل لوگ جو پیروں کے لیے بکرا مانتے ہیں یا مرغ کی منت دیتے ہیں۔ یہ ایصالِ ثواب ہرگز نہیں۔ اس میں تقرب لغیر اللہ مقصود ہوتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں اہلِ بدعت کا ماتم کرتے لکھتے ہیں کہ اس سے ایمان جاتا رہتا ہے:۔

> لاکھ طرح علمار قرآن اور حدیث سے سمجھائیں۔ کہ خدا اور رسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیئے ٹالنا نہ چاہیئے۔ مگر جب گھر کی بی بی نے شیخ سدو کا بکرا یا مدار صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضروری ہے ایمان رہے یا نہ رہے۔ [1]

بریلویوں کا عقیدہ توحید

توحید کے چشمہ صافی کو گدلا کرنے میں بریلویوں نے جو گھناؤنے انداز اختیار کیے ہیں بطور نمونہ مشتے از خروارے ہم ان میں سے بعض ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ان میں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اور عام بریلوی کہلانے والوں کے عقائد سب کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

بشریت کے پردے میں خدا

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اترا۔ خاں صاحب لکھتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نوری باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے [2]

پہلے مصرع میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردہ میں آپؐ خدا کے نور ہیں، پردہ

---

[1] سرور القلوب صـ۱۷۳ [2] حدائق حصہ اول صـ۱۰۸

اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں (معاذ اللہ) یہاں نور باری میں اضافت تشریفی کی تاویل بھی نہیں چل سکتی، کیونکہ اضافت تشریفی سے جب شرف بیان کیا جائے تو اس کے ساتھ پردہ حجاب یا ظاہر و باطن کے تقابل کی بحث کبھی نہیں ہوتی۔ جہاں یہ الفاظ آجائیں وہاں وہ ذات پیش نظر ہوتی ہے شرف و تشریف نہیں۔ حق بات یہ ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مخلوقی نور نہیں مانتے نورِ خالق سمجھتے ہیں جو بشریت کے پردے میں ظاہر ہوا اور اسی پر بس نہیں بریلویوں کے عقیدے میں تو خدا تعالیٰ ہی مدینہ کی گلیوں میں چل پھر رہا تھا (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجراتی ایک جگہ فرماتے ہیں:

اللہ کو بھی پایا مولا تیری گلی میں [1]

یہاں مولا سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے جن کی گلیوں میں ان لوگوں کو خدا ملتا تھا۔ خدا کی شان میں یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔

حضورؐ نورِ مخلوق نہیں نورِ خالق ہیں

مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن ایک جگہ لکھتے ہیں:

نورِ خالق آپ کا نورِ السلام — آپ ہیں نورٌ علیٰ نورٍ السلام [2]

دُنیا میں جو چیز بھی نور ہے یا ہو سکتی ہے آپ اس سے بالا ایک نور ہیں، کیونکہ آپ نورِ خالق (پیدا کرنے والے کے نور) ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نور سے تھا بنا نورِ خدا کے نور کا — پر نہ خدا سے تھا جدا نورِ خدا کے نور کا [3]

پہلا لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، دوسرا لفظ خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھا گیا ہے اضافت تشریفی میں یہ کبھی دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ دو وجود آپس میں کبھی اور کہیں جدا نہیں ہوتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ اول صہ ۲۷ [2] آئینہ پیغمبر صہ ۱۵۵ [3] خمخانہ حجاز صہ ۲۳

بریلوں نے عام مسلمان کو مطمئن کرنے کے لیے اگر کہیں خدا اور اس کے رسول برحق میں کوئی فرق بیان بھی کیا تو یہی کہ آپ کو خدا سے خدا نما کے درجہ میں لے آئے ہیں۔ یہی حافظ خلیل حسن کہتے ہیں:

نام خدا حضورؐ نے نام خدا سکھا دیا ‫ ‫ ہے بخدا خدا نما نور خدا کے نور کا

آگئے مکاں سے لحظے میں لامکاں تک ‫ ‫ نورِ خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا [1]

رسول پاکؐ کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع کیوں؟

مولانا احمد رضا خاں استفہام انکاری سے لکھتے ہیں:۔

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السماوات والارض ہیں۔ اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو یہ شرک نہ ہوگا۔[2]

خانصاحب کے نزدیک اس عقیدے کو شرک بتانے والے الفاظ صرف ذاتی قدرت کے ہیں یہ نکال دیے جائیں تو شرک نہیں رہتا۔ خان صاحب اس مغالطے سے اللہ پھر رسول کی ترتیب کو رد کرنا چاہتے ہیں جو حدیث میں شرک سے خالی قرار دی گئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تھا:۔

لاتقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان۔ ‫ ‫ مشکوٰۃ ص۴۱۴

حضورؐ کا منشاء مسلمانوں کو احتمال شرک سے نکالنا ہے کہ مخلوق کی مشیت اللہ کی مشیت کے برابر نہ رہے تابع رہے۔ یہ بات خانصاحب پر گراں تھی۔ انہوں نے حضورؐ کی تجویز کردہ ترتیب کو ایک مغالطے سے شرک بنادیا اور خود اصل شرک پر لوٹ آئے۔ مفتی احمد یار گجراتی فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ذاتِ الٰہی کے مظہر اتم ہیں کہ حضورؐ بھی ایسے ہی یکتائے روزگار ہیں کہ ان کے ہر وصف عمل، علم و قدرت دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یکتائی یاد آتی ہے۔[3]

---

[1] ایضاً ص۲۴۴ ‫ ‫ [2] الامن والعلیٰ ص۱۵۱ ‫ ‫ [3] مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص۶۷

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

شکل بشر میں نورِ الٰہی اگر نہ ہو کیا قدر اس خمیرہ ماد و مدر کی ہے۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر جنت کی مٹی سے تھا اور اس کی وہ شان تھی کہ فرشتوں کا نور بھی اس کی برابری نہیں کر سکتا تھا، اسے یہ کہنا کہ یہ مٹی اور پانی کا خمیرہ کچھ لائق قدر نہ تھا کس قدر گستاخی اور بے ادبی ہے۔ "کیا قدر اس خمیرہ ماد و مدر کی ہے" میں استفہام انکاری ہے یعنی آپ کا جسد کچھ لائق قدر نہیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ بریلویوں کو اس بے ادبی سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

پردے میں ہونے اور پردے سے باہر آنے کا فرق

بریلوی مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سُنّی تنظیم ڈیرہ غازیخاں خدا اور خدا نما کے فرق پر اکتفا نہیں کرتے، آپ لکھتے ہیں :

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا واں پردہ نشینی ہے یہاں پردہ دری ہے
طالب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک اغیار کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے[2]

(سلیس) اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خدا تعالیٰ پردے میں ہے اور آپ پردہ سے باہر ہیں، یعنی جو پردے میں تھا، وہی پیغمبر ہو کر پردے سے باہر آگیا۔ اے طالب اللہ تعالیٰ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے پیر جناب نازک کریم تینوں ایک ہیں، ایک ذات کے ہی تین نام ہیں۔ اللہ، احمد، نازک کریم۔ یہ ایک دوسرے کے علاوہ کہاں۔ ایک میں تین اور تین میں ایک کی جلوہ گری ہے (معاذ اللہ) یہاں پر بے اختیار دل چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک آیت شریفہ تلاوت کر دی جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ[3]

---

[1] حدائق حصہ اول ص۹۷ [2] ہفت اقطاب ص۱۵۱ [3] پ سورہ المائدہ ع ۱۰

ترجمہ: بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ بیشک خدا تین میں کا ایک ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

در پردہ نورِ قدیم تو ئی — بے پردہ رؤف و رحیم تو ئی [2]

یعنی پردے کے پیچھے ہوں تو آپ ہی ذات الٰہی ہیں، پردے سے باہر آئیں تو آپ نبی رؤف رحیم ہیں۔ ایک ہی ذات جس کے دو جلوے ہیں (معاذ اللہ)

حضورؐ کے خدا ہونے کا دعویٰ

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات کا جزو قرار دیتے ہیں اور ان کے واعظ جھوم جھوم کر نور من نور اللہ کی گردان کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نورِ محمدؐ کے نام سے شائع کیا ہے۔

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے — کھلے آنکھ صلِ علیٰ کہتے کہتے
حبیبِ خدا کو خدا کہتے کہتے — خدا مل گیا مصطفیٰ کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا ماننا اور حضورؐ کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے۔ یہ مجموعہ نعت بریلویوں نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر حمیدیہ بکڈپو نولکھا بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔

اس عقیدے کو مولوی محمد یار فریدی اپنی زبان میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:-

احد نال احمد رلا کیوں نہ ویکھاں — حبیبِ خدا کو خدا کیوں نہ دیکھاں [3]
ہیں صورت دے اوہلے اور بصورت آیا — محمد ہوے اوہلے خدا کیوں نہ ویکھاں

(سلیس) اَحد اور احمد بالکل ایک ہیں۔ درمیان میں صرف میم کا پردہ ہے۔ سو حبیبِ خدا کو میں خدا ہی نہ کہدوں۔ خدا وہ ذات ہے جو صورت اور شکل سے پاک ہے۔ اس بے صورت ذات نے جب ظہور چاہا تو وہ حضورؐ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضورؐ کے پیچھے دراصل خدا ہی جلوہ گر تھا۔

---

[2] ہفت اقطاب صہ ۱۲۴ — [3] دیوان محمدی صہ ۲۰۵

ان حوالوں کو بار بار ملاحظہ کیجیۓ. ان کے عقیدے میں شرک کا دخل کیا اب بھی کسی پردے میں رہا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار. ان کا عقیدہ ہے کہ میم کا یہ پردہ میدانِ حشر میں اُٹھے گا اور حضورؐ خود خدا کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

حضورؐ کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ

مولوی محمد یار ایک دوسرے مقام پر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقمطراز ہیں:۔

محمد مصطفیٰ محشر میں ظاہر ان کے نکلیں گے — اُٹھا کر میم کا پردہ ہویدا ان کے نکلیں گے
حقیقت جنکی شکل تھی تماشا ان کے نکلیں گے — جسے کہتے ہیں بندہ قل ھواللہ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو انی عبدہٗ کی بنسری ہر دم — خدا کے عرش پر انی انا اللہ کہکے نکلیں گے[1]

دیوان محمدی جس سے یہ حوالے لیۓ گئے ہیں۔ اس کا مقدمہ مولانا احمد سعید کاظمی نے مولوی محمد یار فریدی کے ایک شعر کی شرح کی صورت میں لکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے. کہ بریلوی حلقوں میں کس طرح ان عقائد کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ فکر کی یہ متفقہ صدا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی خدا و ندِ امت ہیں۔ حضورؐ کو خدا کا اوتار ماننا کیا ہندو عقائد کی ہی صدائے بازگشت نہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ گستاخی کہ آپ میدانِ حشر میں تماشہ بنیں گے. ایک کھلا کفر ہے اور کسی طرح لائق درگزر نہیں. اسی پر بس نہیں بریلویوں نے حضورؐ پر الٹی چال چلنے کا الزام بھی لگا دیا ——— یہی مولوی محمد یار لکھتے ہیں:۔

اتھاں خود عبد سڈ دیندے، اتھاں حق نال رل دیندے
دماغیں کوں چکر ڈیندے، ہے اُلٹی چال کیا چھیڑیں[2]

---

[1] ایضاً ص ۱۴۹ انی عبدہٗ کا معنی ہے میں اس کا بندہ ہوں اور انی انا اللہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں یعنی خود خدا ہوں۔ [2]

سرائیکی زبان سے سلیس اُردو میں

(ترجمہ) حضورؐ یہاں بندہ کہلاتے رہے۔ لیکن وہاں آپ خدا کے ساتھ جا ملیں گے۔ آپ دماغوں کو چکر ہی دیتے رہے۔ اس الٹی چال کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو۔ (معاذ اللہ)

قرآن آپ کو کہے۔ انك لمن المرسلين. على صراط مستقيم[1] "آپ رسولوں میں سے ہیں اور سیدھی راہ پر ہیں" اور بریلوی کہیں کہ آپ اُلٹی چال ہی چلتے رہے۔ کیا یہ قرآن کریم کا کھلا انکار نہیں اُلٹی چال تو بریلویوں کی ہے کہ حضورؐ کی شان میں گستاخیاں بھی کرتے جا رہے ہیں اور حضورؐ کو خداوند امت بھی کہتے ہیں۔ اسلام کا یہی عقیدۂ توحید ہے؟

حضورؐ کو خداوند اعتقاد کرنا

حبیبِ خدا کو خدا کہتے کہتے یہ لوگ شرک میں اس طرح جا پھنسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ اُمّی وابی کو صریح لفظوں میں خداوندِ امت کہا۔ مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی نعت گو حافظ خلیل حسن نے ۱۳۳۸ھ میں مدرسہ بریلی کے سالانہ جلسہ میں یہ نظم پڑھی تھی۔

وہ عالم وہ فاضل وہ احمد رضا خاں	وہ سرخیل و سرِ لشکر اھل سنّت
کیا مدرسہ دیں کا جس نے قائم	ہوئی علم دیں پڑھنے والونکی کثرت
رضائے خدا و نبی کے مقابل	یہ کیا مال ہے جسکو کہتے ہو دولت
اگر مال ہے بھی تو ہے مال کس کا	اگر ہے بھی دولت تو کس کی بدولت
ہے جسکی بدولت وہ محبوب رب ہے	خدائی کا آقا، خداوند اُمت[2]

عام لوگ اس لفظِ خداوند سے کیا سمجھیں گے؟ حضورؐ کے بارے میں خدا ہونے کا ایہام پیدا کرنا شرک پروری نہیں تو کونسی ایمانداری ہے؟

---

[1] پ ۲۲ یٰسین   [2] آئینہ پیغمبر صا۱۹

حضورؐ کے لامکانی ہونے کا دعویٰ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ الرحمن علی العرش استویٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور آپ کی ہی منزل عرش ہے، آپ ہی مکینِ عرش ہیں اور لامکان کی اصل روشنی آپ کی ہی ذات ہے۔

حافظ خلیل حسن صاحب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور میں تشریف فرما ہونے کے تصور میں نہیں آپ کے مکینِ عرش ہونے کے تصور سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔

السلام اے عرش منزل السلام   لامکان کے شمع محفل السلام [1]

مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں :

وہی نورِ حق وہی ظلِ رب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب ہے
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں [2]

حضورؐ کو خدا کا سایہ کہنا اور یہ کہنا کہ آپ ہی سے سب چیزیں موجود ہوئیں، زمین و آسمان سب آپ ہی کی ملک ہیں، زمانہ آپ کے حکم سے ہی گردش کرتا ہے۔ آپ ہی لامکان کے مکین اور مستوی علی العرش ہیں۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ محل کلام ہیں لیکن آخر میں خدا تعالیٰ کے ذاتِ لامکان ہونے کے عنوان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مالک جمیع امکنہ و کائنات کہنا اور تعجب خیز ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے لامکان کے مکین کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے لامکانی ہونے کے عنوان سے خدا اور پیغمبر میں فرق کرنا خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے تخیل کی عمارت گرانا ہے۔

---

[1] آئینہ پیغمبر صہ ۱۵۹   [2] حدائق بخشش حصہ اول صہ ۴۸

معراج کی رات خود اپنے آپ سے مُلاقات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ اس رات خود اپنے آپ سے ہی ملاقات کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود اپنے آپ سے ہی ملنے گئے تھے۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اسکی طرف گئے تھے [1]

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن لکھتے ہیں:

آ گئے مکاں سے لحظے میں لامکاں تک نورِ خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا [2]

ان خیالات سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدۂ توحید پر تلوار چلائی ہے۔

حضورؐ کے عین خُدا ہونے کا دعویٰ

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے۔ ایک تفسیر کے مطابق ثم دنی فتدلی، فکان قاب قوسین او ادنی اس قربِ حق کا بیان ہے۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ یہ فاصلہ بھی ایک ظاہری پردہ تھا۔ یہ پردہ اٹھے تو صاف پتہ چل جائے کہ یہ دو نہ تھے حقیقت میں ایک ہی تھا، وہاں دوئی (۲) کا کیا سوال!

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ وہ ہی نہ تھے، ارے تھے [3]

یعنی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دو ہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہی ذاتِ برحق نہ تھے ارے وہی تو تھے۔ (معاذ اللہ)

---

[1] حدائق بخشش حصہ اوّل صہ ۱۱۴ [2] خمخانہ حجاز صہ ۲۴ [3] حدائق بخشش حصہ اوّل صہ ۱۱۴

مولانا احمد رضا خاں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :

مَظہرِ حق ہو تمہیں، مُظہرِ حق ہو تمہیں تم میں ہے ظاہر خدا تم پہ کروڑوں درود[1]

حضور بے شک خدا کے محبوب اور اس کی سب مخلوق سے اعلیٰ اور برتر ہیں لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ آپ کی ذاتِ گرامی میں خدا جلوہ گر تھا۔ اسلام میں اس عقیدے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ حضور میں خدا ظاہر ہوا تھا۔ اسلام کی رو سے نہ کوئی خدا کا شریک ہے نہ کوئی اس کے برابر۔

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی کہتے ہیں :

نہ ہو سکتے ہیں دو اوّل نہ ہو سکتے ہیں دو آخر تم اوّل اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو
خدا کہتے نہیں بنتی جُدا کہتے نہیں بنتی اسی پر اسکو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو[2]

یہ بریلوی مذہب والوں کا کھلا اعتراف ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں وہ کسی قطعی اور یقینی عقیدے پر نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ حادث اور ممکن الوجود بھی نہیں مانتے ذات واجب کے قریب ایک برزخ گردانتے ہیں۔ کمان امکان کے دونوں کناروں کی وہ پہلے ہی نفی کر چکے ہیں اب بیچارے پریشان ہیں کہ کیا کریں نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے ہیں بالآخر خدا پر ہی چھوڑتے ہیں کہ آپ ہیں کیا۔

اس تذبذب سے ان حضرات نے اپنے تخیل کی عمارت پھر ایک دفعہ گرا دی ہے کہ دوئی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ارے حقیقت میں آپ وہ تھے جس نے جملہ کائنات کو وجود بخشا۔

خُدا خواجہ فرید کے روپ میں

مولوی غلام جہانیاں ایک جگہ لکھتے ہیں :

نقش فرید نقش ہے رب مجید کا اظہار ذاتِ حق ہے سراپا فرید کا
طالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نورِ حق پردہ نشیں نے پردہ لیا ہے فرید کا[3]

---

[1] حدائق ص۱۲ [2] حدائق بخشش حصہ دوم ص۱۰۴ [3] ہفت اقطاب ص۱۰۱

یعنی خواجہ فرید کا نقش وہ خدا کا نقش ہے اور خدا کی ذات کا اظہار وہ خواجہ فرید ہیں۔ اے طالب نورِ حق چھپانے سے کبھی چھپتا نہیں ہے۔ وہ پردہ نشین والا (یعنی خدا) خواجہ فرید ہی ہیں (معاذ اللہ)

خُدا کی تصویر

بریلویوں کے عقیدے میں خدا کی تصویر محمد یار گڑھی بختیار خاں کے پیر جیسی ہے۔ وہ لکھتا ہے

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی [۱]

یعنی میرے پیر میں خُدا کی شان اُتری ہے یا پھر خُدا خود اس میں اُترا ہوا ہے اور اسی پر بس نہیں، حق یہ ہے کہ میرے پیر کی تصویر اللہ سے ملتی ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت علی خُدائی صفات میں

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن اللہ رب العزت کی صفت علی کو حضرت علی کے ساتھ ملانے کے لئے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں:-

بے شک ہے علی کا نام نام اللہ باتیں ہیں آپ کی کلام اللہ
قامت ہے الف دہن کو ہے "ہ" سے تشبیہ دونوں گیسو ہیں دونوں لام اللہ [۲]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

سمّی حضرت رب علا علی ہے علی ہے اسکا نام نہ شرک خفی نہ شرک جلی [۳]

خدا کی پیدائش کا عقیدہ

اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔ وہ ازلی ابدی حیّ وقیوم ذات ہے۔ اس کی پیدائش نہیں ہوئی لم یلد و لم یولد نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا، مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ۵۰ھ کو پیدا ہوئے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

---

[۱] دیوانِ محمدی صہ۵، [۲] نعت مقبول خدا صہ۲ [۳] نغمۂ روح صہ۹

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابوالحسن الخرقانیؒ کی پیدائش ۳۵۲ھ کو ہوئی اور بریلوی حضرات بیان کرتے ہیں کہ :

(حضرت ابوالحسن الخرقانیؒ نے) یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں [۱]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا لیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں خدا کی پیدائش ۳۵۰ھ کو ہوئی۔ افسوس ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اس سے پہلے ہجرت کے ۳۴۹ سال آخر کس کے حکم کے تحت گزرے۔ ٹھیک ہے، جہاں شرک کی آمد ہوتی ہے وہاں عقل ماری جاتی ہے۔

ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں جنم کے الفاظ ایک مسلمان کے لیے کسی طرح گوارا ہونے چاہئیں، خدا کے ملنے اور نہ ملنے کو جنم کی جُدائی کہنا کس طرح کسی مومن کے لیے زیبا ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں شبِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے [۲]

جنم کے بچھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں بچھڑ گئے ہوں۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلّٰی پر گلے مل رہے تھے۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

خدا کے لیے بیٹے کی تجویز

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ قرآنِ کریم میں ہے :

انی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة [۳]

ترجمہ : خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اس کی بیوی نہیں

---

[۱] فیوضات فریدیہ صـ۸۶ [۲] حدائق بخشش حصہ اول صـ۱۱۳ [۳] پ ۷ سورہ الانعام

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ خُدا کا کوئی فرزند بھی ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ

ذلك قولهم بافواههم يضاهئون قول الذين كفروا من
قبل قاتلهم الله انى يوفكون [1]

یہ ان کے مُنہ کی باتیں ہیں۔ ریس کرنے لگے ہیں اگلے کافروں کی
بات کی۔ ہلاک کرے اللہ ان کو کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

مگر افسوس کہ بریلویوں کے مفتی احمدیار گجراتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے برملا بیٹے کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے پہلے یہ سمجھا تھا کہ آپ نے صرف مثال بیان کرنے کے لیے بیٹے کا لفظ استعمال کیا ہے لیکن لفظ بلاتشبیہہ نے ہمیں اس حُسن ظن پر بھی نہ رہنے دیا۔ مفتی صاحب اس بحث میں کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شان سننا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سُنیں۔ تم ہمیں سُناؤ اللہ احد
بلاتشبیہہ یوں سمجھو کہ محبوب فرزند سے باتیں سُنتے ہیں [2]

فرزند کا لفظ یہاں کسی مثال یا تشبیہہ کے لیے نہیں کہا جا رہا۔ حضورؐ کو بلاتشبیہہ اللہ کا بیٹا کہا ہے۔

خُدا سے کُشتی کرنے کا تصوّر

جس طرح اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ خُدا کا کوئی بیٹا نہیں لم یکن له کفواً احد بھی ایک قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی خدا کے برابر نہیں۔ کُشتی ہمیشہ برابر کے جوڑوں میں ہوتی ہے۔ جب خُدا کا کوئی مقابل نہیں کوئی اس کے برابر نہیں تو اسلام میں خدا سے کشتی کا تصور کیسے راہ پاسکتا ہے۔

افسوس بریلویوں کا عقیدہ ہے:

حضرت ابوالحسن الخرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ
کُشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔ [3]

---

[1] پ ۱۰ سورہ توبہ ع ۵۔ [2] شان حبیب الرحمٰن ص۱۳۱۔ [3] فوائد فریدیہ ص۸۲۔

ہم تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی نے ایسا کہا ہو۔ الفاظ کی رکاکت اس روایت کے موضوع ہونے پر دلالت کر رہی ہے۔ کشتی ہونے پر تو لفظ "میرے ساتھ" کہا اور پچھڑنے پر "ہمیں" پچھڑ کر کیا اتنی طاقت آجاتی ہے کہ واحد جمع ہو جائے۔

خدا سے لڑائی لینے کا عقیدہ

مذکورہ کشتی میں یہ تاویل نہ کی جائے کہ یہ پیار کی کشتی تھی کیونکہ بریلوی اپنے عقیدہ میں خدا تک سے لڑنے کی گنجائش رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث [۱]

جب حضورؐ بانٹنے والے ہیں اور حضرت غوث پاک پہنچانے والے ہیں اور خدا دے رہا ہے تو کیا وہ خدا سے لڑ کر نہیں لے سکتے۔ (معاذ اللہ) یعنی ان کا یہ مقام ہے کہ خدا سے لڑائی تک کر سکتے ہیں۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ العظیم)

تقدیر خداوندی سے ٹکر لینا

بریلوی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تقدیر بنانے میں غلطی کرے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح اسے باذن الٰہی درست فرما دیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ وہ اپنے اس عقیدے کو غوث پاک کے ذمہ لگاتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"میں نے تقدیر خداوندی سے لڑائی کی ہے اور اللہ کے حکم سے ان احکامات قدریہ کو درست کیا" [۲]

خدا سے لڑائی لینے کا کفری عقیدہ کس بے دردی سے حضرت پیران پیر کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔

---

[۱] حدائق بخشش [۲] زبدۃ الاثار صہ

تقدیرِ خداوندی کے خلاف شیخ سلیمؒ کے اختیارات

بریلوی کہتے ہیں کہ مغل بادشاہ اکبر کے ہاں اولاد نہ تھی، وہ حضرت شیخ سلیم چشتیؒ کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے لوحِ محفوظ پر نگاہ کی اور کہا :

"افسوس کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے"

اکبر نے یہ سُن کر کہا کہ اسی لیے تو آپ سے عرض کیا ہے کہ آپ دُعا کیجئے، اس پر آپ نے مراقبہ کیا اور فرمایا :

"اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی، اچھا کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا۔"

دوسرے دن جب بادشاہ بیگم (اکبر کی بیوی) آپ کے ہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پُشت سے پُشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پُشت سے پُشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ

"اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو"

جب بادشاہ بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر سلیم رکھا [۱]

حضرت شیخ سلیم چشتی کا بیٹا ان کی بیوی کے پیٹ سے بادشاہ اکبر کی بیوی تک کیسے منتقل ہوا، اس کے بارے میں باہر کا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا، دونوں پر حضرت پیر صاحب کی چادر پڑی تھی اور اندر ہی اندر یہ عظیم کارروائی تقدیرِ خداوندی کے خلاف ہو رہی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ اکبر اس پر کیسے خوش تھا اور یہ بیٹا اکبر کا بیٹا کیسے شمار ہوا۔ فیا للعجب۔

امکانِ کذب کا بریلوی عقیدہ

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :

---

[۱] خمخانۂ تصوف مولانا ظہور الحسن صہ ۲۵۵

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال ؟ ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے ۔ [1]

اس عبارت کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کہی بات کہ "ایسا ہوگا یا نہ ہوگا" کا خلاف مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک ہرگز محال بالذات نہیں بلکہ نفس ذات میں امکان ہے کیا یہ ذات باری کے بارے میں امکان کذب کا اعتقاد نہیں ؟ یہ تو آپ نے قول کہ ممکن تو ہے نہیں کی آپ نے ہی خود تردید کر دی ۔

پھر یہ لوگ صرف امکان تک نہیں رہے ۔ بلکہ انہوں نے اللہ رب العزت کے بالفعل جھوٹ بولنے کا بھی عقیدہ بنا لیا ۔

شکاری شکار کرنے کے لیے مختلف چالیں چلتا ہے ۔ کسی سی ۔ آئی ۔ ڈی افسر نے کسی مجرم کو پکڑنے کے لیے گورنمنٹ کے خلاف خود باتیں کرنی شروع کر دیں ۔ یہاں تک کہ مجرم کھل گیا اور ان باتوں میں شامل ہوا ۔ سی ۔ آئی ۔ ڈی افسر نے جھٹ شہادت ڈالی اور اس مجرم کو پکڑ لیا ۔

آپ اس مثال میں غور کریں ۔ اس سی ۔ آئی ۔ ڈی آفیسر نے جب گورنمنٹ پر تنقید کی ۔ کیا اس نے جھوٹ نہ بولا ؟ اس میں کتنی ہی بڑی مصلحت کیوں نہ لپٹی ہو ۔ یہ حقیقت ہے کہ جو اس نے کہا ۔ اس کے دل کی آواز نہ تھی ۔ وہ یہ غلط بات محض اس مجرم کو شکار کرنے کے لیے کہہ رہا تھا ۔ سو اس بات میں کسی شک کو راہ نہیں کہ اس سی ۔ آئی ۔ ڈی آفیسر نے بالفعل جھوٹ بولا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ وہ کھنکھناتی مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والے ہیں ۔ ارشاد فرمایا ۔

انی خالق بشرا من صلصال من حما مسنون ٥ (پ ۱۴ ۔ الحجر)

سب اہل اسلام کا عقیدہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کہا سچ فرمایا ۔ اس کی ذات ہر کذب اور

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم صہ ۱۸

تائبہ کذب سے پاک ہے۔ مگر بریلوی عقیدہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ بولا ہے۔ حضرت آدمؑ ہرگز بشر نہ تھے۔

اللہ تعالیٰ کے بالفعل جھوٹا ہونے کا عقیدہ

بریلویوں کے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشرًا من صلصال من حمأ مسنون کہہ کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی۔ آئی۔ ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لیے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے۔ تو مخالف جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے ہی۔ آئی۔ ڈی والا اس کو فورًا مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے۔ تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا۔[1]

شیطان کے خیال کے الفاظ اگر خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے پیش کیے اور حقیقت اس کے خلاف تھی۔ تو اس بیان کے مطابق کیا اللہ تعالیٰ نے بالفعل جھوٹ نہ بولا۔ (معاذ اللہ)

بریلوی علماء اس کے جواب میں کہا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب خدا کی حیثیت سے کلام کرتا ہے تو اس کے کلام میں کذب نہیں ہوتا لیکن جب وہ سی۔ آئی۔ ڈی کے طور پر بات کرتا ہے۔ تو اس میں کبھی جھوٹ آجاتا ہے ـــــــ ہم اس کے جواب میں عذر گناہ بدتر از گناہ کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ کو سی۔ آئی۔ ڈی آفیسر کہنا یہ اس کی ذات برتر میں کوئی

---

[1] مقیاس النور صفحہ ۱۹۱

کم گستاخی نہ تھی۔ اور پھر اس کے لیئے بالفعل جھوٹ ثابت کرنا یہ کفر بالائے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟
اور کیا خدا کے لیئے ایسی مثالیں لانا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔
لا تضربوا للہ الامثال۔ (پ ۱۴ النحل ع ۱) سو مت بٹھاؤ اللہ پر کہاوتیں۔

تاہم بریلویوں کے اس جواب سے یہ واضح ہے کہ بریلوی اللہ تعالیٰ کو سی۔ آئی۔ ڈی افسر کہنے اور اللہ رب العزت کو بالفعل جھوٹا ماننے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ یہاں مولوی محمد عمر اچھروی کے یہ الفاظ کہ اللہ رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا ——
بھی قابل غور ہیں۔ اللہ نے یہ کب معلوم کر لیا؟ اور کیا اسے اس کا پہلے علم نہ تھا؟

خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کی ایک اور مثال (معاذ اللہ تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی فرماتے ہیں:

ومن اھل المدینہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم [1]

ترجمہ: اور مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ منافقت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔

اس پر مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

"یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلے میں اس کے دشمن کو ضروری سزا دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدیدی نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا میں اس کو جانتا ہوں تا کہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور اس کی سفارش نہ کرے۔" [2]

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بات کو دوست کے علم تک موقوف رکھنے اور اسے سفارش کرنے سے روکنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ "آپ انہیں نہیں جانتے" مطلب یہ ہے کہ آپ جانتے تو

---

[1] پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۳ [2] مقیاس الحنفیت ص ۳۰۰

ہیں لیکن ان کی سفارش نہ کریں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ تو کہے لا تعلمھم (آپ انہیں نہیں جانتے) اور بریلوی کہیں کہ مراد یہ ہے کہ "آپ جانتے ہیں" لیکن مصلحتاً ایسا کہا کہیں آپ ان کی سفارش کر کے انہیں چھڑا نہ لیں۔ اس کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت کے لیے ایک بات خلافِ واقعہ کہہ دی (معاذ اللہ) دیکھیے خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کا عقیدہ کس فریب سے بریلویوں کو تلقین کیا جا رہا ہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں اہلِ سنّت والجماعت کا صحیح عقیدہ بھی درج کر دیں تاکہ لوگ بریلویوں کے عقیدے سے بچ سکیں۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہٗ کی پاک منزہ ہے اس سے کہ متصف کذب کیا جائے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے ملعون ہے اور مخالف قرآن اور حدیث اور اجماع امت کا۔ وہ ہرگز مومن نہیں [1]

اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں مشورے طلب کرتا ہے۔ (استغفر اللہ)

اسلامی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔ جو چیزیں ابھی واقع نہیں ہوئیں۔ انہیں بھی وہ پوری طرح جانتا ہے۔ مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ [2] آریہ سماج کے پنڈت دیانند نے قرآن پاک کی اس آیت میں معنوی تحریف کر کے کہا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے

---

[1] فتاویٰ رشیدیہ صہ ۳۸۹ [2] پ۱ البقرہ آیت ۳۰

کہ خدا نے تخلیق آدم میں فرشتوں سے مشورہ کیا تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی تھی ان سے مشورہ ہرگز نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انجام سے بے خبر نہیں کہ اسے مشورہ طلب کرنیکی ضرورت ہو۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضورؐ سے مشورہ کر کے چلتا ہے

بیشک میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا۔ الامن والعلی ص۸۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورے کرتا ہے ؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے اور اس پر امام احمد (۲۴۱ھ) اور ابن عساکر (۵۷۱ھ) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابیؓ کو اس کا راوی بنایا۔

افسوس کہ ہمیں صحابہؓ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں حضورؐ سے مشورے طلب کرتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصور میں نہیں آسکتی۔ کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیئے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا ـــــــــ معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج

اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں۔ ان پر بھی وہ قادر ہے۔ کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو۔ یہ ممکن بالذات ہو گا۔ ممتنع بالذات نہیں۔ ورنہ حضورؐ کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔ ہاں یہ بات دلائل

قطعیہ سے ثابت ہے۔ کہ حضورؐ کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضورؐ کی نظیر محال ہے۔
اور حضورؐ کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں۔
کہ ایسا کرسکے اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کرسکنے میں بڑا فرق ہے۔
افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت ہی نہیں
ہو ہی نہیں سکتا۔ ملفوظات حصہ سوم ص۵۹

مولانا اگر یہی بات لکھ دیتے کہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیا یہ کافی نہ تھا تحت قدرت ہی نہیں۔
یہ کہہ کر مولانا کو کیا ذہنی سکون حاصل ہوا ـــــ یہی نا کہ اللہ کی قدرت کو چیلنج کر دیا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ہی حضورؐ کو تمام مراتب دیئے اور نبوت ورسالت کی تمام شانیں عطا
فرمائیں۔ وحی متلو اور غیر متلو سے نوازا۔ اب خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ان امور میں کون
خدا کی قدرت کو چیلنج کرسکتا ہے۔ وہ اگر چاہتا ـــ تو حضورؐ کو وحی کی دولت دے کر کیا
پھر اسے آپ سے سلب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اس نے ایسا نہ چاہا کہ یہ اس کی
شان کے لائق نہ تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہ ؟ قرآن کریم
اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے :۔

ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیك ثم لا تجد لك به
علینا وکیلا۔ الا رحمة من ربك ان فضله کان علیك
کبیرا۔ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل آیت ۸۷)

ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں
پھر اسے لینے کے لئے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے۔ مگر
یہ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے
یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہیں کیا۔ یہ اس کی رحمت ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ اس کے

تحتِ قدرت ہی نہیں۔ یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کردے۔ یہ بات اس کی مشیت میں نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسے تحت القدرت بتلایا ہے۔

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں خدا کی قدرت کو چیلنج کرتے ہوئے ذرا بھی نہ جھجکے۔ اور بڑی بے باکی سے لکھا۔ کہ تحتِ قدرت ہی نہیں۔ (معاذ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ کریمہ سے کیسے انکار ہوسکتا ہے لیکن کیا یہ اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کیے بغیر ثابت نہیں ہوسکتی؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیلئے یہ چیز ضروری ہے کہ اللہ رب العزت کو آپ کا مثل پیدا کرنے سے عاجز کہا جائے اور اس کیلئے "تحت قدرت ہی نہیں، تحت قدرت ہی نہیں" کے آوازے کسے جائیں؟ قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کونسا ایمان ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت عالمگیر ہے ہر خطہ وعلاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر ہر قریہ میں علیحدہ علیحدہ نبی آئے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپکے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچئے کہ اللہ رب العزت اپنی اُن چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اسکی مشیت میں نہیں ان پر اسے قدرت ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۞ پ۱۹ س الفرقان: آیت ۵۱

ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی بات "تحت قدرت ہی نہیں" آپ سن چکے۔ اب امام رازی رحمہ اللہ (۶۰۶) کی تفسیر بھی ملاحظہ کیجئے

كانه تعالىٰ بيّن له انه مع القدرة على بعثة رسول ونذير في كل قرية خصه بالرسالة وفضله بها على الكل —— ان الاية تقتضي مزج اللطف بالعنف لانها تدل على القدرة على ان يبعث في

كل قرية مثل محمد وانه لا حاجة بالحضرة الالهية الى محمد البتة (ولو) يدل على انه سبحانه لا يفعل ذالك فبالنظر الاول يحصل التاديب وبالنظر الى الثانى يحصل الاعزاز [۱]

ترجمہ : یوں سمجھو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا کہ وہ اس پر قادر ہے کہ ہر ہر بستی ایک ایک ڈرانے والا بھیج دے اس قدرت کے باوجود اس نے صرف آپ کو رسالت سے خاص کیا اور اس سے آپ کو ہر ایک پر فضیلت بخشی ۔ اس آیت میں لطف و کرم کے حاکمانہ شان سے ملنے ہونے کا عجیب اقتضاء ہے آیت بتلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ آپ کی طرح ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دے ۔ اُس کیلئے ضروری نہیں کہ ہر بستی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی یہ کام لے اور (لفظ اگر) بتلا رہا ہے کہ وہ ذاتِ پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی پہلی بات کی رو سے اس میں ایک انداز تربیت ہے ۔ اور دوسری بات آپ کے اعزاز کا اظہار ہے کہ آپ ہی جملہ عالم کے لئے پیغمبر اور نذیر ہیں ۔"

مولانا احمد رضا خان صاحب نے تحت قدرت ہی نہیں" کہنے کی کس طرح جرأت کی اور کیوں کی ؟ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن ہم یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کیا مولانا اللہ رب العزت کی شان میں گستاخی کئے بغیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام بیان نہ کر سکتے تھے ؟

اہل بدعت جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں تو بعض دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور فرطِ عقیدت میں ایسی بات کہہ گئے ۔ حاشا ثم حاشا ایسا ہرگز نہیں اس سے انکا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا بیان نہیں اللہ رب العزت کی شان گرانا ہوتا ہے ان کی پوری کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کے عقیدۂ توحید میں نکھار نہ رہنے دیا جائے ۔ جہاں تک ہوسکے اس میں تشکیک کے کانٹے بکھیر دیئے جائیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ تکریم بھی تو اسی جہت سے ہے کہ آپ اللہ رب العزت کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس کے رسول ہیں ۔ پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقت میں ادب کرے گا وہ اللہ

---

[۱] تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی : ج ۲۴ ، ص ۹۹

رب العزت کے حضور میں کبھی گستاخی نہ کرے گا اور نہ کبھی وہ اس کی قدرت کی حد بندی کرے گا۔

بریلوی حضرات کی یہ دو رُخی پالیسی ہمارے سامنے ہے اللہ رب العزت کے فرد وصمد ہونے کی بات کریں اور اس کی توحید کا چرچا کریں تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقابلے میں لے آئیں گے اور اس کی قدرت کو چیلنج کردیں گے۔ اور اگر ان کے سامنے مقام سنت کی تقدیس بیان کی جائے اور کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سے اعمال کسی کے نہیں ہو سکتے ہمیں ہر حال میں آپ کی ہی پیروی کرنی چاہیئے اپنی بات کو آپ کی بات سے نہ بڑھانا چاہیئے تو پھر یہ سنت کے ساتھ کوئی بدعت لا کھڑا کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل اپنے پیروں، بزرگوں اور باپ دادا کو لے آئیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت کی طرف انہیں بلایا جائے تو بر ملا کہیں گے کہ ہم جس طریقے پر چل رہے ہیں اس سے حضور نے منع تو نہیں فرمایا۔ اس میں کیا حرج ہے؟ یہ ان کا عام نعرہ ہوتا ہے۔ گویا ان کے ہاں توحید کو شرک سے گدلا کرنے، اور سنت کو بدعت سے آلودہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خدا کی شان کا بیان ہو تو یہ رسالت کو آگے لے آتے ہیں اور عظمت رسالت کا موضوع ہو تو یہ سنت کو کافی نہیں سمجھتے جھٹ کوئی نہ کوئی بدعت سامنے لا کھڑی کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

ایک خود شنید واقعہ

ایک بزرگ عالم توحید باری تعالیٰ پر وعظ کہہ رہے تھے بیان پُر تاثیر تھا کچھ اہل بدعت بھی شریک سماعت تھے واپسی پر ہمیں ملے۔ ہم نے پوچھا بیان کیسا رہا؟ "اچھا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انہوں نے کوئی بات نہیں کی" ہم نے ایک ملاقات میں اس عالم سے گزارش کی کہ اب کسی دن شان رسالت پر تقریر کیجئے۔ ان اہل بدعت کو کہلا بھیجا کہ آج پھر اس بزرگ عالم کی مجلس میں جاؤ۔ واپسی پر وہ پھر ہمیں ملے پوچھا شان رسالت کیسی بیان ہوئی؟ بولے بیان بہت اچھا تھا لیکن اولیاء کرام کی تو انہوں نے کوئی بات نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں کو نہیں مانتے۔ ہم نے پھر انہیں (اس عالم کو) کہلا بھیجا کہ کسی دن شان اولیاء پر بیان کیجئے

انہوں نے اس پر بھی نہایت نفیس اور مؤثر تقریر فرمائی ۔ اب کی بار انہوں (اہلِ بدعت) نے کہا کہ اولیاءِ کرام کی شان اس بزرگ عالم نے ان کی زندگیوں سے بیان کی ہے ان کی قبروں کے بارے میں کوئی کلمۂ تعظیم نہیں کہا۔ معلوم ہوتا ہے انکی قبروں اور خانقاہوں کا ان کے دل میں کوئی احترام نہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

ان واقعات سے اہلِ بدعت کا چہرہ پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے ۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ ان کا شانِ رسالت کا اقرار رسالت کی عقیدت سے نہیں بلکہ محض اسلام کے چشمۂ توحید کو گدلا کرنے کے لئے ہے ۔ اور اولیاءِ کرام کی منقبت کا قصیدہ ان کے ہاں ولیوں کی عقیدت کی وجہ سے نہیں رسالت کو اس کے مقام سے گرانے کے لئے پڑھا جاتا ہے ۔ اور یہ ساری تگ و دو محض اس لئے ہوتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اصل اسلام کا چہرہ مسخ کیا جائے ۔ اور جوں جوں وقت گذرے جا رہا ہے یہ ظلمتیں اور بڑھ رہی ہیں ۔

شرمناک قلم کا نقطۂ منتہیٰ

مولانا احمد رضا خان اور ان کے پیرؤوں نے اسلام کے چشمۂ توحید کو کس بے دردی سے گدلا کیا ۔ اس کے نظائر و شواہد آپ کے سامنے ہیں ۔ ان کی گہرائی میں اتریں تو جاہلیت کی یاد تازہ ہو جائے گی ۔ ظاہر میں دیکھیں تو اسلامی بستیاں اجڑی دکھائی دیں گی ۔ جہاں الحاد و بدعات کے اڑتے غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ۔ لیکن ایک خالی الذہن شخص سر پیٹ کر بیٹھ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شرمناک قلم ایک فرضی عقیدے کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کو کافر نہ کہو ۔ اس عقیدے کے باوجود انسان مسلمان رہ سکتا ہے ۔ (استغفر اللہ)

مولانا احمد رضا خان نے جس عقیدے کے بارے میں کہا کہ اسکے قائل کو کافر نہ کہو وہ شرمناک الفاظ یہ ہیں ۔

> " ناچنا ، تھرکنا ، نٹ کی طرح کلا کھیلنا ، عورتوں سے جماع کرنا ، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا ، حتیٰ کہ مخنث کی طرح مفعول بننا ، کوئی فضیحت اللہ (معاذ اللہ) کی شان کے خلاف نہیں ۔ " فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۴

یہ الفاظ کسی اور شخص کے نہیں نہ اب تک یہ کسی کا عقیدہ رہا ہے نہ آج تک کوئی شرمناک قلم اس سمت چلا ہے مزید تحریر یا یہ الفاظ دنیا کی کسی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے کسی شخص کے نام پر یہ الفاظ خود ہی وضع کئے ہیں خود ہی ان کے چٹخارے لئے ہیں اور یہی ان کے شرمناک قلم کا نقطۂ منتہیٰ ہے۔ اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسواد۔ یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت " (تمہید الایمان، مؤلفہ مولانا احمد رضا خان، ص ۴۴)

اگر ایسا شرمناک عقیدہ رکھنے والا بھی کافر نہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اور کفر کیا ہوگا؟ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر نہ کہے اس شخص کا اللہ رب العزت کے بارے میں اپنا تصور کیا ہوگا؟ مولانا احمد رضا خاں نے یہ شرمناک الفاظ وضع کرکے اللہ کے حضور جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے شاید انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر نہ پیش کرسکے۔ یہاں پہنچ کر زبان رکتی ہے اور قلم تھمتا ہے۔ اور اسی پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

عقیدۂ رسالت

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کی زد میں

مجبوریٔ مفتی تھی اور کُفر کے فتوے تھے
کہیں اعلحضرت تھے کہیں علم کے جلوے تھے
کہیں بند و سلاسل تھے کہیں سامنے جلوے تھے
انگریز کا منشا تھا مسلمان خواروں میں چل جائے

اثر خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

رسالت کے بارے میں

الحمد للہ الذی اصطفی من الملئکۃ رسلا ومن الناس وھو اعلم حیث یجعل رسالتہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصا علی من لا ینطق عن الھوی وعلی الہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء امابعد

جاننا چاہیے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف پیغام رسانی ہے۔ دین ومذہب کا سارا دائرہ اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ عالمِ محسوسات میں پیغمبر ہی خدا کے ترجمان اور اسکی رضا اور عدمِ رضا کے نشان ہیں۔ عقیدہ ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں صحیح ہو تو پورے دین ومذہب کا نقشہ صحیح کھنچتا چلا جاتا ہے۔ رسالت خدا کے ماتحت ہے اور وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے، کوئی اپنی محنت سے اس مرتبے کو نہیں پاسکتا۔

انبیاء کرام اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ علیا ہوتے ہیں وہ کبھی مجرا DANCE نہیں کرتے نہ مجرا کرنا ان کی شان کے لائق ہوتا ہے اگر مفتی احمد یار صاحب شبِ معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ اس رات مسجدِ اقصیٰ میں پہنچے تو انبیاء کرام نے آپ کے استقبال میں مجرا کیا۔ (معاذ اللہ)

"نماز کی تیاری ہے امام الانبیاء کا انتظار ہے، دولہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجرا ادا کیا،"[1]

قرآن اور حدیث اور تحقیقاتِ سلف کی روشنی میں یہ ماننا ضروری ہے کہ مرتبہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے تمام انبیاء اس کے بندے اور اس کے نمائندے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ اوّل ص۷

بھی اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں مسلمان نماز میں اپنے اس اعتقاد کا یوں اظہار کرتے ہیں۔''

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں

مسلمان بطیب خاطر دل کے پورے اطمینان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ یہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو مسلمان پر جبراً مسلط کیا گیا ہو اور یہ اس کے لیے بوجھ بن گیا ہو۔

بریلوی عقیدہ

بانی مذہب بریلویت مولانا احمد رضا خاں اس عقیدے کو یوں بوجھ سمجھتے تھے جیسے سینے سے تیر نکل گیا ہو۔

''تمہارا دین یہ ہے اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ عبدہٗ پہلے ہے رسولہ بعد کو، کہ عبد کے درجے سے نہ بڑھا دینا۔ احادیث میں کس قدر تاکید کے ساتھ سجدہ کی ممانعت فرمائی گئی۔ فرمایا سجدہ غیر اللہ حرام ہے، کہیں فرمایا سجدہ اللہ کے لئے خاص ہے... اللہ آپ کو شر سے بچائے اور امن وامان میں رکھے، معاف فرمایئے غصّے میں ایسے الفاظ نکل گئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس سے مجھے ایسی ناگواری ہوتی ہے گویا تیر سینے سے نکل گیا[۱]''

یہ بات کہ سجدہ خدا کے سوا کسی کو نہیں یہ تو ویسے ہی زبان سے نکل گئی اور یہ بات کہ اس اقرار عبدیت سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے بہت کھل کر سامنے آگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے ماتحت نہیں خدا سے بالا تصور کرتے ہیں۔

---

[۱] مولانا احمد رضا خاں کیا فرماتے ہیں، کیا یہ آپ کا دین نہیں؟ [۲] ملفوظات حصہ ۴ ص۳

قرآنِ کریم میں ہے کہ قسمت کا بننا اور بگڑنا مٹنا اور قائم رہنا سب خدا کے ہی قبضے میں ہے مگر بریلوی عقیدہ ہے کہ محو و اثبات کے دفتر پہ حضورؐ کا ہی کروڑا حکمرانی کرتا ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم میں ہے :

یمحوالله مایشاء ویثبت وعنده ام الکتاب [1]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ جو چاہے اسے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے قائم رکھے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔

مگر مولانا احمد رضا خاں حضورؐ کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پہ آخری افسر حضورؐ کا ہی مقرر کردہ ہے۔

میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے   محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا [2]

انسانی قسمتوں کے فیصلے کہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

"حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں، اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو" [3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں، ان کے بارے میں کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی پر توبہ کا دروازہ بند کرنا پسند فرما سکتے تھے۔

رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں

جس طرح یہ ماننا ضروری ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کے تابع ہے یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ رسالت مخلوقات میں سب سے بڑا مرتبہ ہے، باقی سب مراتب اس کے نیچے ہیں۔ رسالت کا مرتبہ سب سے اونچا ہے۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :

---

[1] پ ۱۳ سورہ رعد ع ۲ [2] حدائق بخشش حصہ اول ص [3] سلطنت مصطفےٰ ص ۴۳ نعیمی کتب خانہ گجرات

"سب انبیاء و اولیاء کے سردار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے" [1]

ایک جگہ لکھتے ہیں :

"پیغمبروں کی تو بڑی شان ہے ان کے خبر دینے سے کیوں کر نہ یقین آوے" [2]

ایک جگہ حضرت شہیدؒ لکھتے ہیں :

"بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں باقی سارے مراتب اس سے نیچے ہیں" [3]

پس جو لوگ نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر بلکہ کسی ولی یا صحابی کے برابر بھی مانیں ہرگز صحیح عقیدے پر نہیں رہ سکتے۔ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کوئی ولی نبی سے درجہ میں بڑھ سکتا ہے ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا۔

حضرت امام ابوجعفر طحاوی (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں :

و لا نفضل أحدا من الاولياء على احد من الانبياء عليهم السلام ونقول نبي واحد افضل من جميع الاولياء [4]

ترجمہ : اور ہم اولیاء میں سے کسی کو کسی ایک پیغمبر پر بھی فضیلت نہیں دیتے اور ہم کہتے ہیں کہ ایک نبیؑ تمام اولیاء کے مجموعہ سے بھی افضل ہے۔

شارح لکھتے ہیں کہ اس میں رد ہے اتحادیہ اور جاہل صوفیوں کا اور پھر اتحادیہ کے متعلق لکھتے ہیں :

اتحادية في الدرك الاسفل [5]

ترجمہ : اتحادیہ فرقہ (جو خالق و مخلوق کی وحدت کا قائل ہے) جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہے

بریلوی عقیدہ

مگر افسوس کہ بریلوی حضرات حضرت غوث پاکؒ کو یہ درجہ دیتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین

---

[1] تقویۃ الایمان صد ۱۳ [2] ایضاً ص ۲۴ [3] ایضاً صد ۵۳ [4] شرح العقیدہ الطحاویہ صد ۵۵ [5] ایضاً صد ۵۵۶

بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحتیں سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ حضرت غوث پاک کا مرتبۂ ولایت اور درجۂ قربِ الٰہی بھی کتنا ہی بڑا ہو اس میں ذرہ بھر شبہ نہیں کہ آپ کا مرتبہ کسی پیغمبر کے برابر ہرگز نہ تھا چہ جائیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی مجلس میں وعظ سننے کے لیے تشریف لایا کریں۔

حضرت غوث پاکؒ کو حضورؐ پر ترجیح دینا

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولی کیا مرسل آئیں خود حضورؐ آئیں وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوث[1]

تشریح: ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحت سننے کے لئے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت غوث پاکؒ کی تعریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین ہو جائے ہرگز لائق قبول نہیں۔ ولی بڑے سے بڑا ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچتا

حضرت غوث پاکؒ کو حضرت یوسفؑ پر ترجیح

مولانا احمد رضا خاں حضرت غوث پاک کی تعریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی یوں توہین کرتے ہیں:

روئے یوسف سے فزوں تر ہے حسنِ روئے شاہ پشت آئینہ نہ ہوا نیا زردئے آئینہ[2]

سلیس: حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی

تشریح: آئینہ کی پشت تاریک ہوتی ہے۔ چہرہ روشن ہوتا ہے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے چہرۂ انور کو تاریک اور زنگ زدہ کہا گیا ہے اور حضرت غوث پاک کے چہرے کو روشن کہا یہ ایک پیغمبر کی توہین نہیں ہے؟

---

[1] حدائق بخشش۔ حصہ دوم ص۷
[2] حدائق۔ حصہ سوم ص۶۴

بریلوی علماً حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو حضرت یوسف علیہ السّلام پر فضیلت دینے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت شیخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے اور اس اعتبار سے آپ حضرت یوسفؑ سے افضل ہیں اور یہ حقیقت میں حضور سرکار مدینہ کی ہی فضیلت ہے گیلان کا چاند آفتاب مدینہ سے ہی تو مستنیر ہے۔

ہم اہلِ سنّت اس نسبت سے بھی حضرت شیخ کو ایک پیغمبر پر فضیلت نہیں دے سکتے۔ اہلِ سنّت کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا۔ آپ پڑھ آئے ہیں،

ولا نفضل احداً من الاولیاء علی احد من الانبیاء علیہم السّلام ونقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء [1]

"افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں میاں حضرت غوث پاک کو صریح لفظوں میں حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے رہے ہیں اور پھر یہ بیان بھی ایسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی کھلی توہین کی ہے۔"

اس میں یہ کہیں نہیں کہ جو ولی حضورؐ کی اولاد میں سے ہو اسے ہم پیغمبروں پر فضیلت دے سکتے ہیں۔ یہ عقیدہ تو شیعہ حضرات کا تھا، اہلِ سُنّت تو ہمیشہ ایسے زندقہ و الحاد کی تردید کرتے رہے ہیں۔

مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں برملا حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دیتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے:

حُسنِ یوسف سے فزوں تر حُسن روئے شاہ ہے
پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ [2]

بریلوی جب مولانا احمد رضا خاں کے اس الحاد کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تو مغالطہ عوام کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ شعر حضرت غوث پاک کی مدح میں نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا گیا ہے۔

---

[1] شرح عقیدہ طحاویہ صد ۵۵۵ [2] حدائق بخشش حصہ سوم صد ۶۴

حضرت غوث پاکؒ کی مدح میں کہے گئے شعر کو کفری معنوں سے بچنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت بتلانا بریلویوں کے جھوٹ اور خیانت کی بدترین مثال ہے۔

یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے اس نظم کا عنوان حسب ذیل ہے:

درشان حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا [۱]

دو کہ یہ اشعار حضرت غوث پاک کی مدح میں نہیں حضورؐ کی شان میں کہے گئے ہیں، کچھ تو سوچیئے اور توہین نبوّت سے باز رہیئے۔

صرف یوسف علیہ السلام ہی نہیں، بریلوی مذہب والے حضرت شاہ جیلاں کو حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت عیسٰی علیہ السلام، حضرت موسٰی علیہ السلام بلکہ سب انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ جیلاں کو سب انبیاء کرام کا جامع سمجھتے ہیں۔ اہل سنت عقیدہ کے مطابق یہ زندقہ و الحاد ہے کہ ایک ولی کو پیغمبروں سے افضل یا ان کے برابر مانا جائے۔

مولانا ابوالبرکات نے الجواہر المضیئہ کے نام سے قصیدہ غوثیہ کی ایک اردو شرح لکھی ہے اس میں مقالہ ثامنہ کے تحت کرامات و خوارق کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> حضرت قدس سرہ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) کی کرامات و کمالات اس قدر مشہور و معروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ تفصیل و تشریح سے مستغنی ہیں۔ بس اس شعر کو تفصیل کے لیے کافی خیال کرتا ہوں:
>
> حسن یوسف دم عیسٰے ید بیضا داری
> آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری [۲]

---

[۱] حدائق بخشش حصہ سوم صد ۲ [۲] شرح قصیدۂ غوثیہ صد ۱۹۱ نوری بکڈپو لاہور

دلیس) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دم مسیحائی جس سے مردے زندہ ہوتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ید بیضا (روشن ہاتھ) یہ سب کمالات آپ رکھتے ہیں۔ ان محبوبان خدا کے جملہ اوصاف آپ کی ایک ذات میں جمع ہیں۔

یہ شعر حضورؐ کی صفت وثنا کا تھا مگر افسوس صد افسوس کہ بریلویوں نے مولانا احمد رضا خاں کی پیروی میں اسے حضرت پیران پیر پر منطبق کر دیا اور حضرت شیخ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر فضیلت دے کر کفر تک کے ارتکاب سے نہیں چوکے۔

مولانا ابوالبرکات نے حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کا یہ عمل مولانا احمد رضا خاں سے لیا ہو[1]

حضرت یحییٰ منیریؒ کو حضرت خضرؑ پر ترجیح

حضرت یحییٰ منیریؒ (۷۸۲ ھ) سلسلہ فردوسیہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات کا بیان آسان کام نہیں لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آپ نبی نہ تھے نہ نبوت کے درجے تک پہنچے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت یحییٰ منیریؒ کو ایک پیغمبر پر کس طرح ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے اپنے اس عقیدے کو اس کہانی میں یوں لپیٹا ہے:

"حضرت یحییٰ منیریؒ کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا۔ امداد کے لیے اپنے پیر کو یاد کیا، اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے لاؤ ہاتھ میں نکال لوں۔ مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں جا چکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ حضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور یحییٰ منیریؒ موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پکا معتقد ہونا چاہیے اور ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کر دیا۔"[2]

---

[1] دیکھئے حدائق بخشش حصہ ۳ ص ۶۴ [2] سوانح اعلیحضرت بریلوی صد ۱۳۳

حضرت خضرؑ نبی تھے یا ولی؟

حضرت یحییٰ منیری ولی اللہ تھے۔ نبی اللہ نہیں کوئی شخص ان کے نبی ہونے کا مدعی نہیں لیکن خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی ہیں۔ حضرت ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں انہیں نبی لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ڈوبنے کی مذکورہ حکایت کی تائید کی ہے اور ایک ولی کو ایک نبی کے مقابلے میں لائے ہیں۔ کیا یہ شانِ نبوت میں گستاخی نہیں؟ بعض بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو بچانے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی اصلاح اور اطلاع کے لئے خاں صاحب کا ایک ملفوظ ملحوظ رکھئے۔

"جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں۔ خدمت بحر انہیں سے متعلق ہے"[1]

مامورِ خداوندی سے ہاتھ کھینچنا

اللہ تعالیٰ نے جب خدمت بحر حضرت خضرؑ کے ذمہ کر رکھی ہے اور وہ ان کاموں میں بامرِ الٰہی مصروف ہیں تو ان سے ہاتھ کھینچنا جیسا کہ اس حکایت میں مذکور ہے مامور الٰہی سے ہاتھ کھینچنا ہے جو سعداء کا کام نہیں بلکہ سوچا جائے تو یہ کرم خداوندی کے خلاف ایک بڑی جسارت ہے۔ حضرت خضرؑ حسب تکوین اپنے کام پر پہنچے۔ کیا ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ حضرت یحییٰ منیریؒ حضرت خضرؑ کے محکمے میں ان کے مقابل صف آرا تھے۔ کچھ تو سوچیے پیغمبر کی توہین آپکو کیسے گوارا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

پیغمبروں کی توہین کا سلسلہ بریلویوں میں ایسا چلا ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام کو اپنے منّن میں فیل تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ ان کے مفتی ملا نظام الدین ملتانی جوان پانچ بڑے علماء میں

---

[1] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں ۴ صفحہ ۳

سے ہیں جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوارِ شریعت (THE LIGHT OF ISLAM) کہلاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکام رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت انجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے [1]

بریلویوں کے پانچ بڑے علماء جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوارِ شریعت کہلاتے ہیں یہ ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خان ۲۔ مولانا حامد رضا خان ۳۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی

۴۔ مولانا سردار احمد لائلپوری ۵۔ مولانا نظام الدین ملتانی۔

مولانا محمد اسلم علوی قادری نے یہ کتاب انوارِ شریعت سنی دارالاشاعت ڈجکوٹ لائلپور سے دو جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سخت توہین کی گئی ہے۔ ایک مرزائی نے یہ سوال کیا تھا:۔

مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟

بریلوی مفتی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا:۔ جسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

یہاں کاتب کی غلطی کا بھی احتمال نہیں۔ ناکامیاب کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے پھر تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکنا مزید ذکر کیا گیا ہے۔ کتابت بھی کسی عام کاتب کی نہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائلپور کے فاضل غلام سرور صاحب قادری رضوی کی ہے۔ تصحیح کا کام بھی جامعہ رضویہ مظہر الاسلام کے سند یافتہ محمد صادق صاحب قادری رضوی نے کیا ہے اور اس کی تصدیق کتاب کے آخر میں ص۲۶۲ پر جلی حروف میں موجود ہے، یہ سب لوگ توہین رسالت کے اس جرم میں شریک ہیں۔

---

[1] انوارِ شریعت جلد ۲ ص۳۱ حصہ نہم

اسے الزامی جواب بھی نہیں کہا جا سکتا۔ الزامی جواب وہ ہوتا ہے جو فریق مخالف کے مسلمات کی رُو سے لازم ہو۔ ایک عیسائی پادری نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے سوال کیا کہ حضور پیغمبر اسلام اگر واقعی خدا تعالیٰ کے بہت مقرب تھے تو انہوں نے خدا سے کہہ کر اپنے نواسہ حضرت حسینؓ کو سانحۂ کربلا سے کیوں نہ بچا لیا؟

حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر آپ کی سفارش مسترد کر دی تھی کہ ظالموں نے میرے بیٹے کو سُولی چڑھا دیا میں اُسے بچا نہ سکا۔ تیرا تو پھر نواسہ ہے میں اس کے لیئے کیا کروں؟ یہ جواب الزامی کہا جا سکتا ہے۔ عیسائیوں کے مسلمات کے مطابق ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی مانتے ہیں۔ اُن کے سُولی پر لٹکائے جانے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اس وقت چھوڑ دیا تھا۔

مرزائی معترض کے جواب میں بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت بے ادبی کی ہے۔ اسے الزامی جواب کہنا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ پیغمبر کی توہین کسی طرح بھی جائز نہیں۔ نہ تحقیقاً نہ الزاماً۔ سو بریلویوں کا یہ عذر کسی طرح لائق پذیرائی نہیں ہے۔

پیغمبر کی بے ادبی کسی پہلو سے کی جائے اُس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں۔ بریلوی حضرات اپنی ان کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ سوائے اس کے کہ بریلویت سے دلی طور پر توبہ کر لیں اور پھر کھلے بندوں اس توبہ کا اقرار کریں۔

محقق جلیل حضرت قاضی عیاضؒ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:-

وقال ابوحنیفة واصحابه علیٰ اصلهم من کذب باحد من الانبیاء او تنقص احداً منهم او برئ منهم فهو مرتد۔ (الشفاء ص۲۰۲/۳)

(ترجمہ) امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اپنے اصول پر اس بات کے قائل ہیں کہ جس نے کسی ایک پیغمبر کی تکذیب کی ــــــ یا تنقیص کی ــــــ یا اس سے بے تعلق ہوا وہ مرتد ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام کی توہین

بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس خبر پر کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا بہت گھبرا گئے تھے۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی برادرانِ یوسفؑ کی بحث میں لکھتے ہیں:۔

اُن کے چیخنے کی آواز حضرت یعقوب علیہ السلام نے سُنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے[1]

سب بات جانتے ہوئے محض دکھاوے کے لیے گھبرانا کیا یہ ڈرامہ نہیں؟ افسوس کہ جناب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو اسے ایک پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایمانی حجاب مانع نہ آیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسفؑ کے کُرتے کی خوشبو پائی تو اپنے بیٹوں سے کہا:۔

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ پ۱۳ یوسف ع ۱۱

ترجمہ: میں یوسفؑ کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم میری طرف نقصان عقل کی نسبت نہ کرو۔

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے:۔

بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں (کنز الایمان ص۲۹۲)

سٹھ گیا ہوں عجیب دیہاتی زبان ہے۔ سٹھ جانا اس وقت بولتے ہیں جب انسان عام آبادی میں ناکارہ سمجھا جانے لگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات پر اپنے ناکارہ ہونے کا اندیشہ ہرگز نہ ہوا تھا۔ نبی کبھی ناکارہ نہیں ہوتا قرآن کریم میں کہیں سٹھیانے کا لفظ نہیں تھا خان صاحب نے اپنی طرف سے یہ لفظ یہاں بڑھا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خاں صاحب خود ہی سٹھیائے ہوئے تھے۔ ساٹھ سے اوپر پہنچے ہوئے تھے۔ پیغمبر ساٹھ سے اوپر بھی چلا جائے تو سٹھیاتا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ میں کھلی توہین ہے۔

---

[1] خزائن العرفان ص۲۹۲، ص۳۷۹ طبع جدید

شیطان کو مقیاس بنانے کی گستاخی

بریلویوں نے مقامِ نبوت کی اس قدر توہین کی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات بیان کرنے میں ابلیس لعین کو مقیاس (کسوٹی) بنانے تک سے باز نہیں رہے۔ ان کے مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کو ثابت کرنے کے لیے کیسی دلیری اور بے ادبی سے شیطان کی مثال لاتے ہیں :

> اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نہیں کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے [۱]

یہ مسئلہ اپنی جگہ رہا آپ اس جذبے اور فکر کا اندازہ لگائیں جو ایک اسلامی عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی نصوص کی بجائے ابلیس کی عالمی پرواز کو کسوٹی بنا رہا ہے اور صفاتِ نبوت کو لعین ابلیس پر قیاس کر کے پیش کر رہا ہے۔

اسلامی عقائد کے اثبات کے لیے کیا قرآن وحدیث میں کفایت نہیں تھی۔ اسلامی عقائد کیا صرف قیاس کے محتاج رہ گئے اور وہ بھی ابلیس کی صفات پر اور وہ قیاس بھی کسی امام مجتہد کا نہیں، مولانا عبدالسمیع رامپوری کا —— اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار گجراتی بھی ایک جگہ اپنے عقائد کے اثبات کیلئے شیطان کی صفات کو اس طرح کسوٹی بناتے ہیں، آپ لکھتے ہیں :

> اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا

---

[۱] انوار ساطعہ صہ ۵

ہے چنانچہ اکثر لوگ ناشکرے ہیں .... تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے [۱]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :

> جب شیطان مردود کی دعا سے عمر میں زیادتی ہوگئی تو اگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی دعاؤں سے یا بعض نیک اعمال کی برکت سے عمر لمبی ہو جاوے تو کیا مضائقہ ہے [۲]

بھلا انبیاء علیہم السلام اور شیطان کا کیا جوڑ۔ شیطان کبھی انبیاء کے قلوب میں نہیں اتر سکتا. وہ ہر قسم کے وسوسہ شیطانی سے پاک ہوتے ہیں. جہاں جبرئیلؑ اترتا ہو وہاں ابلیس کیسے اتر سکتا ہے، مگر افسوس کہ بریلوی حضرات کا عقیدہ اس کے خلاف ہے. یہی وجہ ہے کہ وہ پیغمبروں کی شان بیان کرنے کے لیے ابلیس کی مثال لانے سے نہیں چوکتے.

پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذاللہ)

اسلامی عقیدہ کے مطابق پیغمبر کبھی شیطان کی زد میں نہیں آتے، ان کی ہر ادا پر خدائی حفاظت کا پہرہ ہوتا ہے، مگر بریلوی انہیں وسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں سمجھتے. ان کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

> کوئی شخص کسی جگہ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ نہیں، آدم علیہ السلام مقبول بارگاہ تھے .... یہ بھی معلوم ہوا کہ وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے [۳]

یہاں کیا یہ تاویل نہ کی جا سکتی تھی کہ حضرت آدمؑ اس وقت تک مقام نبوت پر فائز نہ ہوئے تھے، آدم علیہ السلام کے اس خصوصی واقعہ کو تمام انبیاء کرام کے لیے اصول بنانا کہ ان میں سے کوئی وسوسہ شیطانی سے محفوظ نہیں، ہرگز درست نہ تھا، بریلویوں نے یہاں بہت جرأت اور گستاخی کی ہے، مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسنات سے بھی سن لیجئے.

---

[۱] نور العرفان صہ ۱۳۷ [۲] نور العرفان صہ ۲۴۰ [۳] نور العرفان صہ ۱۲۷

حضرت آدم علیہ السلام کی توہین

حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں اجتہادی خطا ہوئی۔ آپ نے متنبہ ہوتے ہی حق کی طرف رجوع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کی اس خطا اجتہادی کا ذکر بدوں ذکر توبہ دانابت ہرگز درست نہیں۔ یہ صحیح نہیں کہ آپ کے لیے ذلت وغیرہ کے سے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد الوری لکھتے ہیں :۔

وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوج تاج عزت تھے آج شکار تیر ذلت ہیں[1] داستغفراللہ

افسوس ان بریلوں سے کسی نے نہ پوچھا کہ وہ تیر انداز کون تھا جس کا شکار آدم علیہ السلام کو بتلایا جا رہا ہے اور اس انجام کے لیے ذلت و خواری کے الفاظ کیا اب تک کسی مسلمان نے حضرت آدم علیہ السلام کیلئے استعمال کیے ؟ کچھ غور کیجئے اور انبیائے کرام کی توہین سے ہاتھ کھینچئے۔

لیجئے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی بھی لکھتے ہیں :۔

حضرت علی المرتضیٰ سے مرفوعاً روایت کی کہ جب حضرت آدمؑ پر عتاب ہوا . . . الخ[2]

نعیم الدین صاحب نے اس پر طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی کا حوالہ دیا ہے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے کسی ایک کتاب سے بھی اس کی سند نقل نہیں کی اور اتنے سخت الفاظ حضرت آدمؑ کے بارے میں کہہ ڈالے۔ جن کی کسی مسلمان سے توقع نہ ہو سکتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی توہین

حضرت نوح علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے کافروں کے مبلغ نہ تھے۔ نہ آپ کبھی کافر رہے نہ آپ

---

[1] اوراق غم ص۲ [2] خزائن العرفان ص۹ بقرہ

نے بھی کُفر کی تبلیغ کی۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار نے اُن کی بھی توہین کر ڈالی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

چونکہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے کفار کے مبلغ ہیں[1]

اہل سنت کا بنیادی عقیدہ ہے کہ کسی نبی نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کبھی کُفر یا شرک نہیں کیا نہ نبوت سے پہلے نہ بعد۔ کفر و شرک سے وہ ہمیشہ سے بچے آئے ہیں وہ انکے مبلغ کیسے ہو سکتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین

ہندؤوں نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کرشن بتلایا تو مسلمان اس پر بہت سیخ پا ہوئے۔ کرشن کا جو نقشہ ہندوستان میں متوارث چلا آتا تھا اس کے پیش نظر یہ بات ہرگز لائق برداشت نہ تھی مگر افسوس کہ بریلوی علماء نے ہندوؤں کی یہ بات قبول کر لی اور اسے نہ صرف اخباروں میں بلکہ حاشیہ قرآن پر لے آئے تاکہ عوام اسے قرآن کی بات سمجھیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار حضرت ابراہیمؑ کے ذکر میں لکھتے ہیں:۔

بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل کو ارجن[2]

افسوس کہ مفتی احمد یار نے اس ہندو کی تردید کرنے کی بجائے پنڈت جی کا یہ تحفہ خود مسلمانوں کی نذر کر دیا۔ حاشیہ قرآن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

ہند کے مشرک انہیں کرشن کا نام دے کر تعریفیں کرتے ہیں مشرکین عرب بھی اپنے کو ابراہیمی کہتے تھے[3]

---

[1] نورالعرفان صفحہ ۸۶۳ [2] نورالعرفان صفحہ ۴۹۲ [3] ایضاً صفحہ ۵۹۰

سب پیغمبروں کو مُردے کہا (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا:۔

واسئل من ارسلنا قبلك من رسلنا[1]

(ترجمہ) اور ان رسُولوں سے جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے پوچھ لیجئے)

اس آیت سے یہ مراد نہ تھی کہ آپ ان پیغمبروں سے جاکر ملاقات کریں اور اُن سے پُوچھیں ــــــ اس آیت کا منشا یہ تھا کہ :۔

۱۔ آپ ان پیغمبروں کے ملل وادیان کو دیکھیں کسی کے ہاں بُت پرستی روا نہیں رکھی گئی ــــ یا یہ کہ

۲۔ مومنین اہل کتاب سے دریافت فرمالیں کسی نبی نے کبھی غیر اللہ کی عبادت کی اجازت دی؟

مولانا احمد رضا خاں اس آیت کو فہرست کنز الایمان میں اس عنوان سے ذکر کرتے ہیں "مُردوں کو پکارنا"[2]، اور اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ مُردوں کو پکارنا جائز ہے۔

کیا مولانا احمد رضا خاں نے یہاں سب پیغمبروں کو مُردے نہ کہا؟ بریلوی عقیدہ میں کیا یہی پیغمبروں کی تعظیم ہے؟ کیا سب پیغمبر مُردے نہیں؟

قرآن کریم میں ہے کہ شہیدوں کو مُردے نہ کہو وہ زندہ ہیں ــــــ مگر اس بے ادب اور گستاخ کو دیکھئے کس دیدہ دلیری سے سب پیغمبروں کو مُردے کہہ ڈالا ــــــ پھر اس آیت میں انہیں پکارنے کا کوئی حکم نہ تھا۔ اس نے اس سے مُردوں سے مرادیں مانگنے کا بھی استنباط کر لیا اور سُرخی باندھ دی ــــــ مُردوں کو پکارنا

اس بے ادبی اور کھوک گستاخی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ بریلوی پیغمبروں کی توہین پر جب اُتر آتے ہیں تو پھر کسی کو نہیں چھوڑتے۔ اللہ تعالیٰ ان بے ادبوں سے اُمت کی حفاظت فرمائے، انبیائے کرام کے خلاف لب کشائی کرنے میں ان لوگوں نے کتنی جرأت . . . دکھائی ہے۔

---

[1] پ ۲۵ الزخرف ۴۵ [2] فہرست کنز الایمان ص

انبیاء کی دخل شیطانی سے حفاظت

اسلامی عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ جس طرح انبیاء کرام کو دخل شیطانی سے محفوظ رکھتے ہیں شیطان کو انبیاء کرام کی صفات پر اُترنے سے بھی باز رکھتے ہیں، شیطان کو اغواء و ضلال کی کتنی قوتیں بخشی گئیں لیکن اس کو یہ طاقت نہ دی گئی کہ وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سی شکل بنا سکے ۔ عالمِ ظاہر تو درکنار شیطان خواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں نہیں آسکتا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے واقعی حضورؐ کو ہی دیکھا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یتمثل الشیطان بی ؎

ترجمہ : جس نے مجھے خواب میں دیکھا سو وُہ مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا ۔

تمثل کی نفی عام ہے جس طرح شیطان آپ جیسی شکل نہیں بنا سکتا آپ کی سی آواز بھی نہیں نکال سکتا، کیونکہ جس طرح اس شکل سے دھوکہ دینے کی اسے قدرت نہیں اس آواز سے دھوکہ دینے کی قدرت اسے کیسے حاصل ہو سکتی تھی ۔

حضورؐ کی سی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان حضورؐ کی سی آواز نکال سکتا ہے اور لوگوں کو مغالطہ دے سکتا ہے کہ گویا حضورؐ ہی بول رہے ہیں (معاذ اللہ) مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

حضورؐ کی یہ صفت خاص ہے کہ آپ کا ہمشکل کوئی نہیں بن سکتا، ورنہ لوگ

؎ صحیح بخاری ۹ صد ۴۲   لا یتکوننی و روی انس لا یتخیل بی

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ہمشکل بن گئے
البتہ شیطان اپنی آواز حضورؐ کی آواز سے مشابہ کر سکتا ہے جیسا کہ سورہ والنجم
شیطان نے حضورؐ کی طرح پڑھ دی [1]

جب حضورؐ بے مثل صفات رکھتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان حضورؐ کی سی آواز نکالے اور وہ بھی تلاوتِ قرآن میں! کچھ تو سوچیے، معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور گستاخی سے بریلویوں کو کیا ملتا ہے۔

حضورؐ کی سی خوشبو کسی کی نہیں ہو سکتی

اسلامی عقیدہ ہے کہ جس طرح کوئی حضورؐ کی شکل نہیں بنا سکتا اور حضورؐ کی آواز کسی کی نہیں ہو سکتی اسی طرح یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضورؐ کی خوشبو بھی کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ کے پسینہ مبارک میں بھی خوشبو ہوتی تھی۔

مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ برکات احمد کی قبر کی خوشبو بالکل روضۂ انور کی سی خوشبو تھی اور تصریح کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کوئی مبالغے کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت کہہ رہے ہیں۔

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ
وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی۔ [2]

انبیاء کا ظاہر و باطن ایک

انبیاء کرام ہر قسم کے دھوکہ اور فریب سے پاک ہوتے ہیں، کسی قسم کی خیانت ان سے ممکن

---

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ اوّل صد ۱۴۲ نوری کتب خانہ لاہور [2] ملفوظات حصہ دوم صد ۲۳

نہیں، قرآنِ کریم میں ہے: ماکان لنبی ان یغل

ترجمہ: نبی سے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی قسم کی خیانت کرے[1]

مداری تماشا کرتے ہیں اور مختلف روپ دھارتے ہیں، شکاری شکار پھانسنے کے لیے کئی شکلیں بناتا اور مختلف آوازیں نکالتا ہے، انبیاء و مرسلین کو کتنے ہی کڑے حالات سے کیوں نہ گزرنا پڑے ان کی سیرت نہایت پاکیزہ رہتی ہے اور وہ کبھی مداری یا شکاری کا روپ نہیں دھارتے۔ ان کا ظاہر و باطن ایک سا ہوتا ہے۔

انبیاء کی بشریت اور رسالت

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت کا اعلان فرمائیں۔ اس میں کافروں کے اس عقیدے کی تردید تھی کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی انسان پر وحی نہیں اتاری۔

قالوا ما انزل اللہ علیٰ بشر من شیٔ[2]

ترجمہ: انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر (کبھی) کوئی وحی نہیں اُتاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ بشریت اور وحی کی آمد دونوں کا اعلان فرما دیں تاکہ کافروں کے غلط عقیدے کی پوری تردید ہو جائے۔ ارشاد ہوا:

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ[3]

فرما دیجئے، میں بھی انسان ہوں، جیسے تم۔ ہاں مجھ پر وحی آتی ہے۔

بریلویوں کا گستاخانہ عقیدہ پیغمبر شکاری کی ادائیں

قرآن کریم کا اعلان آپ کے سامنے ہے۔ مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کا اعلان بشریت ایک

---

[1] پ ۴ سورہ آل عمران ع ۱۷، [2] پ ۷ الانعام ع [3] پ ۱۶ کہف ع

سچائی نہ تھا، آپ نے یہ بات محض اوپر اوپر سے کہی تھی جیسے شکاری شکار کرنے کے لیے جانوروں کی سی آواز نکالتا ہے، مگر حقیقت میں وہ جانور نہیں ہوتا محض جانور کا روپ دھارے ہوتا ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔ [1]

پیغمبرانہ اعلان کے لیے شکاری کی مثال لانا اور اس مثال سے پیغمبر کو شکاری کہنا اور اس کی بات کو جانوروں کی سی بولی قرار دینا انبیاء کرام کی شان میں سراسر گستاخی ہے اور بے ادبی کی انتہا ہے، جب شیطان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روپ نہیں دھار سکتا تو آپ شکاری کا روپ کیسے دھار سکتے تھے۔ بریلویوں نے اس گستاخانہ پیرائے میں کلام الٰہی کو بھی جانور کی سی آواز کہہ دیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ شکاری جب جانور کی سی آواز نکالتا ہے تو اس کی یہ آواز حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی۔ اپنے آپ کو ظاہراً جانور بتلانا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

شکاری کا اظہار عمل حقیقت کے خلاف ہوتا ہے، پیغمبروں نے اگر اسی حیثیت سے اپنے آپ کو بشر کہا اور حقیقت میں وہ بشر نہ تھے تو ان کا انما انا بشر کا اعلان کیا جھوٹ نہ ہوا ؟ گو اس میں کوئی مصلحت کیوں نہ ہو۔ یاد رکھیئے پیغمبروں پر اس طرح کا بھی جھوٹ لگانا کفر ہے

قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں :

وکذلك من دان بالوحدانیة وصحة النبوة ونبوة نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا بہ ادعی فی ذلك المصلحة بزعمہ او لم یدعھا فھو کافر بالاجماع۔ [2]

(ترجمہ) اسی طرح وہ شخص ہے جو توحید کا قائل ہو نبوت کا قائل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا بھی قائل ہو لیکن انبیاء کرام (خدا کی طرف سے) جو باتیں لائے ان میں

---

[1] جاء الحق صہ ۱۶۹ [2] شفا جلد ۲ صہ ۲۸۹

ان کا جھوٹ بولنا جائز سمجھتا ہو (اس بات کا قائل ہو کہ پیغمبر جھوٹ بول سکتا ہے)
انبیاء کے جھوٹ بولنے میں وہ کسی مصلحت کا قائل ہو جیسا کہ شکاری اپنے
آپ کو کسی مصلحت کے لیے خلاف حقیقت ظاہر کرتا ہے، یا کسی مصلحت کے بغیر
کذب انبیاء کو جائز سمجھے تو ایسا اعتقاد رکھنے والا بالاجماع کافر ہے۔"

پیغمبر کی غیر اختیاری آواز

شکاری شکار کرنے کے لیے بڑے تکلف سے ایک نئی آواز نکالتا ہے تاکہ شکار اسے سمجھ نہ پائے۔ اس کا اس آواز کو اختیار کرنا اس کا فن اور تجربہ ہوتا ہے۔

اب دیکھئے یہی مفتی احمد یار جو یہاں قل انما انا بشر مثلکم کو ایک شکاری کی آواز کہہ رہے تھے ایک دوسرے مقام پر اسے غیر اختیاری آواز کہہ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے، دروغ گو را حافظہ نباشد۔

بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی
غیر اختیاری آواز ہوتی ہے انما انا بشر مثلکم اس درجہ کی آواز تھی
اور ایکم مثلی میں شریعت کی جلوہ گری (شان حبیب الرحمٰن ص ۲۴۳)

یہ تو سنا تھا کہ منصور کا نعرہ انا الحق ایک جوش بے خودی تھا، اسلام کی رُو سے کوئی جائز آواز نہ تھی۔ بعض اولیاء اللہ سے بعض اوقات شطحیات کا صدور ہو جاتا ہے لیکن کسی صحابی یا امام نے آج تک نہ کہا تھا کہ پیغمبر بھی کبھی اس بے اختیاری آواز سے بولتے ہیں یا یہ قرآن کریم میں بھی اس جوش کی غیر اختیاری آوازیں پائی جاتی ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کی شان میں بڑی گستاخی کیا ہو گی!

ظاہر صورت بشری میں حضورؐ کو کافروں سے تشبیہ دینا

کون نہیں جانتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک چاند سے زیادہ روشن تھا اور آپ کے

دز دنداں سے بجلی کی سی چمک نظر آتی تھی۔ آپ کی شکل مبارک اور ظاہر صورت بشری دنیا کے ہر انسان سے ممتاز تھی کافروں کی طرح ہرگز نہ تھی۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے حضورؐ کو ظاہر صورت بشری میں کافروں کی طرح ٹھہرایا ہے اور اس گستاخی پر انہیں کچھ حجاب نہ آیا۔ کنزالایمان میں لکھتے ہیں:۔

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (پ ۱۶ الکہف) [1]

حضورؐ کی شکل مبارک اور آپ کی ظاہر صورت بشری کو کافروں سے ملانا بہت بڑی گستاخی ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

بریلویوں نے کن کن پیغمبروں کی توہین کی ہے اور کن کن پیرایوں میں ان برگزیدہ ہستیوں کی تنقیص کی ہے یہ آپ کے سامنے ہے تاہم شرع کا یہ قاعدہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ کسی پیغمبر کی بھی توہین و تنقیص کی جائے۔ انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب کا یہی فیصلہ ہے۔ قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:۔

وقال ابوحنیفۃ واصحابہ علی اصلھم من کذب باحد من الانبیاء اوتنقص احدا منھم او برئ منھم فھو مرتد۔ [2]

(ترجمہ) امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب نے اپنے اصُول پر فیصلہ دیا ہے کہ جو کسی ایک پیغمبر کی بھی تکذیب کرے یا اُن میں سے کسی کی تنقیص کرے یا اُن میں سے کسی سے اظہار بیزاری کرے وہ مُرتد ہو جاتا ہے (اسلام سے نکل جاتا ہے)

افسوس کہ بریلویوں نے پیغمبروں کی توہین کی اور اُن کی شان میں بےادبی اور گستاخی کر کے اپنی آخرت تباہ کر لی ہے۔ اب بھی جو لوگ ان غلط عقائد سے توبہ کر لیں خوش قسمت ہوں گے

---

[1] کنزالایمان صـ۴۵۵ [2] شفاء صـ ۳۰۲/۳۰۳

اسلام کے عقیدۂ رسالت پر دو طرفہ حملہ

اسلام میں رسالت کا مقام الوہیت سے نیچے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے سردار ہونے کے باوجود اللہ رب العزت کے ماتحت اور مامور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام الوہیت پر لے جانا اسلام کے عقیدۂ رسالت کی پامالی ہے اور کسی اور پیر اور بزرگ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں لے آنا اس میں بھی اسلام کے عقیدۂ رسالت پر زبردست حملہ ہے افسوس کہ بریلوی حضرات یہ دو دھارا ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک طرف اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل بنائیں گے اور دوسری طرف بیک جست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ظہور و بروز کہنے میں بھی کوئی باک محسوس نہ کریں گے۔ فیا اسفا علی سوء الفہم۔

حضورؐ کی صورت میں خواجہ فریدؒ

حضرت خواجہ فریدؒ نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ ان کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بروز وظہور ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع صفات جمال وجلال اور کمال و افضال میں بے مثل پیدا فرمایا ہے مگر افسوس کہ اہلِ بدعت اپنے پیروں کی عقیدت میں اتنے کھو گئے کہ انہوں نے حضورؐ کی شان میں بھی بے ادبی کی پرواہ نہ کی، حضرت خواجہ فرید کو عین محمد قرار دے دیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ انوارِ فریدی میں لکھتے ہیں:

فرید باصفا ہستی   محمد مصطفےٰ ہستی
چہ گویم چہا ہستی   خدا ہستی خدا ہستی [1]

ترجمہ: آپ باصفا فرید ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ہی محمد مصطفےٰ ہیں
میں کیا کہوں آپ کیا ہیں؟ آپ خدا ہیں، خدا آپ ہی ہیں۔

---

[1] انوارِ فریدی ص ۶۲

حضورِ حضرت معین الدینؒ کی صُورت میں

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جمعہ کی بیوی فوت ہو گئی، وہ بہت اداس تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سُنیے:

رات کو خواب میں میاں جمعہ کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے لیکن حضورؐ نے اپنے چہرۂ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔ جس وقت میاں جمعہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سیدِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ مبارک سے کپڑا اُٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے[1]۔

اس کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ جناب محمد معین الدین اپنے مراتب میں اتنے بلند جا چکے تھے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شکل میں ظاہر ہوتے تھے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ اسلام کے اس عقیدے میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جمیع کمالات میں ایک بے مثل ذات تھے۔ یہ لوگ غلط عقائد میں انتہا کو جا چکے ہیں۔ ان کے غلام جہانیاں لکھتے ہیں:

وہ مدنی محمدؐ معین بن کے آیا ❊ غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر ❊ جو یثرب سے چاچڑ نشین بن کے آیا[2]

ولی اللہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمدؐ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اولیاء اللہ کے جملہ کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کی ایک کرن کی برابری نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی بزرگ کو آپ کی جمیع صفات میں آپ کا ظلی وجود کہہ دیا جائے۔

---

[1] ہفت اقطاب صہ ۱۹۱ از غلام جہانیاں [2] ہفت اقطاب صہ ۱۶۸

حضورؐ کے جملہ کمالات شیخ جیلانیؒ میں

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں رکھتے تھے۔ آپ حضورؐ کی جمیع صفات کا ظلی وجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

حضور پُر نور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں۔ [۱]

پھر یہیں تک بس نہیں آپ نے نہایت بے دردی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت تک کا دعویٰ فرما دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں، عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا [۲]

مولانا احمد رضا خاں یہاں اس کے سوا اور کیا دعویٰ فرما رہے ہیں کہ "حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام" خاں صاحب کو تو چاہیے تھا کہ جب اس جنازہ میں حضورؐ کی تشریف آوری کی

---

[۱] فتاویٰ افریقہ صد ۱۱۱ مطبوعہ کراچی
[۲] ملفوظات حصہ دوم صد ۲۳

بات سنی شرمندگی محسوس کرتے کہ حضورؐ کی موجودگی میں مجھے امامت کی جرأت کیوں ہو گئی ؟ یا بتقاضائے ادب یوں کہتے کہ الحمد للہ میں بھی اس جنازے میں موجود تھا۔ آپ کے ان الفاظ سے کہ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا خاں صاحب بریلوی کی اندرونی کیفیت اور انانیت کا اندازہ لگائیں کہ کس بے دردی سے حضورؐ کی امامت کا دعویٰ فرما رہے ہیں۔

حضورؐ جسمِ پاک سے تشریف لائے

بریلویوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضورؐ صرف روحانی طور پر اس جنازہ میں تشریف لاتے تھے بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضورؐ مع اپنے جسم اطہر کے اس میں تشریف لائے تھے، مفتی احمد یار لکھتے ہیں۔

اس طرح صالحین کی نمازِ جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں [1]

بس مولانا احمد رضا خاں کا یہ دعویٰ کہ حضورؐ میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام کسی روحانی حاضری کے تصور پر مبنی نہیں بلکہ حضورؐ وہاں اپنے جسم پاک سے تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مصلائے امامت سے پیچھے ہٹ گئے تھے، مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھانے کی کیسے ہمت ہوئی، یہ بات اپنی جگہ سوچنے کی ہے۔

بریلوی علماء کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا پتہ چل گیا تھا لیکن مولانا احمد رضا خاں کو نماز پڑھاتے وقت اس کی خبر نہ تھی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اگر اس وقت خبر نہ تھی تو جب خبر ہوئی اسی وقت کچھ اظہارِ شرمندگی کیا ہوتا بلکہ اُلٹا یوں لکھتے ہیں "الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا" گستاخی اور بے ادبی کی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ حضور میرے مقتدی تھے اور میں ان کا امام" یہ کیا گستاخی ہی نہیں ؟ کچھ تو سوچئے عقل والو !

---

[1] جاء الحق صہ ۲۴۲ مفتی صاحب اسکی کیا توجیہہ کریں گے کہ ایک ہی وقت میں مختلف جنازوں میں کیسے جسم پاک سے پہنچتے ہیں پھر صلحاء کی کیا تخصیص ہے کیا آپ ہر جنازے میں موجود نہیں ہوتے ؟

پھر یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ مولوی سید امیر احمد صاحب نے جب خواب دیکھا کہ حضورؐ برکات احمد کی نمازِ جنازہ کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں اس وقت برکات احمد مرحوم کی نمازِ جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے ہوئے تھے دفن کے دن رات کو خواب آنا اسی طرح ہو سکتا ہے حضورؐ کا اس وقت نمازِ جنازہ کے لئے تشریف لے جانا اسی طرح ہوا ہو کہ آپ پہلی نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہوئے ہوں ــــ آخر کیوں ؟ ــــ کیا اس لئے تو نہیں کہ آپ مولانا احمد رضا خاں سے ناراض تھے۔

کیا مولانا سید امیر احمد کے اس خواب کو نمازِ جنازہ ثانیہ جس کا حضورؐ کو خصوصی حق حاصل تھا اور اس میں امتیازی شان تھی، پر محمول نہ کیا جا سکتا تھا مولانا احمد رضا خاں کو کیا شوق سوار تھا کہ حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کر دیا اور بر ملا کہا کہ الحمد للہ! "یہ جنازہ مبارک میں نے پڑھایا" استغفر اللہ العظیم ۔ بلکہ اگر وہ غور کرتے تو اس میں ان کی بدعات پر زبردست نکیر موجود تھی۔ پیغمبر پر تقدم یہی ہے کہ اس کی سُنّتوں پر نہ چلے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ ایک سلسلہ میں فرماتے ہیں :

کسی نے اس خواب کا اور اس تعبیر کا ذکر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خواب کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ کوئی ان سے کہے کہ حضورؐ کے ہوتے کسی کا مسند پر بیٹھنا صاف دلیل ہے تقدم علی الرسول (رسول سے آگے بڑھنے) کی یعنی ان لوگوں میں خود رائی ہے وہ اپنی رائے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک پر مقدم کرتے ہیں۔[1]

مولانا احمد رضا خاں اگر یہ تعبیر سمجھ نہ پائے اور بدعات سے توبہ نہ کی بلکہ حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کر دیا تو اس کا بار آخرت میں ان پر ہو گا۔ موجودہ بریلوی تو انکا بار اپنے سر نہ لیں۔ یہ سہرا انہی کے سر رہے۔

---

[1] الافاضات الیومیہ حصہ ہفتم صـ۱۲۲ اشرف المطابع تھانہ بھون طبع ۱۹۴۱ء

حضورؐ گنبدِ خضرا میں تشریف فرما ہیں

مولانا احمد رضا خاں تو ساری عمر اس تردد میں رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں خود تشریف لاتے ہیں یا پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں؟ مگر آپ کے پیرو اس عقیدہ پر جمے کہ آپ گنبدِ خضریٰ میں تشریف فرما ہیں ہر جگہ خود حاضر نہیں۔ اس موقف پر رہے کہ پردے اُٹھا دیئے جاتے ہیں۔ ان کے سکندر لکھنوی لکھتے ہیں :

نکل رہے ہیں جو غم کے آنسو ٭ فراقِ طیبہ میں چشمِ تر سے
یقیں تو ہے دیکھتے ہیں آقا ٭ حریم خضرا کے مستقر سے [۲]

یہ عقیدہ کیا آپ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کھلے طور پر تردید نہیں؟ موصوف آپؐ کو ناظر تو مان رہے ہیں مگر یہ نہیں کہ آپؐ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوں یہ بات کہ آپ نیک لوگوں کے جنازہ میں جسم پاک سے حاضری دیتے ہیں مفتی احمد یار کے سوا کسی نے نہیں کہی ہے ہاں یہ صحیح ہے کہ آپ روضۂ انور میں فائز حیات ہیں یہ کتنا گستاخی ہے کہ تیرِ ممات نے آپ کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

حضورؐ پر تیرِ ممات چلانا (معاذ اللہ)

قرآن کریم میں شہدائے کرام کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر یہ بھی صحیح ہے کہ اسلام میں موت فنا محض کا نام نہیں دارِ دنیا سے دارِ آخرت میں انتقال کا نام ہے اور قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ موت کے ساتھ تیر کا لفظ اضافت کرکے اسے انبیاء پر لانا اہلِ سنت کے ہاں کہیں رائج نہیں رہا مگر دیکھئے مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا ابو الحسنات کس دلیری سے لکھتے ہیں :

---

[۲] آرزوئے مدینہ صفحہ ۲۳ مطبوعہ خلیل بکڈپو کراچی اس کتاب پر مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی اور غلام علی اوکاڑوی تینوں کی تقریظیں موجود ہیں [۱] ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۹۶

جس سروسہی نے چمن وجود میں بلندی حاصل کی اسے ارہ فنانے بیخ و بن سے کاٹا اور جس نہال تازہ نے گلشن حیات میں نشوونما پائی تیر حمات نے اسے فنا کیا[1]

حضورؐ کی وفات پر شجرِ اسلام کے بیخ و بن سے کٹنے کا عقیدہ شیعہ کا تو ہو سکتا ہے لیکن اہل السنۃ والجماعت کے ہاں اس خیال باطل کی کہیں پذیرائی نہیں، مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس کتاب میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جو سقیفہ بنی ساعدہ میں طے ہوئی تھی اس پر سخت طنز موجود ہے، اور خلافت بنی فاطمہ کی طرف منتقل کرنے ہی کی تجویز ہے تو اس یقین سے چارہ نہیں رہتا کہ مولانا احمد رضا خاں کا پورا حلقہ اہل السنّۃ والجماعۃ کے پیچھے ہی لٹھ لئے پھرتا رہا ہے۔ بہرحال مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ خلیفہ لکھتے ہیں:۔

خلافت پہ اترے تو سنئے لطیفہ یہ لگتی ہے رائے بھی وخفیفہ

کہ اجماع میں چوکے اہلِ سقیفہ بنانا تھا حضرت حسن کو خلیفہ

تو ہوتے نہ اتنے تفنن کے جھگڑے

تشیع کے قصے تسنن کے جھگڑے[2]

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے اسے تحقیقِ حق قرار دیا ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے صحابہ کے اجماع پر طنز کیا ہے۔ اہلِ سنّت کے ہاں کسی ایک صحابی پر بھی طنز جائز نہیں تو پھر کل صحابہ کے اجماع کا تخطئہ کرنے والا کیسے سنی سمجھا جا سکتا ہے۔

حضورؐ کی وفات کو حضورؐ کا زوال کہنا (معاذ اللہ)

قرآن کریم میں حضور صلی اللہ کو بشارت دی گئی وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ

---

[1] ادراکِ غم ص۱۱۱ [2] ایضاً ص۱۷۶

"اور البتہ آخرت آپ کے لئے پہلی زندگی سے بھی بہتر ہوگی" اور حدیث میں ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استیذان ملک الموت کے وقت خود رفیقِ اعلیٰ کو پسند
فرمایا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کہنا کس قدر گستاخی اور بے ادبی کا غماز
ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے یہ خلیفہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم پر لکھتے ہیں:
آقائے مدینہ رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں رائحہ انتقال
اس لئے کہ بعد کمال زوال ہوتا ہے : ؎

چو آفتاب بہ نصف النہار یافت کمال   مقرر است کہ روئے نہد بہ سوئے زوال[1]

رضاخانی عقیدہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتابِ رسالت رُو بہ زوال
ہوا لیکن سُنی عقیدہ میں پہلوں کے آفتاب تو بیشک غروب ہوئے لیکن حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا آفتاب کبھی غروب نہ ہوگا۔ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَفَلَتْ شموس الاولین و شمسنا   ابداً علی افق العلی لا تغرب

(ترجمہ) پہلوں کے آفتاب تو غروب ہوگئے لیکن ہمارا آفتاب بلندی کے افق پر
ہمیشہ رہے گا کبھی غروب نہ ہوگا۔

حضورؐ کی رسالت کے دو ممتاز پہلو

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب انبیاءِ کرام پر بہت سی باتوں میں
فضیلت عطا فرمائی لیکن آپؐ کی ہمہ گیر نبوّت اور ختمِ نبوّت کے عقیدے اتنے ممتاز ہیں کہ ان
ضروریاتِ دین کا اقرار کئے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم کی رُو سے
آپ کی نبوّت عرب و عجم اور ہر خطۂ زمین کو شامل ہے اور ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح
آپؐ پر مراتبِ نبوّت کی انتہا ہے زمانی اعتبار سے بھی آپؐ کے بعد کسی درجے کا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

---

[1] اوراقِ غم ص۱۱۳

حضور اکرمؐ کی ہمہ گیر نبوّت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سب انس و جن کے لیے ہے. کسی ایک علاقے، نسل یا رنگ سے خاص نہیں. حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت الی الناس عامۃ [۱]

ترجمہ: میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

سیدنا ملّا علی قاری لکھتے ہیں: ای شاملۃ للعرب والعجم

ترجمہ: یعنی حضورؐ نے فرمایا، میں عرب و عجم کے سب انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں

بریلویوں کا غلط عقیدہ

بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے لیے نشانِ ہدایت تھے، عجم کے لیے مولانا احمد رضا خاں اس الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھے. آپ کے خلیفہ مولانا عبدالعلیم صدیقی جب حج سے واپس لوٹے تو آپ نے مولانا احمد رضا خاں کے حضور ایک مدحیہ نظم پڑھی، اس میں ایک شعر یہ بھی تھا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو [۲]

اس نظم پر مولانا احمد رضا خاں نے مولانا عبدالعلیم صدیقی کو ایک قیمتی مخملی جبہ مرحمت فرمایا. گویا تسلیم کر لیا کہ واقعی عجم کے لیے آپ ہی الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھے اور حضورؐ کی دعوت تو (معاذاللہ) صرف عربوں تک کے لیے تھی. مولانا احمد رضا خاں پابندِ سنّت ہوتے تو نہ صرف مولانا عبدالعلیم کے منہ میں خاک ڈالتے بلکہ صاف کہتے کہ صاحبو! یہ غلط کہہ رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم

---

[۱] مشکوٰۃ شریف صہ ۵۱۲ [۲] سوانح اعلحضرت صہ ۱۵۸

دونوں کے لیے مبعوث ہیں اور میں ہرگز آپ کا مقابل نہیں ہوں کہ عرب کے لیے تو وہ ہوں اور عجم کے لیے میں' ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے ایسا نہ کیا' بلکہ ریشم کا جو جبہ آپ پہنا کرتے تھے جوشِ مسرت میں انہیں پہنا دیا کہ واقعی تم اچھا کر رہے ہو' میری تعریف کر رہے ہو۔ اور مجھے عجم کے لئے مبعوث مان رہے ہو۔

حضور اکرمؐ کی شانِ ختمِ نبوت

اسلام کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک نزول فرمائیں گے مگر وہ حضورؐ سے پہلے کے نبی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہ ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نئی شریعت لانے والا ہو یا تابع شریعت محمدی ہو کر آنے والا ہو' ہرگز ہرگز نہ آئے گا' نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہے کبھی کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی [1]

بیشک رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو لیا۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔

مولانا احمد رضا کا انکارِ ختمِ نبوت

مولانا احمد رضا خاں اس قطعی اور بنیادی عقیدۂ اسلام سے دُور جا نکلے۔ آپ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بابِ نبوت صرف ۵۶۱ھ تک بند ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) کی وفات کے بعد پھر کسی وقت رسالت کا آغاز ہوگا اور جو رسول آئے گا وہ مقامِ ولایت میں پہلے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا تابع رہ چکا ہوگا یعنی سلسلے میں قادری ہوگا۔

---

[1] جامع ترمذی جلد ۲ صہ۵۱

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :

انجام وے آغاز رسالت باشد اینک گو ہم تابع عبدالقادر [1]

(ترجمہ) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔ یہ کہو کہ وہ شیخ عبدالقادر کا تابع بھی ہوگا۔

اس عقیدے میں دو کفر لپٹے ہوئے ہیں، ایک ختم نبوّت کا انکار، دوسرا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہو سکتا ہے یہاں تک کہ نبی تابع ہو اور ولی ہمیشہ کے لیے متبوع ہو کر رہے معاذاللہ ثم معاذاللہ۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعتبار سے رسالت کا دروازہ بند کیا تو ایک اعتبار سے اسے کھول بھی دیا۔ ۵۶۱ ھ کے بعد اس امت میں قادری سلسلے کے کسی بزرگ کے لیے آغازِ رسالت کی خبر دی۔ آپ کے عقیدہ میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت کا دروازہ کھولنے والے بھی تھے۔ آپ لکھتے ہیں :

فتح بابِ نبوّت پر بے حد درود ختم دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام [2]

ترجمہ : جس نے نبوّت کا دروازہ کھولا اس پر لاتعداد درود اور جس نے رسالت کا دور ختم کیا اس پہ لاکھوں سلام ہوں۔

نبوت اور رسالت کے فرق سے آپ نے یہ بتلایا ہے کہ نیا نبی تو آسکتا ہے رسول نہیں۔

فتح بابِ نبوّت سے مراد

یہاں فتح بابِ نبوّت سے آدم علیہ السلام سے پہلے کا آغاز نبوّت مراد نہیں لیا جا سکتا، کیونکہ یہ عالمِ ارواح کی بات تھی۔

اس سوال پر کہ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ (آپ کو نبوّت کب ملی) ارشاد فرمایا تھا:
وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ [3] اور اس وقت آدم ابھی روح اور جسد میں ہی منقسم تھے۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ دوم صـ۱۰۴ [2] ایضاً صـ۲۵ [3] جامع ترمذی جلد ۲ صـ۲۰۱

اس شعر میں اس کا تقابل ختم دورِ رسالت سے ہے جو عالم ارواح کی نہیں عالم ظاہر کی بات ہے۔ تو فتح باب نبوت میں بھی عالم ظاہر کی بات ہی مراد لی جائے گی اور ظاہر ہے کہ عالم ظاہر میں نبوت کا دروازہ کھلنے سے مولانا احمد رضا خاں کی مراد یہی ہو سکتی ہے جسے آپ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

پس مولانا کی مراد فتح باب نبوت سے یہی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغازِ رسالت ہوگا اور نیا آنے والا نبی قادری سلسلے ہی سے ہوگا۔

اب دیکھئے قادری سلسلے میں وہ کون حضرت تھے جو اپنے بعد والوں کے لیے اس پیش گوئی کا مصداق بن سکتے تھے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبوت کے یہ نئے امیدوار کون تھے، لیکن یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جو دروازہ اپنے لیے کھولا اس میں اچانک مرزا غلام احمد داخل ہو گئے، داخل ہوتے ہی انہوں نے یہ دروازہ اوروں کے لیے بند کر دیا[1] اور اعلیٰحضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔

اب اعلیٰحضرت کے لیے کوئی گنجائش نہ رہی کہ وہ اس شعر کی مزید تشریح کریں اور آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کو صرف مجدد قرار دیں۔ بریلویوں نے جونہی آپ کو مجدد قرار دیا تو مرزائیوں نے بھی کچھ پینترا بدلا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ دعویٰ کچھ زیادہ کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے، ان کے جناب محمد علی لاہوری نے اعلان کر دیا کہ مرزا صاحب بھی مجدد تھے۔ مرزائیوں کی یہ جماعت لاہوری جماعت کہلاتی ہے لیکن قادیانی جماعت اپنے اسی عقیدے پر رہی کہ نبوت کا دروازہ پھر سے کھل گیا ہے اور غیر تشریعی نبی آسکتا ہے، صرف رسالت ختم ہے۔

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو اور لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں، دونوں کی دوڑ لگی ہے، دیکھئے پہلے کون سنبھلتا ہے۔

ختمِ نبوت کا ایک اور معنیٰ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین اور آخر الانبیاء عام طور پر بایں معنی کہا جاتا ہے کہ

---

[1] "اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔" (حقیقۃ الوحی صہ ۳۹۱)

آپؐ کے بعد کسی نبی کی ولادت اور پیدائش نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ تھا کہ آخر النبیین کے ایک اور معنی بھی ہیں اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپؐ درجے میں سب سے آخر تھے، آپؐ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں۔ ان کے خیال میں آخر کا لفظ اولیت مرتبی کے معنی میں ہے اور آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ خاتم خاتمیت مرتبی کا بیان ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

نمازِ اقصٰی میں تھا یہی سِرّ عیاں ہو معنیٔ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات مسجدِ اقصٰی میں تمام انبیاءِ کرام کی امامت فرمائی۔ یہ آپؐ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجدِ اقصٰی کی اس نماز میں یہ راز نہاں تھا کہ آخر النبیین کے معنی اوّل النبیین کھل کر سب کے سامنے آجائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہوجائے۔

آخر کا معنی اوّل ہو یہ کسی لغات میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہا مراد لی جائے تو اس کے معنی اوّل کے ہو سکتے ہیں اور اس معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں، مولانا احمد رضا خاں نے خاتم النبیین کے عام متعارف معنی کو چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کئے؟ خود ہی فیصلہ کیجئے، یہ کتنے درجے کا جرم ہے۔

خاتم پر کمالات کا ختم ہونا

پس خاتم یا آخر بایں معنی تجویز کیا جائے جو مولانا احمد رضا خاں نے بیان کیا تو آپؐ کا خاتم النبیین ہونا انبیاء سابقین کی طرف ہی نسبت نہ ہوگا بلکہ آپ کے بعد بھی اگر کچھ انبیاء ہوتے تو آپ ان کی نسبت سے بھی خاتم بدستور رہتے، اس لیے کہ آپ کو ان کے مقابل بھی اوّلیت بدستور حاصل رہتی بلکہ کہا جائے گا کہ آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی خاتم النبیین لکھے جا چکے تھے۔

[1] حدائق بخشش حصہ اوّل صہ۱۱۱

اس کے باوجود سب انبیاءِ کرام اپنے اپنے وقتوں میں تشریف لائے اور ان کا حضورؐ کی اِس خاتمیت کے بعد تشریف لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس شانِ خاتمیت کے ہرگز خلاف نہ تھا کیونکہ یہ خاتمیت مرتبی ہے جس کے بعد اور انبیاءِ کرام کی آمد اس کے خلاف ہرگز نہیں ــــ خاتمیت زمانی آپ کو اس وقت حاصل ہوئی جب آپ بالفعل اس دُنیا میں تشریف لائے۔ اس کے بعد نہ کسی نبی کی بعثت ہوئی اور نہ ہوگی۔

مولانا احمد رضا خاں کے والد مولانا نقی علی خاں بھی لکھتے ہیں:۔

اس آیت (میثاق النبیین) سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر زمانہ آپ کا پاتے۔ آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے۔[1]

کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں فرق آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہوگا۔ کہ آپ منصب نبوت میں اصل الاصول ٹھہرے۔ آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں۔ جب ابھی آدم علیہ السلام میں روح وجسد کا علاقہ قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا۔ پھر جب آپ بالفعل یہاں تشریف لے آئے تو آپ کی ختم نبوت زمانی بھی ساتھ قائم ہوگئی۔ اب ایمان کے لیئے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کا تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو گو اس سے آپ کی ختم نبوت مرتبی میں فرق نہ آئے۔ لیکن ختم نبوت زمانی قائم نہ رہے گی اور یہ خلافِ عقیدہ اسلام ہوگا ــــ مولانا نقی علی خاں نے جو بات کہی ہے لفظ اگر سے کہی ہے اور قضیہ شرطیہ کے لیئے تحقق ضروری نہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ مولانا نقی علی خاں نے یہاں حضورؐ کے بعد امکانِ نبوت پیدا کیا ہے۔ اور مرزا غلام احمد کے لیئے راہ کھول دی ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بارے میں بھی اس قسم کی بات نہیں کہی جا سکتی۔

---

[1] سرور القلوب صـ۲۲۶

ختمِ نبوّت زمانی اور ختمِ نبوّت مرتبی

اسلامی عقیدہ ختمِ نبوت کے لیے حضورؐ کی ختمِ نبوّت مرتبی اور ختمِ نبوت زمانی دونوں کا اعتقاد ضروری ہے۔ گو اوّل معنی زیادہ ظاہر اور مشہور ہو اور دوسرا گہرا اور حقائق میں مستور ہو۔

مولانا احمد رضا خاں نے آخر النّبیین کے معنی اوّل النّبیین ہونے کو ایک راز بتایا ہے اور راز وہ ہوتا ہے جو عام لوگوں کو معلوم نہ ہو۔ گویا اس شعر میں مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاءؑ ہونے کے اس معنی کو کہ آپ سب سے آخر میں تشریف لائے عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ بناءِ خاتمیت اوّلیت پر ہے۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہو معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مولانا احمد رضا خاں یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے آخری نبی ہونے کو گویا عوام کا خیال بتا رہے ہیں اور خود اس باریک نکتے کا اظہار کر رہے ہیں کہ بناءِ خاتمیت مرتبے کی انتہا تھی اور یہ راز معراج کی رات عیاں ہوا تھا کہ خاتم النّبیین اوّل النّبیین کے معنی میں ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ معراج کی رات واقعی آپ امام الانبیاء تھے۔ آپ ہی سب سے آگے گئے تھے۔ ختمِ نبوت مرتبی برحق آپ کا اصل الاصول ہونا برحق لیکن ختمِ نبوت زمانی کا انکار بھی کسی صورت میں نہ ہونا چاہیے۔ مولانا احمد رضا خاں نے لفظ آخر کو جو یہاں نئے معنی پہنائے اس صورت میں ہیں اس سے انکار نہ ہونا چاہیے۔ بشرطیکہ دوسرے مقام پر ختمِ نبوت ۱۵۶۱ھ تک محدود نہ ہو۔

مذہبی خودکشی کا ایک اور المیہ

حزب الاحناف لاہور پاکستان میں بریلوی مذہب کا ایک معروف ادارہ ہے۔ اس کے ماہنامہ رضوان نے اس بات کا تجزیہ کیے بغیر کہ جب تک معروف و مسلّم معنی کا انکار نہ ہو کسی لفظ

میں کوئی نئے معنی پیدا کرنا کفر نہیں تُٹے بے دریغ انداز میں کفر کا یہ گولہ پھینکا ہے۔

جو شخص اس ضروری دینی معنی کے خلاف کوئی اور معنی اس لفظ (خاتم یا آخر) کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے کافر، مرتد بے دین ہے [1]

بمبئی کے ماہنامہ المیزان نے اپنے احمد رضا نمبر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے بھی یہ عبارت نقل کی ہے:

ان اللغة العربية حاكمة بان معنى خاتم النبيين في الآية

هو آخر النبيين لا غير

بیشک عربی زبان کا اٹل فیصلہ ہے کہ آیت کریمہ کے اندر خاتم النبیین کا معنی صرف آخر الانبیاء ہے، دوسرا کوئی معنی نہیں [2]

افسوس مضمون نگار نے یہ نہ سوچا کہ نئے معنی اس وقت لائق رد ہوں گے جب ان سے پہلے معنی کا انکار ہو رہا ہے یا وہ نیا مضمون خود اپنی جگہ غلط ہو۔ ختم نبوت مرتبی کے اقرار سے ختم نبوت زمانی کی تردید نہیں ہوتی دونوں کا بیک وقت اقرار ہو سکتا ہے اور ختم نبوت مرتبی کا مضمون بھی اپنی جگہ قائم رہتا ہے اور یہی راز مسجد اقصیٰ کی نماز میں معراج کی رات کھلا تھا لیکن اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے اس امت میں رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ آنے والا رسول قادری سلسلے میں سے ہوگا تو پھر یہ بیشک ختم نبوت زمانی کا انکار ہے اور اس پہلو سے ماہنامہ رضوان کی مذکورہ بالا رائے بے شک صحیح ہے کاش کہ رضوان عزیز کو لکھتے وقت معلوم ہوتا کہ ان کے اس جارحانہ حملے کا خون خود اعلیحضرت پر گر رہا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ۱۲۵۶ھ کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔ اور ایک قادری سلسلہ کے بزرگ نبوت کریں گے (نہ کہ مرزا غلام احمد)۔ افسوس کہ خانصاحب دیکھتے رہ گئے اور جو [illegible] وہ اپنے لئے کھول رہے تھے اس میں مرزا صاحب داخل ہو گئے۔

---

[1] چراغ ہدایت [illegible] [2] ماہنامہ المیزان احمد رضا خاں نمبر صد ۲۳۲

مولانا احمد رضا خاں کا پہلا عقیدہ ختم نبوت

مولانا احمد رضا خاں نے جب تک "انجام دے آغاز رسالت باشد" کی پیشگوئی نہ کی تھی ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ سب سے پچھلے نبی ہیں یعنی زمانی اعتبار سے بھی نبوت آپ پر ختم ہے لیکن اس وقت بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی شان اور فضیلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے بیان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری نبی ہونے پر کچھ مغموم سے رہتے تھے (استغفر اللہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں حضورؐ کے سب سے آخری نبی ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہ تھی۔ مولانا بیان کرتے ہیں کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے پوچھا:

اَغَمّ علیك ان جعلتك آخر الانبیاء کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا کہ میں نے تمہیں سب سے پچھلا نبی کیا؟ عرض کی نہیں لے رب میرے۔ ارشاد فرمایا میں نے انہیں اس لیے سب سے پچھلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے سامنے رسوا کر دوں [۱]

حضورؐ آخری نبی ہونے پر خوش نہ تھے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا افسوس نہ ہو یہ بات اپنی جگہ صحیح لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور ٹپکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضورؐ اپنے آخری نبی ہونے پر چنداں خوش بھی نہ تھے اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف امت کا اعزاز مقصود تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت کوئی نہ تھی۔ (العیاذ باللہ)

مولانا احمد رضا خاں کی ختم نبوت کے بارے میں ان مختلف تحریرات کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ آپ ختم نبوت کے اس معنی کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں تشریف لائے صرف عوام کا خیال سمجھتے تھے معنی خاص کہ اس سے مراد مرتبے میں اوّل ہونا ہے اسے ایک راز کہتے تھے۔

---

[۱] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ سوم صت۹

۲۔ ختم نبوت زمانی میں وہ حضورؐ کی کسی بالذات فضیلت کے قائل نہ تھے اور اسے صرف ایک امت کا اعزاز سمجھتے تھے۔ آپ کو اس مرتبہ میں نگین بتلاتے تھے۔

۳۔ آخر میں انہوں نے یہ عقیدہ بنالیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور قادری سلسلے سے کسی شخص کو نبی بنایا جائے گا۔

بریلوی علماء بعض اوقات کہہ دیتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس سے مراد حضرت مسیح کی آمدِ ثانی ہے۔ یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ ان کی رسالت کا آغاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے پہلے ہوا ہے۔ ان کی آمد ثانی ان کی اسی زندگی کا تسلسل ہوگا جو پہلے سے انہیں حاصل ہے خاں صاحب کی مراد کسی نئے نبی کا آنا ہے جس پر رسالت کا پھر سے آغاز ہوگا۔

انجام وے آغاز رسالت باشد   اینک گوہم تابع عبدالقادر[1]

یاد رکھیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا اقرار ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے سب لوگ نبی ہو سکتے تھے۔

فیضِ صُحبت سے نبی بننے کا تصوّر

مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں :

> قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری امت نبی ہو جاتے۔
>
> جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[2]

اعلیٰحضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری امت نبی ہو جائے تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر امتیں کہاں سے آئیں گی۔ اگر نبی ہی نبی دُنیا میں ہوں اور امت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دُنیا اور فرشتوں کی دُنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خاں صاحب نے کچھ نہ سوچا اور حضورؐ کے فیضِ صحبت سے بننے کا ایہام پیدا کر دیا، مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی۔

---

[1] حدائقِ بخشش، حصہ دوم ص ۲۰   [2] فتاوےٰ افریقہ ص ۱۳۲

ختمِ نبوّت سے مراد دفترِ تنزیل کا ختم

قادیانی لوگ ختمِ نبوّت کا یہ معنی کرتے ہیں کہ تشریعی نبوّت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اب کوئی کتاب نہ اُترے گی نہ دین میں کوئی کمی بیشی ہوگی، دین حضورؐ پہ کامل ہو چکا۔ قادیانیوں کی یہ تشریح اس بات کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے ہے کہ غیر تشریعی نبوت جو کسی نئے قانون کی حامل نہ ہو اس کا دروازہ کھلا رہے۔ وہ اس پہلو سے مرزا غلام احمد کو نبی اور رسول کہتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی شاید انہیں ہی خوش کرنے کے لیے خاتم النبیین کا یہ معنی کرتے تھے۔

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم	والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفترِ تنزیل تمام	آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم[1]

(سلیس) سب انبیاؑ اس پیغام کے ساتھ آتے رہے جو انہیں دیا گیا اور خاتم ہونا آپ کا حق ہے کہ آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔ اس (ختمِ نبوت) سے مراد یہ ہے کہ اب اور آسمانی کتاب کوئی نہ آئے گی اور دین کی تکمیل ہو چکی، یہی ختمِ نبوّت کی تشریح ہے۔

مرزا غلام احمد نے قرآن کریم کو آخری آسمانی کتاب اور حضورؐ کی شریعت کو آخری شریعت مانتے ہوئے اپنے لیے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد پھر سے آغازِ رسالت بتایا اور نئے موعود پیغمبر کے لیے قادری ہونے کی شرط لگائی۔ اپنے آپ کو ساری عمر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا تابع کہتے رہے، لیکن ہوا کیا؟ مرزا غلام احمد نے پیشقدمی کر دی اور اعلیٰحضرت دیکھتے ہی رہ گئے۔

حسرت ہے اس مسافرِ بےبس کے حال پر　　جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے سامنے

مسلمانوں کا قادیانیوں سے ختمِ نبوت کے مسئلہ کے بعد سب سے بڑا اختلاف حیاتِ مسیح پر ہے۔ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں مسلمانوں کو قادیانی ذہن کے قریب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ تاثر

---

[1] حدائق بخشش حصہ اول صہ ۱۱۶

دینے کی پوری کوشش کی ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو حیاتِ مسیح کا اسلامی عقیدہ ہرگز پامال نہ ہوگا کیونکہ انبیاء کرام وفات کے بعد بھی آخر زندہ ہی ہیں۔ یاد رکھئے کہ اس قسم کی حیاتِ مسیح مسلمانوں کا اعتقاد کبھی نہیں رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پہلی حیات سے زندہ ہیں ان کی زندگی دوسری نہیں۔ ان کی دوسری زندگی کا آغاز ان کی وفات کے بعد سے ہوگا جب وہ فوت ہو کر حضور اکرمؐ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ مولانا احمد رضا خاں کا مندرجہ ذیل بیان محض قادیانیوں کو خوش کرنے کی ایک راہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حیاتِ مسیح

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نہ قتل کر سکے نہ پھانسی دے سکے بلکہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور قریب قیامت میں آپ پھر نزول فرمائیں گے۔ ان کا وجود علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہوگا۔ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس حیات کا انکار کرتے ہیں اور انہیں وفاتِ طبعی سے فوت شدہ مانتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چند لمحوں کے لیے موت کے قائل ہیں اور پھر ان کے جی اٹھنے اور آسمانوں میں چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا تصورِ حیاتِ مسیح اسلامی اعتقاد سے دور اور قادیانی عقیدے کے بہت قریب ہے۔

وہ حیاتِ برزخی کے منکر کو تو بدمذہب کہہ رہے ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیاتِ عنصری کے منکر کو کہیں بدمذہب نہیں لکھتے۔ مرزا غلام قادر کی شاگردی کا پورا حق ادا کرتے دکھائی دیئے ہیں۔ آپ ملفوظات حصہ چہارم صہ۵۵ پر فرماتے ہیں:

> اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مان بھی لی جائے تو ان کی موت بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے صرف آنی (وقتی) ہے۔ ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قطعیہ یقینیہ ضروریاتِ مذہب اہل سنت سے ہے اس کا منکر نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔ تو پھر حضرت عیسیٰؑ زندہ ہی ہیں۔

اس مسئلے میں یہ بریلوی موقف ہے جو محض قادیانیوں کی رعایت کے لیے اختیار کیا گیا تھا۔ اس میں مولانا احمد رضاخاں کی کیا غرض تھی اسے مولانا جانے یا اس وقت کی انگریزی حکومت۔ ہمیں یہ جان لینا کافی ہے کہ اس باب میں علماء اسلام کا موقف کیا ہے۔ اب خان صاحب کا موقف بھی پڑھ لیجئے۔

> حیات و وفات سیدنا عیسٰے رسول اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو خود ایک فرعی سہل، خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں[1]
>
> حیات و وفات حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے مگر آخر زمانے میں انکے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل کرنے میں کسی کو کلام نہیں[2]

بریلی کے محلہ گھیر جعفر خاں میں ایک مرزائی مسجد تھی۔ اس کا ذکر فتاویٰ رضویہ میں بھی ملتا ہے[3] مولانا احمد رضاخاں اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ کی سال میں کل تین تقریریں ہوتی تھیں جن میں سے دو بار اس میں تقریر کرتے تھے[4] آخر کیوں؟ اس کیلئے ذرا سوچیں ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

زاہد مسجد احمدی پر درود دولت جیش عسرہ پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضاخاں یہاں کس پر درود پڑھ رہے ہیں اس پر قارئین خود ہی غور فرمائیں۔ ایک دفعہ ایک بریلوی نے کہا کہ مولانا احمد رضاخاں صاحب یہاں حضرت عثمان غنی پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں کسی پیغمبر یا مدعی نبوت پر نہیں۔ وہیں ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ صحابہ کرام کیلئے رضی اللہ عنہ کے الفاظ آتے ہیں یا درود وسلام کے تو اپنا سا منہ لے کے رہ گیا۔ البتہ اس نے یہ ضرور کہا کہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ تو اعلحضرت کے سیلے بھی آتے ہیں۔ پوچھا گیا' یہ کہاں؟ تو اس پر کچھ نیند کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

جیش عسرہ کی تیاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بہت مال دیا تھا جب دے دیا تو وہ مال ان کا نہ رہا سب مسلمانوں کا سامان جنگ ہوگیا۔ مرزائیوں کے عقیدہ میں جہاد حرام ہے

---

[1] الجراز الدیانی صـ۲۳ مطبوعہ کانپور [2] ایضاً صـ۲۵ [3] فتاویٰ رضویہ ج ۳ صـ۹۳ [4] ماہنامہ المیزان احمد رضا نمبر صـ۸

مولانا احمد رضا خاں کہیں ان کے لئے تو جیش عسرہ کو سلام نہیں کرتے" انہیں دوسرے امیر سلام "ایک محاورہ ہے۔

احمد رضا خاں کا یہ شعر بہرحال معنی خیز ہے :

زاہد مسجد احمدی پہ درود دولت جیش عسرہ پر لاکھوں سلام[۱]

مرزائی مسجد میں دو بار تقریر

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں لکھا ہے :

مرزائی مسجد محلہ گھیر جعفر خاں بریلی میں امام احمد رضا خاں دو بار وعظ فرمایا کرتے تھے[۲]

مولانا احمد رضا خاں مرزائیوں کو کافر بھی کہتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کی نظر و فکر کے لیے کچھ راہ بھی ہموار کرتے جاتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی عقیدہ ہے کہ چونکہ سب انبیاء کرام بعد وفات زندہ ہیں، اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔ علماء اسلام اسے کسی طرح بھی "عقیدہ حیات مسیح" تسلیم نہیں کرتے۔ حیات وہ ہے جو ابھی موت آشنا نہ ہو۔

مولانا احمد رضا خاں کے خلفاء تو ان سے بھی آگے نکلے۔ مولانا سردار احمد صاحب لائلپوری نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مسلمانوں کا ساتھ تو نہ دیا کیونکہ اس میں علماء دیوبند شامل تھے، مگر چودھری ظفر اللہ خاں قادیانی سے لائلپور سٹیشن پر خفیہ ملاقات کی کیونکہ موخر الذکر نے قائد اعظم کی نماز جنازہ میں شمولیت نہ کی تھی۔ اور کہا تھا کہ مجھے ایک مسلمان حکومت کا کافر ملازم سمجھ لو۔

صحیح بخاری میں قادیانیوں کا ذکر

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مفتی احمد یار صاحب بدایونی ثم گجراتی نے تو قادیانیوں کا ذکر صحیح بخاری تک میں موجود بتلایا۔ گویا یہ بھی ایک امت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے۔ مفتی احمد یار صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں :

---

[۱] حدائق بخشش حصہ دوم صد ۳۶ [۲] المیزان احمد رضا نمبر صد ۲۲

بخاری میں ہے کہ قادیانیوں کا بدترین کفر یہ ہے کہ وُہ کفار کی آیتیں مسلمانوں
پر لگاتے ہیں [1]

مفتی صاحب کی یہ بات قطعاً غلط ہے۔ ہم بریلوی علماء کو بارہا چیلنج کر چکے ہیں کہ صحیح بخاری میں کہیں یہ لفظ دکھائیں اور ان میں سے کوئی حضرت آج تک بخاری سے یہ لفظ نہیں دکھا سکے۔ امام بخاریؒ تیسری صدی ہجری میں ہوئے اور مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی ہیں مفتی صاحب مرزا غلام احمد کو گیارہ صدیاں پہلے کیا صرف گیارھویں شریف کی خوشی میں لے آئے ہیں مفتی صاحب کا یہ اسی طرح کا ایک کمال ہے جو آپ نے اس سے پہلے حضرت پیرانِ پیرؒ کے بارے میں دکھایا تھا۔

حضرت پیرانِ پیرؒ کا بچایا ہوا دولھا گجرات میں

وہ دولھا جسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بارہ سال بعد دریا سے نکالا تھا مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی ہے جو شاہ دولہ کے نام سے معروف ہے اور اس کی قبر گجرات میں ہے [2] دولہ دولھا کی ہی بدلی ہوئی شکل ہے۔ مفتی صاحب نے یہ کیسا جوڑ ملایا ہے۔ حضرت پیرانِ پیرؒ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے اور شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (پاکستان) میں ہے وہ میں فوت ہوئے۔ مفتی صاحب نے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے پھر یوں زقند لگائی کہ شاہ دولہ کی عمر چھ سو سال تک بڑھا کر انہیں پیچھے حضرت پیرانِ پیرؒ تک لے آئے۔

احمد رضا خاں کے خلفاء کے ان جیسے کمالات آج زبانِ زد عام و خاص ہیں۔ مولانا ابو البرکات سید احمد الوری کے ایک خلیفہ شریف نوری قصوری تھے۔ آپ نے گیارھویں شریف پر ایک رسالہ قلمبند فرمایا اس میں آپ نے بھی ایک تاریخی انکشاف فرمایا:

---

[1] نور العرفان ص۲۵۷ قرآن کی آیتوں کو کفار کی آیتیں کہنا بڑی گستاخی ہے [2] ایضاً ص [3]

انبیاءِ کرام اور عام افرادِ انسانی میں علمی امتیاز

انبیاءِ کرام اور عام افرادِ انسانی میں کن علوم میں زیادہ امتیاز ہے؟ انبیاءِ کرام سب مخلوقات سے زیادہ خدا کو اس کے اسرار و احکام کو اور مخلوقِ خداوندی کے حقیقی فلاح و بہبود کو پہچانتے ہیں۔ ان کی یہ اطلاع تدریجی اور ہر لمحہ حظیرہ قدسیہ سے متصل ہوتی ہے، تاہم انبیاء کرام کے پیش نظر ان سب علوم کا دینی پہلو ہوتا ہے۔ رہے دنیوی امور اور مادی تجربات سو یہ ان نفوس قدسیہ کا موضوع نہیں ہوتے۔ حدیث تلقیح (کھجور کو پیوند لگا کر پھر بونا) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمادیا تھا انتم اعلم بامر دنیاکم[1] کیا تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر جانتے ہو۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ کو ناراضگی کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا، ورنہ یہ کوئی حقیقت نہ تھی (معاذ اللہ) بریلوی کہتے ہیں کہ پیغمبروں کا باقی عام انسانوں سے امتیاز ہی دنیوی علوم میں ہوتا ہے دینی علم میں (معاذ اللہ) نبی اور مولوی سب برابر ہوتے ہیں۔

دینی علم میں نبی اور مولوی میں فرق

بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

> نبی سلطنت کرنا بغیر سیکھے ہوئے جانتے ہیں ان کا علم صرف شرعی مسائل میں محدود نہیں ہوتا ورنہ پھر مولوی اور نبی میں فرق کیا ہے۔[2]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ شرعی مسائل میں ان لوگوں کے عقیدہ میں مولوی اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ (استغفر اللہ) ان کے ہاں نبی کی ساری شان اسی میں ہے کہ درختوں کے پتوں کی گنتی جانے، صحرا کے ذروں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد بتائے اور اسی قسم کی باتیں کرے۔ بقول مفتی احمد یار یہ سب علوم پیدائشی طور پر جانے وحی سے نہیں[3]

---

[1] صحیح مسلم ص۲۶۴ ج ۲ [2] نور العرفان ص۳۸۳ [3] دیکھئے نئی تقریریں مفتی احمد یار ص۹۹

پیغمبر فیصلہ خداوندی سے نہیں ٹکراتے

پیغمبر حکم الٰہی کے آگے سراپا انقیاد ہوتے ہیں۔ وہ کبھی جان بوجھ کر الٰہی ارشاد اور فیصلہ خداوندی سے نہیں ٹکراتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اپنی بیویوں کی رضا جوئی کے لیے شہد نہ کھانے کا فیصلہ کر لیا تھا تو اس وقت یہ بات آپ کے ذہن میں نہ تھی کہ آپ کا ایسا کرنا الٰہی ہدایت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پہ آپ کو متنبہ فرمایا

یاایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک [1]

اس پر آپ نے اپنا فیصلہ بدل لیا مگر افسوس کہ بریلوی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضورؐ نے جب شہد نہ کھانے کا فیصلہ کیا تھا اس وقت آپ کو معلوم تھا کہ آپ قانونِ خداوندی سے ٹکرا رہے ہیں۔ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے پیغمبر سے ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ جان کر حکمِ خداوندی کے خلاف چلے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ [2] ناممکن ہے کہ نبی سے کسی قسم کی کوئی خیانت سرزد ہو۔

مگر بریلویوں کے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں ؛

اے حبیب یہ حرام فرمانا آپ کی بے خبری سے نہیں بلکہ محترض ازواج کی رضا کے لیے تھا [3]

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ آپ محض اپنی بیویوں کو خوش کرنے کے لیے جان بوجھ کر حکمِ الٰہی سے ٹکرا رہے تھے (معاذ اللہ)

کیا حضورؐ مومنین میں سے نہیں ؟

قرآن کریم میں ہے اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون [4]

حضور ایمان لائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں سے نہ تھے۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں ؛ مومنین کے لفظ میں نبی داخل نہیں ہوتے [5]

---

[1] پ ۲۹ التحریم ع ۱ [2] پ ۴ آل عمران ع ۱۷ ؛ [3] پ ۳ البقرہ ع ۴ [5] نور العرفان ص ۵۵

مقامِ صحابہ رضی اللہ عنہم — بریلوی مکتبِ فکر میں!

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کے عقائد

غرض میں کیا کہوں تم سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہانبان و جہاں آرا
اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تصور سے فزوں تر ہے وہ نظارا

اثرِ خامہ
ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

صحابہ کرامؓ کے بارے میں

قرآن کریم نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو خیر امت قرار دیا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کو بہترین امت ٹھہرایا۔ خیر القرون قرنی میں اسلام کی یہی صف اول مراد ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

خیر امتی القرن الذین یلونی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم[1]

بہترین جماعت میری جماعت ہے (صحابہ) پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں (تابعین) پھر وہ جو ان سے ملیں (تبع تابعین)

صحابہ کی خصوصیت

حافظ ابن عبد البر مالکی (۴۶۲ھ) کہتے ہیں کہ صحابہؓ کو باقی امت پر وہ فوقیت اور خصوصیت حاصل ہے جو کسی اور طبقہ امت کو دوسروں پر حاصل نہیں امام اعظم اور امام احمدؒ کا مسلک یہی ہے۔

قال ابو عمر وجعل للصحابۃ فی ذالک ما لم یجعل لغیرھم. واظنہ مال الیٰ ظاھر حدیث اصحابی کالنجوم واللہ اعلم والیٰ نحو ھٰذا کان احمد بن حنبل یذھب[2]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۹ خیر الناس قرنی ۲ صفحہ ۲۲۶ [2] جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۸۳

ترجمہ۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس باب میں صحابہ کے لیے ایک ایسا امتیاز قائم کیا جو آپ نے اور کسی کے لیے نہیں مانا اور میرا گمان ہے کہ وہ حدیث اصحابی کالنجوم کے ظاہر معانی کی طرف مائل ہیں ـــــ امام احمد بن حنبل کی بھی صحابہ کے بارے میں یہی رائے تھی۔

اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ جس طرح ہر اعلیٰ ادنیٰ پر فائق ہے اس طرح صحابہ غیر صحابہ پر فائق تھے۔ خطیب تبریزیؒ سے امام بخاریؒ کا درجہ زیادہ ہے تو امام بخاریؒ سے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا اسی طرح صحابہ تابعین سے اور تابعین تبع تابعین سے فائق ہونگے۔ حاشا وکلا یہاں یہ اضافی تفویق ہرگز مراد نہیں صحابہ کو اپنے مقام خاص کی وجہ سے وہ امتیاز حاصل ہے جو کسی دوسرے طبقے کو باقی افراد امت پر حاصل نہیں اسے ہم خصوصیت صحابہ سے تعبیر کرتے ہیں!

مرتبہ راشدین خلفائے راشدین بھی مجتہد تھے اور دیگر ائمہ مجتہدین بھی مجتہد، لیکن دونوں کے اجتہاد کی نوع مختلف ہے ائمہ مجتہدین کا اجتہاد عام امت کا اجتہاد ہے مگر خلفائے راشدین کا اجتہاد ان خاص افراد کا اجتہاد ہے جو خود پیغمبرؐ کی زبان سے مقتدا اور پیشوا ہونے کی نص پا چکے تھے ان کے اجتہاد کا مقام عام اجتہاد سے اوپر اور تشریع کے کچھ نیچے تسلیم کیا جائے گا۔ حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

انّ الخلفاء الراشدین مجازون فی اجراء المصالح المرسلۃ وھٰذہ المرتبۃ فوق مرتبۃ الاجتہاد وتحت مرتبۃ التشریع والمصالح المرسلۃ الحکم علیٰ اعتبار علۃ لم یثبت اعتبارھا من الشارع و ھذا جائز للخلفاء الراشدین لا للمجتھدین وزعم البعض ان الخلفاء الراشدین لیس لھم الا ما للمجتھدین وھٰذا غیر صحیح [1]

---

[1] العرف الشذی صفحہ ۲۴۳

ترجمہ۔ خلفائے راشدین مصالح مرسلہ کے اجراء میں (حضورؐ کی طرف سے) اجازت یافتہ ہیں اور یہ درجہ مقام اجتہاد سے کچھ اوپر اور مقام تشریع سے کچھ نیچے ہے مصالح مرسلہ سے مراد اس علت کی بناء پر فیصلے کرنا ہے جس کا اعتبار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور یہ مقام خلفائے راشدین کے لیے ہی ثابت ہے عام مجتہدین کے لیے نہیں ۔ اور بعض لوگوں کا گمان ہے کہ خلفائے راشدین کو بھی صرف وہی حق حاصل ہے جو دوسرے مجتہدین کو ہے اور یہ گمان درست نہیں

جس طرح خلفائے راشدین کو دوسرے مجتہدین پر یہ اصولی امتیاز حاصل ہے اسی طرح صحابہ کرام کو دیگر افراد امت پر وہ خصوصیت اور خیریت حاصل ہے جو امت کے کسی ایک طبقے کو دوسرے پر حاصل نہیں اور اسی بناء پر حنفیہ کے ہاں قول صحابی بھی حجت ہے اور بعد کے آنے والے اسے اپنے لیے سنت سمجھتے ہیں حضرت علیؓ ایک مقام پر فرماتے ہیں :۔

جلد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اربعین و ابوبکر اربعین و عمر ثمانین و کل سنۃ و ھٰذا احب الی [1]

ترجمہ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑوں کی سزا تجویز کی حضرت ابوبکرؓ بھی چالیس کا ہی حکم دیتے رہے حضرت عمرؓ نے اسی کوڑوں کا حکم دیا اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے ۔ اور ان میں سے ہر ایک عمل سنت ہے ۔

حضرت علامہ ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں :۔

انما جعل الامام لیوتم بہ فلا تختلفوا علیہ فالم یظہر خطؤہ بیقین کان اتباعہ واجبا ولا یظہر الخطاء فی المجتہدات فاما اذا خرج عن اقوال الصحابۃ فقد ظہر خطؤہ بیقین فلا یلزمہ اتباعہ [2]

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ صلا ۷   [2] ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۸۰

ترجمہ: امام اسی لئے ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو اس سے اختلاف نہ کرنا جب تک اس کی خطا درجہ یقین تک واضح نہ ہو اس کی اتباع واجب رہے گی اور اجتہادی امور میں تو خطا نہیں ہوتی ہاں اگر وہ صحابہ کے اقوال سے نکلے تو اس کی خطا یقینی درجہ میں ظاہر ہو جائے گی اس صورت میں اسکی (امام کی) اتباع لازم نہ رہے گی۔

حنفیہ کے ہاں فعل صحابی حجت ہے

حضرت علامہ شامی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ولا شک ان فعل الصحابۃ حجۃ [۱]

ترجمہ:- اور اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام کا عمل (ہمارے لیے) حجت ہے۔

جس طرح خدا اور رسول پر جھوٹ لگانا حرام ہے صحابہ پر جھوٹ باندھنا بھی حرام ہے اگر صحابہ کا عمل باقی امت پر حجت نہ ہوتا ان پر جھوٹ باندھنا اسی طرح حرام نہ ہوتا۔

واعلم ان ما کان حراما من الشعر فیہ فحش او ھجو مسلم او کذب علی اللہ تعالی او رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم او علی الصحابۃ [۲]

ترجمہ:- اور جان لو جو شعر حرام ہے وہ ہے جس میں بے حیائی پائی جائے یا کسی مسلمان کی برائی یا اس میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسولؐ اور صحابہ کرام پر کوئی جھوٹ باندھا گیا ہو

اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے قول و عمل سے آئندہ آنے والے افراد امت کو سند ملتی ہے اگر ان کا عمل حجت نہ ہوتا تو ان پر جھوٹ باندھنا اللہ کے پیغمبر پر جھوٹ باندھنے پر معطوف نہ ہوتا۔ یہ اسی لئے ہوا کہ شریعت میں انکی بات سند ہے۔

---

[۱] رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۰۷ [۲] ایضاً جلد ۵ صفحہ ۳۰۶

صحابہ پر جھوٹ باندھنا اسی لیے حرام ہے ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری فرماتے ہیں

والحاصل ان قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شئ آخر من السنۃ [1]

ترجمہ: حاصل یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے ہم حنفیوں کے ہاں اس کی تقلید لازم ہے جب تک کہ سنت سے کوئی چیز اس کی نفی نہ کرے۔

صحابہ پر تنقید کرنا بدعت ہے

صحابہ کرام کی اسی خصوصیت کے پیش نظر متکلمین اسلام نے صحابہ کرام کے اس امتیاز کو قائم رکھتے ہوئے اُن ذوات قدسیہ پر تنقید کرنا بدعت قرار دیا ہے جو لوگ صحابہ پر تنقید کریں بدعتی شمار ہوں گے ساتویں صدی ہجری کے مشہور متکلم علامہ ابوشکور السالمی لکھتے ہیں:۔

الکلام فی البدعۃ علی خمسۃ اوجہ

(۱) الکلام فی اللہ (۲) والکلام فی کلام اللہ (۳) والکلام فی قدرۃ اللہ (۴) والکلام فی عبید اللہ (۵) والکلام فی اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم [2]

ترجمہ: بدعت پانچ وجوہ سے قائم ہوتی ہے (۱) اللہ کی ذات کے بارے میں بات چلانا (۲) قرآن میں اپنی بات چلانا (۳) اللہ کی قدرت میں کلام کرنا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر تنقید کرنا (۵) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر لب کشائی کرنا۔

کان القرآن امام رسول اللہ وکان رسول اللہ اماما لاصحابہ وکان اصحابہ ائمۃ لمن بعدھم [3]

ترجمہ: قرآن کریم حضورؐ کا امام تھا حضورؐ اپنے صحابہ کے لیے امام تھے اور آپ کے صحابہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے امام ہوں گے۔

---

[1] مرقاۃ جلد ۳ صـ۲۶۹ [2] کتاب التمہید صـ۱۸۹ [3] سنن دارمی جلد ۱ صـ۱۶۰

بریلویوں کے ہاں خصوصیت صحابہ کا انکار

مولانا احمد رضا خاں صحابہؓ کی اس امتیازی خصوصیت کے منکر تھے جو ملا علی قاریؒ کی مذکورہ بالا عبارت میں ملتی ہے آپ اس کے رد میں لکھتے ہیں :-

اقول و هذا لا یختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترک لدلیل اقوٰی منہ [1]

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں کہ یہ بات قول صحابی سے خاص نہیں کیونکہ ہر دلیل اس سے زیادہ قوی دلیل ملنے پر چھوڑ دی جاتی ہے۔

آپ دیکھیں مولانا احمد رضا خاں نے کس بیدردی اور جرأت سے صحابہ کی خصوصیت کی نفی کی ہے حنفیہ میں سے آج تک کسی نے اس طرح کھلے طور پر صحابہ کی خصوصیات کی نفی نہ کی تھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ نبی صحابی سے بطور دلیل اقویٰ ہے اس لیے کہ نبی اور صحابی میں اس پہلو سے کوئی نسبت نہیں۔ نبی آفتاب ہے تو صحابی اس کی ضیاء، نبی شمع ہے تو صحابی اس کا نور اور اسی طرح کی کوئی نسبت صحابی اور عام اُمتی میں نہیں صحابہ کرامؓ امت میں پیشوا ہیں تو علماء و صلحاء ان کے مقتدی ہیں ان میں اور صحابہ میں اور صحابہ میں اور نبی پاکؐ میں صرف قوی اور اقویٰ کا فرق رکھنا مولانا احمد رضا خاں کا ہی فلسفۂ فکر ہو سکتا ہے۔ یہ عقیدہ حنفیہ کرام کے موقف کے خلاف ہے حنفیہ کرام صریح طور پر صحابہ کے قول کو حجت سمجھتے ہیں۔

خصوصیت صحابہؓ کی نفی سے مولانا احمد رضا خاں کی غرض

صحابہ سے بعض ایسے دینی اعمال صادر ہوئے جو بعینہا حضورؐ سے منقول نہ تھے انہیں حدیث موقوف کہا جاتا ہے بدعات نہیں کہتے۔ صحابہ کے آپس میں مسائل پر کتنے اختلاف ہوئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے کو مجتہد سمجھا ایک دوسرے کی تردید بھی کی لیکن ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہا اور ایسے امور جن میں اجتہاد یا رائے کو دخل نہ

---

[1] حیات الموات صہ ۸۹ حاشیہ

ہو محدثین ان میں صحابی کے قول کو بھی حکماً حدیث مرفوع سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ صحابی جان بوجھ کر حضورؐ کے خلاف کوئی دینی بات گھڑے یہ گمان امکان شرعی سے باہر ہے اہل حق کا عقیدہ اسے باور نہیں کرتا۔

پس صحابہ کے اعمال اور راشدین کے طریقوں میں کہیں بدعت کا احتمال نہیں اگر کہیں ان میں لفظ بدعت کا استعمال ہوا بھی تو وہ بدعت لغوی کے معنی میں ہو سکتا ہے بدعتِ شرعی کے طور پر نہیں کیونکہ یہ نفوسِ قدسیہ بدعتِ شرعی کا موضوع ہی نہ تھے۔ بدعت کی حد ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔

اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم [1]

ترجمہ: تم ہم صحابہ کی پیروی کرو اور بدعت پیدا نہ کرو ہماری پیروی تمہیں کافی ہے

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد سے ہی شروع ہوتی ہے۔
اہل السنت والجماعت کا یہی موقف ہے علامہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

اما اهل السنة والجماعة فيقولون فی کل فعل وقول لم يثبت عن الصحابة رضی الله عنهم هو بدعة [2]

ترجمہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ ہر فعل اور قول جو صحابہ سے منقول نہیں بدعت ہے

حافظ ابن کثیرؒ شافعی المسلک ہیں جن کے ہاں صحابی کا عمل حجت شرعی نہیں لیکن وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ بدعت کی حد صحابہ کے بعد شروع ہوتی ہے کسی صحابہ کو اس کے کسی عمل کی وجہ سے بدعتی نہیں کہا جا سکتا۔ صحابہ کرام کو بیشک حق ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کے زیر اثر کوئی عمل اختیار کریں جو حضورؐ سے صراحۃً منقول و معروف نہ ہو یا آپ کی عام تعلیمات کے تحت کسی عام حکم کی تخصیص یا مجمل کی تفصیل فرما دیں گو پہلے سے اس کی صراحت موجود نہ ہو اسے کسی پہلو سے بھی شرعی بدعت نہ کہا جا سکے گا۔

---

[1] الاعتصام بالسنۃ صـــــ [2] تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صـــ ۱۵۶

لغوی بدعت سنت کے منافی نہیں البتہ شرعی بدعت کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔
مولانا احمد رضا خاں صاحب نئے مسائل اختیار کرنے اور مخصوص اعمال وضع کرنے کا یہ حق اپنے لیے بھی رکھنا چاہتے تھے اور دوسروں کو بھی یہ حق دینا چاہتے تھے وہ سمجھتے کہ جس طرح صحابہ کرام نے بعض اعمال کے نئے نقشے پیش کئے جیسے نماز تراویح کو ایک امام پر جمع کرنا یا جمعہ کی اذان ثانی وغیرہ اسی طرح انہیں بھی بلکہ سب بریلویوں کو نئے نئے دینی اعمال وضع کرنے کا حق حاصل ہے یہ تبھی ہو سکتا تھا کہ بانی مذہب مولانا احمد رضا خاں اس موضوع پر خصوصیت صحابہ کی نفی کریں اور بتائیں کہ نئے دینی اعمال وضع کرنے کا دروازہ پوری امت کے لیے ہمیشہ تک کے لیے کھلا ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :۔

افعال تعظیم و محبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ احداث (نئی نئی راہیں نکالنے کی راہ) کشادہ (کھلی) ہے جس طرح چاہیں محبوبان خدا کی تعظیم بجا لائیں [۲]

مولانا احمد رضا خاں نے اس غلط فہمی میں امت میں راہ بدعات کھولی اور اپنے آپ کو صحابہ پر قیاس کیا۔ ان پر راہ احداث کھولنے کا الزام لگایا اور یہ نہ جانا کہ یہ نفوس قدسیہ بدعت کا موضوع نہیں ہیں۔ خیر آبادی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ جنہیں کچھوچھوی برادران (ہاشمی میاں اور مدنی میاں) آفتاب علم لکھتے ہیں، مولانا احمد رضا

---

[۱] حضرت عمرؓ سنت کے مقام کو اتنا اونچا سمجھتے تھے کہ جو سنت کچھ وقت کے لیے ترک رہی ہو اس کی تجدید کو بھی بدعت کہتے تھے لیکن وہ بدعت لغوی تھی شرعی نہیں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ تسمیۃ تجدید السنۃ بدعۃ علی منوال ما قال فی التراویح نعمت البدعۃ ھی ھذا (مرقات جلد ۳ صـ۲۶۴) صحابہ کرام سے کبھی احداث شرعی نہیں ہو سکتا ان کا عمل حضورؐ سے ماخوذ ہوتا تھا صراحۃً ہو یا اصولاً۔ اسے ان کی روایت کہیں یا استنباط بہرحال بدعت کا موضوعؓ ہرگز نہ تھے۔ ان کا عمل اپنے درجے میں ایک سنت تھا گو یہ جائز ہو کہ اسے کسی اور صحابی کے عمل کی وجہ سے چھوڑا جا سکے۔ [۲] فتاوے افریقہ صـ۱۱۲ مطبوعہ کراچی۔

خاں کے بارے میں رقمطراز ہیں :۔

اعلیٰحضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام و ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی ذات کو قیاس کر بیٹھنے کے لیے حد عادی ہیں۔[1]

صحابہ کرام کی برابری کا دعوے[1]

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب صحابہ کرامؓ کا مکمل نمونہ تھے۔ اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا ولی بھی صحابہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے۔

فکیف حال من لیس من الصحابۃ بحال مع الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین[2]

ترجمہ: پس جو صحابی نہیں وہ کیسے صحابہ کرامؓ کے برابر ہو سکتا ہے اللہ ان سب سے راضی ہو چکا ہے۔ خلفاء راشدین کی شان تو بہت بلند ہے۔ بڑے سے بڑا ولی کسی ایک صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ مفتی احمد یار صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں :۔

کوئی غیر صحابی مومن خواہ کتنا ہی بڑا ولی ہو صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ فیض یافتہ صحبت نہیں۔[3]

افسوس کہ بریلوی اس قطعی عقیدے پر نہ رہے دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں۔ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں :

اعلحضرت قبلہ (بریلوی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و تقوے کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے[4]

---

[1] تجلیات انوار المعین صـ۱۰ ، [2] شرح عقیدہ طحاویہ صـ۵۳۲ ، [3] نور العرفان صـ۸۵۶ [4] وصایا شریف صـ۲۳

تیسرے ایڈیشن میں اس عبارت کو نکال دیا ہے اور اس کی جگہ یہ عبارت لکھ دی ہے کہ انہیں (مولانا احمد رضا خان کو) دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق زیادہ ہو گیا تھا " یہ تیسرے ایڈیشن میں ہے پہلے ایڈیشن میں عبارت یہ تھی کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا (دیکھئے وصایا شریف صـ۲۴ طبع اول) دوسرے ایڈیشن میں مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں صحابہ کے مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہونے کا دعویٰ تھا جسے تیسرے ایڈیشن میں نکال دیا ہے

استغفر اللہ کیا یہ صحابہ کی برابری کا دعوےٰ نہیں ؟ اب آپ خود ہی سوچیں کہ اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے بریلوی کس طرح خصوصیات صحابہ کا اعتراف کر سکتے تھے۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ کلبیؓ (ماتحت امیر معاویہؓ) کی شکل میں بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے یہ صحابہؓ کی فضیلت تھی کہ حضرت جبرئیلؑ ان کی شکلوں میں ظہور کریں افسوس کہ بریلویوں سے صحابہ کی یہ فضیلت بھی برداشت نہ ہو سکی ـــــ بریلویوں کے مولوی عبدالسلام صاحب نے جناب میاں علی محمد صاحب سے کہا:

> جناب میرے دل کی آواز یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام جب انسانی شکل میں حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار پاک میں حاضر ہوتے ہوں گے تو وہ آپ کی شکل ہوتی ہوگی [1]

بریلوی صراحت سے صحابہ کی اس خصوصیت کا انکار کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل وحی لے کر صحابہ کی شکل ہی میں جلوہ گر ہوں وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل میاں علی محمد کی شکل میں بھی حضور کے پاس حاضر ہوتے تھے۔

حضورؐ کا دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا

اہل علم سے مخفی نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پیچھے نماز پڑھی یہ شرف صرف اصحاب رسولؐ کا تھا حضورؐ کے فیض تربیت سے وہ اس اونچے درجے پر فائز تھے کہ بعض اوقات آپ نے بھی صحابہ کی اقتداء کر لی مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے صحابہ کی برابری کرتے ہوئے خود حضورؐ کی امامت کا دعویٰ کر دیا۔

برکات احمد کی نماز جنازہ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ برکات احمد کی نماز جنازہ میں آنحضرت مولانا احمد رضا خاں کے مقتدی تھے۔

---

[1] شہباز مدنی ص۲۹

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ
وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال
کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور صلی اللہ
علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی
یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے
الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا [1]

کیا اس بیان میں صریح طور پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کا دعوی نہیں کیا خانصاحب اسی پر الحمد للہ کا کلمۂ شکر نہیں کہہ رہے افسوس انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ مولوی سید امیر احمد جب یہ خواب دیکھ رہے تھے اس وقت برکات احمد صاحب کی نماز جنازہ تو ہو چکی ہوئی تھی اور وہ دفن بھی ہو چکے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ابھی نماز جنازہ کے لیے جا ہی رہے تھے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری نماز جنازہ ہوگی جو کسی روحانی حلقہ میں ادا ہونی تھی کیا یہ اس لیے تو نہ تھا کہ پہلی نماز جنازہ جو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے پڑھائی تھی حق تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوئی ہو

حضرت صدیق اکبرؓ کی برابری کا دعوے

مولانا عبد العلیم صاحب صدیقی مولانا احمد نورانی کے والد ایک موقع پر مولانا احمد رضا خاں کے پاس بیٹھے تھے آپ نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کا حامل قرار دیا اور آپ کو مخاطب کر کے کہا ۔

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شانِ تقوی سے　　کہوں اتقی نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو [2]

کیا یہ صحابہ کرام کی برابری کا دعویٰ نہیں اور وہ بھی حضرت ابو بکر صدیق کا ہم شان ہونا غور کیجئے اور دیکھیے بریلوی مذہب کے لوگ کس کس پیرایہ میں صحابہ کرام کے گستاخ بنتے جا رہے ہیں اور حضرت صدیق اکبر کی شان کو بھی مولانا احمد رضا خاں میں جلوہ گر مانتے ہیں ۔

---

[1] ملفوظات ۔ مولانا احمد رضا خاں حصہ دوم صلا [2] سوانح اعلحضرت صد ۱۴۸

حضرت عثمان غنیؓ پر طعن

اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی اور اس پر اجماعِ صحابہ ہوا۔ کسی نے اس پر نکیر نہ کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنّتِ اسلام اسی طرح چلی آرہی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فتوے دیا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں حضرت عثمانؓ کی حمایت میں اُٹھے تو مولانا احمد رضا خاں نے انہیں پدر پرستی کا طعنہ دیا۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے اور مسلک اہلِ سنّت کے تصلّب میں خلفائے راشدین کی اتباع سے نکلنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اب مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ دیکھیے، کس بے دردی سے حضرت عثمان غنیؓ کو سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ٹھہراتے ہیں:۔

> جو در بارہ اذان سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ اگر امام وقت ہے۔ جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے۔ اور جو پدر پرستی[۲] میں سنّت نبوی اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو۔ امام اور علامہ چنیں و چناں ہے[۳]

اجمیر شریف کے مشہور عالم دین حضرت مولانا معین الدین صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ علماء دیوبند میں سے نہ تھے۔ خیرآبادی حضرات سے تلمذ رکھتے تھے اور جناب پیر قمرالدین صاحب سیالوی کے اُستاد تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی اس گستاخی پر چپ نہ رہ سکے۔

---

[۱] مولانا احمد رضا خاں اپنے آپ کو امام وقت اور مامور من اللہ سمجھتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔
والاھل السنۃ من اللہ احمد رضا مقدمہ خالص الاعتقاد ص۱، [۲] حضرت عثمانؓ کے خاندان کے لوگ اگر ان کے طریقہ پر چلیں تو گویا پدر پرستی کے مجرم ہیں (معاذ اللہ) [۳] اجلی انوار الرضا ص۳۱

آپ لکھتے ہیں:۔

یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوئے اور اتباعِ سنّت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاکِ بریلی سے اُٹھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے کیا وہابیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لامذہب[۱] کہلائے جاویں اور اعلیحضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سُنانے پر بھی بنے کئے سُنی بنے رہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار[۲]

ہم مولانا معین الدین صاحب کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں وہابی تھے۔ امام المتقین حضرت عثمان غنیؓ پر طعن کرنا شیعیت کی علامت ہے۔ یہ نہیں کہ جس کسی میں کوئی غلط بات دیکھی جائے اسے وہابی کہہ دیا جائے ——— مولانا احمد رضا کے پیرو شیعہ حضرات کے ساتھ اسی قدرِ مشترک کے باعث بھائی بھائی بنتے ہیں۔ جب لکھنؤ میں یہ اکٹھے ہوئے تو مولانا ظفر علی نے بجا کہا تھا۔ ؎

شیعہ بریلوی سے گلے مِل رہا ہے آج ۔۔۔ لکھنؤ میں ہے دونوں کا قارورہ مل گیا
کندھا دیا جنازہ ملّت کو ایک نے ۔۔۔ اور ایک جا کے قبر پہ پتھر کی سل گیا
کھوئی گئی ملتِ بیضا کی آبرو ۔۔۔ اور سنتِ مطہرہ کا پایہ ہِل گیا

مولانا ظفر علی خان رحؒ اہلِ دل لوگوں میں سے تھے انہوں نے دو ٹوک بات کہہ دی ہے۔ آپ کے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب سے گہرے تعلقات تھے اور خانقاہ گولڑہ کے عقیدت مند مولانا ظفر علی خان کے بھی عقیدت مند ہیں۔

---

[۱] یہاں لامذہب بمعنی غیر مقلد ہے نفی اسلام یہاں مراد نہیں۔ [۲] تجلیات انوار المعین ص۴۳ سے مہر منیر ص

صحابہؓ سے برتری کا دعوے[1]

جو لوگ خصوصیت صحابہ کا انکار کریں ان کے دل میں صحابہ کی عظمت کہاں تک قائم رہ سکتی ہے یہ محتاج دلیل نہیں بریلویوں میں ان عقائد کا کیا اثر رہا یہ انہی کی زبان میں سنیئے مولانا حسنین رضاخاں لکھتے ہیں :۔

زہد و تقوے کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اعلحضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا [1]

پھر ان لوگوں کا صحابہ کے بارے میں اندازِ کلام دیکھیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

ابوہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا تھا پس قطعاً متاخر . . . . . [2]

نہ "حضرت" کا لفظ ہے نہ "رضی اللہ عنہ" لکھا ہے نہ احتراماً جمع کے لفظ سے ذکر کیا ہے معلوم ہوتا ہے کوئی شیعہ مولوی صاحب یہ عبارت لکھ رہے ہیں ۔ حضرت امام جعفر صادقؓ کے اسم گرامی کے ساتھ امام معصوم کے الفاظ مذکور ہیں مگر حضرت ابوہریرہؓ کا ذکر کس عامی انداز میں کیا ہے یہ بہت لائق افسوس ہے موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں :

اگر امام معصوم کے ساتھ کچھ کینہ و بغض ہو یا اس کی حدیث پر کوئی طعن ہو تو بخاری شریف کی حدیث سُن لیجئے ۔ [3]

صحابئ رسولؐ حضرت عبداللہ بن مکتومؓ کی گستاخی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ آپ ان کی معذوری شکستہ حالی اور طلب صادق کے پیش نظر

---

[1] وصایا شریف صـ۲۴ طبع اوّل [2] نجم الرحمٰن صـ۱ مولوی غلام محمود پپلانوی مطبوعہ لاہور [3] ایضاً صـ

ان کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں لیکن آپ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اس پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہوسکتا تھا کہ آپ کے فیض توجہ سے وہ اور سنور تے قرآن کریم کے پارہ ۳۰ سورہ عبسؔ میں اس کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن ام کلثوم کی تو یہ شان ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی مگر اب بریلوی جرأت بھی دیکھیے کس طرح ایک صحابی رسولؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ۔ بریلویوں کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں :-

عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے انہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب سے نابینا ہے[1]

غور کیجئے اور دیکھیے کہ ایک ممتاز صحابی کو کس بے دردی سے آداب سے اندھا کہا جا رہا ہے ۔ ارے توبہ یہ لوگ تو وہ تھے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تزکیہ قلبی کی نعمت پا چکے تھے ۔ ظاہری آنکھوں سے نابینا ہونا یہ کوئی عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے رکھے لیکن باطنی آنکھوں سے نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضورؐ کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک بڑی کمزوری ہے افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ظاہری طور پر نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کردیا ۔ افسوس صد افسوس ۔

بریلوی عقیدہ کہ حضورؐ صحابہؓ سے ناراض تھے (معاذ اللہ)

صحابہ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور اطاعت شعاری میں اپنی مثال آپ تھے ۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنی ہر خواہش کو امر رسالت کے آگے زیر کر رکھا تھا شمع رسالت کے پروانوں میں تسلیم و رضا اور امتثال و وفا کے جوہر انتہائی شان میں ممتاز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنیوی بات میں (کہ کھجور پیوند لگانے کے بغیر کاشت کی جائے) ایک رائے[2] دی لیکن اس کا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا آپ نے فرمایا

---

[1] نور العرفان صـ ۹۳۴ [2] صحیح مسلم جلد ۱ صـ ۲۶۴

انتم اعلم بامور دنیاکم [۱] کہ تم اپنی دُنیا کے امُور کو بہتر سمجھتے ہو۔ صحابہ کی بات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی نہ تھی نہ صحابہ کبھی اس کی جرأت کر سکتے تھے لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور (معاذ اللہ) صحابہ سے ناراض تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں :۔

اظہارِ ناراضگی کے لیے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم [۲]

مفتی احمد یار صاحب کو بتلانا چاہیئے تھا کہ تابیرِ نخل کے واقعہ میں نتیجہ حسب منشا نہ نکلا تو صحابہ نے حضورؐ کے مشورہ پر کچھ اعتراض کیا ہو پھر اگر صحابہ ناراض ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن یونہی بے پر کی اڑا دینا کہ آپ صحابہ سے ناراض تھے اہل السنۃ والجماعۃ کی بری طرح دل آزاری ہے

صحابی رسُولؐ حضرت عبدالرحمٰن قاری کی تکفیر

صحابہ کے بارے میں بریلوی روش آپ کے سامنے ہے قبیلہ بنی قارہ کے حضرت عبدالرحمٰن قاری صحابی رسُولؐ تھے [۱] ان کے بارے میں سنیے۔

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا [۲]

حضرت عبدالرحمٰن قاری حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیت المال پر مامور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی وفات کفر پر ہوئی تھی اور حضرت ابو قتادہؓ نے انہیں قتل کیا تھا (استغفر اللہ ھذا بہتان عظیم) مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :۔

اس محمدی شیر (حضرت ابو قتادہؓ) نے خوک شیطان (عبدالرحمٰن قاریؓ) کو دے مارا [۳]

---

[۱] نور العرفان ص ۳۸۳ ، [۲] عبدالرحمٰن بن عبد القاری من ولد القارہ بن دیش یقال لہ صحبۃ تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۲۳ واختلف اقوال الواقدی فیہ قال تارۃ لہ صحبۃ وتارۃ تابعی۔ تقریب ص ۳۱۵ [۲] ملفوظات حصہ دوم ص ۴۴ [۳] ملفوظات حصہ دوم ص ۴۶

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا صحابی رسولؐ حضرت عبدالرحمٰن قاریؓ کی تکفیر سے جب جی نہ بھرا تو انہوں نے ان کے لیے خوک (سوٗر) اور شیطان جیسے ناپاک الفاظ بھی کہہ دیئے سچ ہے برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو الاناء یترشح بما فیہ مشہور مثل ہے ۔ مولانا احمد رضا خاں کی صحابہ کی شان میں اس گستاخی پر غور کیجئے ۔

بریلویوں کی صحابہؓ سے خفگی کی وجہ

صحابہ کرامؓ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیمی قیام نہ کرتے تھے اور بریلوی حضورؐ کے لیے تعظیمی قیام کو ضروری سمجھتے ہیں اور جو نہ کرے اسے بے ادب اور گستاخ کہتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ کتابوں میں یہ بھی پڑھیں کہ صحابہ تعظیمی قیام کو پسند نہ کرتے تھے اور پھر وہ صحابہؓ سے خفا نہ ہوں ۔ جامع ترمذی جلد ۲ صـ۱۰۰ میں ہے ۔

عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھیتہ لذلک ھذا حدیث حسن صحیح غریب [1]

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو کوئی شخص حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا اور وہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو آپ کے لیے قیام نہ کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ اسے (تعظیمی قیام کو) ناپسند کرتے ہیں یہ نادر حدیث حسن اور صحیح ہے

صحابہ کرامؓ اور بریلویوں کی پسند اور ناپسند مختلف ہے بریلویوں کی صحابہ سے یہی وجہ خفگی ہے کہ وہ تعظیمی قیام کیوں نہ کرتے تھے ۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی چلبلی طبیعت میں آکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں گستاخی کر دی اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرمناک بات نہ کہہ سکے گا چہ جائیکہ

اُس ماں کے بارے میں جو تمام مومنین کی ماں ہے اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں نچھاور کی جا سکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں عائشہ صدیقہ کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

تنگ و چُست انکا لباس اور وہ جوبن کا اُبھار — مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صُورت — کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر[1]

(مطلب) آپ اتنا چُست و تنگ ٹیڈی لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی گویا ابھی پھٹی کہ پھٹی جوانی کا ایسا اُبھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔

ناظرین کرام غور کیجئے کیا اس ستم کیش میں جب وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا ایمان اور حیا کا شمہ بھی باقی تھا ؟ علماء کی کیا یہی زبان ہوتی ہے ؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی کو نصف ایمان نہ فرمایا ؟ ماں کی تکریم و تشریف کیا یہی ہے کیا یہی اسلامی تعلیم ہے ؟ ہوش کرو گستاخ بچہ ماں کی شان میں کیا کہہ رہا ہے ۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم ص۳۷ بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو اپنے عوام کو مغالطہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ حدائق بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس کا کوئی تیسرا حصہ نہیں یہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ بات ہرگز صحیح نہیں ۔ کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادے مدنی میاں بمبئی سے ایک ماہنامہ المیزان نکالتے ہیں ادارہ المیزان نے ۱۹۷۶ء میں اس کا امام احمد رضا نمبر نکالا تھا اس کے ص۴۴۷ ص۴۴۹ ص۴۵۱ ص۴۵۲ ص۴۵۳ پر حدائق بخشش حصہ سوم کے کئی حوالے موجود ہیں ۔ پہلے دو حصوں کے پبلشر نے کتاب کو مکمل ظاہر کرنے کے لیے پہلے دو حصوں پر حدائق بخشش مکمل لکھ دیا ہے تو یہ ایک تاجرانہ ہوشیاری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے مولانا احمد رضا خاں کے اس کلام کو ترتیب دینے والے مولانا محبوب علی خاں صاحب ، مولوی حشمت علی لکھنوی کے حقیقی بھائی اور بریلوی جماعت کے ممتاز عالم دین تھے ۔ حدائق بخشش حصہ سوم کو مخالفین کی اختراع بتلانا بریلویوں کا ایک شرمناک جھوٹ ہے ۔ مولوی محبوب علی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے کلام کے اس حصے کو بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا ۔

بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے

بریلویوں کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ صاحب کا جواب مسلمانوں کے زخموں پر اور نمک پاشی کر رہا ہے آپ لکھتے ہیں :

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں کیا ان کی (حضرت عائشہ صدیقہؓ کی) ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی ؟ اور فرض کیجئے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ ؟ کہ یہ معاملہ ایک خطا کار بچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق بے پایاں نثار پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے دیوی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں ۔[1]

مفتی صاحب ! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ ؟ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں یاد رکھئے مسلمان بریلویوں کی ان گستاخیوں کا ضرور نوٹس لیں گے آپ کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے ۔

حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے ۔

حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی اسٹیم پریس ریاست نابھہ ۱۳۴۲ [2]

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۴۰ میں فوت ہوئے اس کے دو سال بعد ان کے خادم خاص مولانا محبوب علی خاں نے ان کا وہ کلام جو حدائق بخشش کے پہلے حصوں میں نہ آسکا تھا مرتب کر کے شائع کیا ڈاکٹر علامہ اقبالؒ کی کتاب ارمغان حجاز بھی تو ان کی وفات کے بعد ہی شائع ہوئی تھی اگر اس کے حوالے ڈاکٹر اقبال کے نام سے دیئے جا سکتے ہیں تو حدائق

---

[1] فتاویٰ مظہری صـ ۳۸۸ [2] المیزان احمد رضا نمبر صـ ۴۴۸

بخشش حصہ سوم کے حوالے مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کیوں نہیں دیئیے جا سکتے مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات بھی تو آخر ان کے شاگردوں کے ہی مرتبہ ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم شاگردوں نے مرتب کرلی تو کیا ستم ہوگیا۔ رہا یہ جواب کہ ممکن ہے مرتب کتاب سے غلطی ہوگئی ہو اس نے مولانا احمد رضا خاں کے اشعار ان کی بیاض سے احتیاط سے نقل نہ کیے ہوں تو اس کا جواب الجواب حدائق بخشش حصہ سوم کے خود مرتب سے ہی سُن لیجئے۔

> یہ اشعار اعلٰحضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے۔ [1]

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادوں اور عقیدتمندوں نے کبھی ان گستاخانہ اشعار سے اظہارِ لاتعلقی نہ کیا یہاں تک کہ اس پر تیس سال گزر گئے اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوگیا اور ام المؤمنین کی شان میں گستاخی اور دریدہ دہنی اسی طرح رہی اور بریلوی اسکی برابر اشاعت کرتے رہے۔

توبہ کی بات کب اُٹھی

مولانا محبوب علی خاں مذکورہ محلہ مدن پورہ بمبئی کی مسجد میں امام تھے اپنے مسلک کی کتابوں کی برابر اشاعت کرتے رہتے تھے لوگوں کو جب ان گستاخانہ اشعار کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کردیا یہاں تک کہ ایجی ٹیشن شروع ہوا اور ناموس رسالت کی خاطر ایک شخص نے جان بھی دے دی یہ شہید غازی علم دین کے قریبی دوست تھے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے کہ علمائے دیوبند ہی اس گستاخی کے خلاف میدانِ عمل میں نکلے تھے یہ لیجئے:

> ہندوستان کے دیوبندیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مضمون لکھے اور پورے بمبئی میں جلسے کیے ایجی ٹیشن چلایا کہ امام موصوف کو مسجد سے علیحدہ کیا جائے اور اسی سلسلہ میں اس مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا اور بہت دنوں تک مقدمہ چلتا رہا [2]

مولانا محبوب علی خاں نے اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع

---

[1] المیزان احمد رضا نمبر ص ۲۴۸ [2] دیکھیے ماہنامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ ۱۳۷۴ھ مظہری ص ۲۹۳ سطر ۱۲

کیا کہ وہ اشعار ترتیب کی اُلٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے تھے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے دیوبند اس گستاخی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مضمون لکھ رہے تھے اس وقت مولانا محبوب علی خاں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے ہیں اگر یہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں نہ ہوتے تو وہ اس احتجاج سے پہلے ہی یہ بیان دے دیتے انہوں نے آخر خود تو اپنی مرتبہ کتاب کو بار ہا پڑھا ہوگا اور پھر اشعار کی کتابیں تو اصحابِ ذوق بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جب تک ایجی ٹیشن میں ایک شخص شہید نہ ہوگیا مولانا محبوب علی خاں صاحب نے انگڑائی تک نہ لی۔ ترتیب کی اُلٹ پلٹ کا عذر کہیں بیان نہ کیا اور اپنی ذمہ داری اس وقت محسُوس کی جب ان کے لیے بمبئی میں زندہ رہنا مشکل ہوگیا تھا۔

اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کے نزدیک یہ گستاخانہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں کہے گئے تھے اور اشعار واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہی تھے مولانا محبوب علی خاں نہ چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاتھوں استاد کی اصلاح ہو وہ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خاں کے نام پر اسی طرح رکھنا چاہتے تھے اپنے ذوق کے اعتبار سے اسے ایک معمولی غلطی[۱] سمجھتے تھے لیکن جب لوگوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ ان ناپاک اشعار کو ہرگز برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔

گستاخی مولانا احمد رضا خاں کی ہو اور توبہ مولانا محبوب علی خاں کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی مولانا محبوب علی خاں نے اگر ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت سے توبہ کی ہے تو ان اشعار سے توبہ کون کرے؟ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں جن کے ذمہ اس گستاخی سے توبہ کرنا تھا وہ قبر کے گڑھے میں جا چکے اور اب یہاں وہ کبھی توبہ

---

[۱] بریلویوں کے فتاوے مظہری میں ہے "اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں اُکی ذات کریمہ کیا معاف نہ فرمائے گی" فتاوے مظہری ص ۳۸۸

کرنے کے لیے نہ آئیں گے ان کا یہ کلام ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں اور عقیدتمندوں میں پنتیس سال تک بلا کسی نکیر اور سوال کے بڑی عقیدت سے دیکھا اور پڑھا جاتا رہا ہے حدائق بخشش حصہ سوم کی پہلی اشاعت ۱۳۴۲ ہجری میں مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کے دو سال بعد میں ہوئی تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی طرح نکل گیا اور سالہا سال تک اندھے عقیدتمند ان گستاخانہ اشعار سے اپنے ایمان کو برباد کرتے رہے مولانا محبوب علی خاں جب انتہائی تنگ آگئے تو انہوں نے ان اشعار سے توبہ کی بریلویوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک اور جھوٹ گھڑا کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے پچیس تیس سال بعد شائع ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا جھوٹ ملاحظہ کیجئے۔

> مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں اور ساری دنیا انہیں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیوان جانتی اور مانتی رہی اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے ۲۵، ۳۰ سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب پیش امام بڑی مسجد مدن پورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا ...... اس کو انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا [1]

مولانا احمد رضا خاں کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی حدائق بخشش حصہ سوم ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی اسے آپ کے ۲۵ یا تیس سال بعد کی اشاعت بتلانا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کو اس کی ذمہ داریوں سے فارغ کرنا ایک طفلانہ حرکت ہے اور ایک شرمناک جھوٹ ہے۔

ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب لیکچرر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی شاعری پر ریسرچ کی ہے وہ حدائق بخشش حصہ سوم کو ۱۳۴۲ھ کی اشاعت ہی بتلا رہے ہیں [2] اس وقت یہ کتاب اسٹیم پریس ریاست نابھ سے شائع ہوئی تھی۔ ۲۵ تیس سال بعد اس کا

---

[1] احمد رضا نمبر ص ۴۳۵ [2] احمد رضا نمبر ص ۲۴۵

دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے بریلوی مولانا محبوب علی خاں کے توبہ نامے کے قریب کرنے کے لیے پہلی اشاعت کہہ رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ان اشعار کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں نت نئے بیان دیتے ہیں اور بڑے اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔ مولانا مصطفیٰ رضا خاں کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیحضرت کے ہیں ہی نہیں[1] مولانا محبوب علی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیحضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے تھے[2] پھر انہوں نے اپنے توبہ نامے میں یہ فحش اشعار ام زرع پر لگائے ہیں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا۔

کنتُ لكِ كابي ذرعٍ لامِّ ذرعٍ[3]

میں تیرے لیے اس طرح ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھے۔

اب آپ ہی غور کریں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ام زرع کی تشبیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے ذکر فرماویں اور مولانا احمد رضا خاں ام زرع کے لیے یہ فحش اشعار کہیں تو اس کی زد انجام کار کیا حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی نہیں پڑتی مولانا محبوب علی خاں نے اپنے توبہ نامے میں یہ شعر ام زرع پر منطبق کیے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ حدیث میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ام زرع کو بھی حضرت عائشہؓ سے نسبت دے چکے ہیں خانصاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے دفاع کی تو بہت کوشش کی لیکن بات جہاں تھی وہیں رہی۔

بریلویوں سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تنگ پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے بخشش بھی تو کی تھی سو اس میں توہین کی کوئی پہلو نہیں اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے۔

اللھم اغفر للمتسرولات۔ اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو

---

[1] فتاویٰ مظہری ص ۳۸۹ سطر ۲۵ [2] ایضاً ص ۳۹۳ سطر ۱۲ [3] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۴

جو پاجامہ پہنتی ہیں غالباً پاجامہ تنگ تھا [1]

مولانا احمد رضا خاں کو کیسے پتہ چل گیا کہ پاجامہ تنگ تھا اعلیحضرت کی نظر کہاں رہتی تھی؟ اور ایسے امور کو کیسے بھانپ لیتی تھی۔ افسوس صد افسوس۔

بریلویوں کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خفگی کی وجہ

ممکن ہے بعض ذہنوں میں سوال اُٹھے کہ بریلویوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا کد تھی کہ مولانا احمد رضا خاں نے حضرت عائشہ صدیقہ کے بارے میں یہ فحش کلامی کی؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ توحید بریلویوں کو پسند نہ تھا بریلوی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں اور حضور کو بشر کہنا کفر سمجھتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دونوں باتوں میں ان کے خلاف تھیں آپ نے فرمایا۔

من حدثك ان محمداً رای ربه فقد كذب ثم قرات لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا ومن حدثك انه يعلم ما فی غد فقد كذب ثم قرات وما تدری نفس ماذا تكسب غداً [2] ومن حدثك انه كتم فقد كذب ثم قرات يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك [3]

---

[1] احکام شریعت حصہ دوم ص ۲۲۳ [2] آیت کا یہ ٹکڑا سورۂ لقمان کے آخر میں بیان کئے گئے غیوب خمسہ میں سے ایک ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پانچوں غیوب کو مفاتیح الغیب فرمایا ہے (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۶۸۱) اللہ تعالیٰ نے غیب کی چابیاں کسی کے سپرد نہیں کیں کہ جب چاہا چابی لگائی اور غیب کی بات معلوم کرلی انبیاء کرام اور اولیائے عظام کو اگر غیب کی بعض باتیں معلوم ہوجاتی ہیں تو یقین کیجئے کہ وہ غیب کی ہر ہر بات جاننے میں خدا کی وحی یا الہام کے محتاج ہوتے تھے غیب کے اصول وکلیات صرف اللہ کے قبضے میں ہیں اس نے کسی کو نہیں دیے کہ غیب کی باتیں جاننے میں اب وہ اس کا محتاج نہ رہے چابی لگائے اور از خود جان لیا کرے [3] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۲۹

جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے (معراج کی رات) اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ کہا ہے پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی (آنکھیں اس کو (اللہ تعالیٰ کو) پا نہیں سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا احاطہ کئے ہے اور وہ باریک بین ہے ہر خبر رکھنے والا ۔ اور کسی انسان کے لیے نہیں کہ وہ اللہ سے ہمکلام ہو مگر (۱) اشارہ غیبی کے ساتھ (۲) یا پردہ کے پیچھے سے (۳) یا یہ کہ خدا (کسی فرشتہ کو) قاصد بنا کر بھیج دے اور جو شخص تجھے یہ بتائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جانتے تھے کہ "کل کیا ہوگا" سو اس نے جھوٹ کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا ...... اور جو شخص تجھے بتائے کہ حضورؐ نے کوئی بات (تبلیغ دین کی) چھپالی ہے سو اس نے بھی جھوٹ کہا ۔ الحدیث

اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ نے آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی بھی کی اور آپ کی ذات اقدس کے لیے بشر کا لفظ بھی استعمال فرمایا سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کو بشر کہنا کفر ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔

كان بشراً من البشر يفلي ثوبه ويحلب شاته ويخدم نفسه[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کام کرتے تھے انہوں نے کہا کہ آپ بشر تھے انسانوں میں سے ایک انسان تھے اپنے کپڑے کو (روشنی میں) دیکھ لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کام خود کرتے تھے۔

یہ وہ خفگی کی وجہ ہے جس کے باعث بریلوی لوگ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درپئے آزار ہوئے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے ان کے بارے میں وہ فحش شعر کہے جو کوئی شریف بیٹا اپنی ماں کے بارے میں نہیں کہہ سکتا چہ جائے کہ وہ ماں جس پر لاکھوں ماؤں

---

[1] شمائل ترمذی صـ۲۴ مشکوٰۃ صـ۵۲۰

کی عظمتیں قربان ہوں سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے ام المومنینؓ کی شان میں یہ گستاخانہ شعر کہہ کر اپنی عاقبت نہایت بری طرح تباہ کرلی ہے ۔

یہ عذر لنگ کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی اپنی تالیف نہیں کوئی وزن نہیں رکھتا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو آپ کے صحابہ نقل کرتے ہیں تو وہ حضورؐ کا دین و مذہب ہی سمجھا جاتا ہے امام ابو حنیفہؒ کے مسائل ان کے شاگرد نقل کرتے ہیں تو وہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہی شمار ہوتا ہے تو مولانا احمد رضا خاں کے معتقد خاص مولانا محبوب علی خاں برادر مولوی حشمت علی خاں اپنے اعلیٰ حضرت کا کلام جمع کریں تو وہ مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ کیوں نہ سمجھا جائے گا مولانا محبوب علی خاں توبہ بھی کریں تو ان کی توبہ سے مولانا احمد رضا خاں کا یہ گناہ کبھی نہیں دھل سکتا ۔

حضرت امُّ المومنینؓ کی شان میں ایک اور گستاخی

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیشک تمام مسلمانوں کی ماں ہیں لیکن حضورؐ کی تو بیوی تھیں اور آپ کے حضور انتہائی مؤدب ۔ اپنے حضورؐ کے سامنے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس میں گستاخی ہو اور وہ شان اقدس کے منافی ہو یہ تصور کہ آپ حضورؐ سے جلال کیساتھ پیش آتی تھیں آپ پر ایک تہمت اور حضورؐ اور حضرت ام المومنین رضؓ دونوں کی گستاخی ہے ۔ مگر افسوس مولوی احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ آپ حضورؐ کی شان میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتی تھیں جن پر شرعاً سزائے موت دی جاسکے ۔

> ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے ۔ ملفوظات : ۳ ، ص۳۵

یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ کیا کوئی مسلمان ام المومنین رضؓ کی شان میں اس قسم کی گستاخی کرسکتا ہے ؟ استغفر اللہ العظیم ۔

صحابہ کرام اور امہات المومنین کے بارے میں بریلوی مذہب کیا ہے ؟ ہم اس کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں کی گئی اس گستاخی سے دل زخمی ہے اور بات کو آگے لے جانے سے دل لرزتا ہے اور قلم تھراتا ہے ۔

جمیع اُمہات المومنین کی شان میں گستاخی

کوئی ہونہار بیٹا اپنی ماں کے بارے میں وہ بات نہیں کہتا جو ایک گستاخ بچے نے اپنی دینی ماؤں کے بارے میں کہی ہے پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے ساتھ صرف احترام کا ہی تعلق نہیں ایمان کا بھی تعلق ہے اور یہ بات بھی اس کے ساتھ ہے کہ اس گستاخی سے خود احترام رسالت بھی بُری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں :۔

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواجِ مطہرہ پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔ ملفوظات حصہ سوم ص۲۸

مولانا احمد رضا خاں اپنی اس گستاخی میں محمد بن عبدالباقی کو بھی شامل کرتے ہیں یہ قطعاً جھوٹ ہے تاہم ہم ہر اس شخص سے لاتعلق ہیں جو ایسی لغوبات کہے۔ کسی بیٹے کے لیے اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی کھلی بات ہرگز جائز نہیں پھر اس کی بھی تحقیق چاہیئے کہ محمد بن عبدالباقی نے یہ لغوبات کہی بھی ہے یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور ہمیں پُورا یقین ہے کہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی جھوٹ بولا ہے۔

کوئی مسلمان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کر سکتا جو مولانا احمد رضا خاں نے پیش کیا ہے۔ ہم نے مولانا سردار احمد لائلپوری، مفتی احمد یار گجراتی، مولانا ابوالبرکات سید احمد اور مولانا احمد سعید کاظمی سے بارہا مطالبہ کیا کہ محمد بن عبدالباقی نے یہ فحش بات کہاں لکھی ہے اس کا حوالہ دکھاؤ مگر افسوس کہ ان علماء میں سے کوئی بھی مولانا احمد رضا خاں سے اس الزام کو نہ اٹھا سکا۔

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی آغوش میں

شیعہ لوگ امہات المومنینؓ کے خلاف ہیں انہیں اہلبیت میں سے نہیں مانتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں گستاخ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل ان کا تھا کہ ازواج روضہ اطہر میں حضورؐ پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے جلیل القدر محدث محمد بن یعقوب الکلینی نے اصول کافی میں باب باندھا ہے۔

باب النھی عن الاشراف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

(ترجمہ) اس باب میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اوپر چڑھنا منع ہے۔

علامہ کلینی جعفر بن المثنیٰ الخطیب سے روایت کرتے ہیں :

میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تھا، گرا۔ کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی امام جعفر الصادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار الصیرفی دونوں نے کہا "ہاں"۔ ہم نے انہیں کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا

ما احب لاحد منھم ان یعلوا فوقہ ولا امنہ ان یری
شیاءً یذھب منہ بصرہ او یراہ قائماً یصلی او یراہ
مع بعض ازواجہ ۔ اصول الکافی جلد ا صہ ۴۵۲

(ترجمہ) میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ اس کی نظر ہی جاتی رہے، یا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ آپ کو اپنی کسی بیوی سے مشغول دیکھے۔

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ یونہی حضرت امام جعفر صادق کے ذمے لگایا ہے جعفر بن المثنیٰ تو ان کے عہد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنایا ہے اور دروغ بیانی سے اسے محمد بن عبدالباقی الزرقانی کے ذمہ لگایا ہے۔

علامہ زرقانی نے حیاتِ انبیاء کی بحث میں شیعوں کے اس عقیدے کا اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانی (اوائل بارہویں صدی ھ) لکھتے ہیں:

والانبیاء والشہداء یاکلون فی قبورھم ویشربون ویصلون ویصومون ویحجون واختلف ھل ینکحون نساءھم ام لا۔ ویثابون علی صلوٰتھم وحجھم ولا کلفۃ علیھم فی ذلک[1]

(ترجمہ) انبیاء اور شہداء اپنی قبور میں (وہاں کے مناسب) کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی، نماز، روزہ اور حج کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں سے نکاح کریں اس میں (شیعہ کا) اختلاف ہے۔ وہ اپنی نمازوں اور حج پر ثواب بھی پاتے ہیں۔ لیکن وہ وہاں ان کاموں کے مکلف نہیں ہیں۔

پچھلے صفحات میں علامہ زرقانیؒ نے وراثت انبیاء کی بحث میں شیعوں سے ہی اختلاف کیا تھا۔ یہاں بھی انہی کا اختلاف مراد ہے اور علامہ کلینی کی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔ سوائے محمد بن عبدالباقی کا عقیدہ قرار دینا کذب صریح اور مولانا احمد رضا خاں کا کھلا جھوٹ ہے اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کی انتہا ہے۔

حضور کے روضہ قدسیہ پہ ہر وقت سلام پڑھا جا رہا ہے رُوح مقدسہ کا ادراک بہت وسیع ہے اور اسکی لاکھوں جہات ہیں جب کوئی مسلمان سلام عرض کرتا ہے روح مقدسہ کی کوئی نہ کوئی جہت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور اُسے جہان کے مناسب اس کا جواب دیا جاتا ہے امت کے سلام کے وسیع و عریض ہالے میں قمر رسالت روضہ قدسیہ میں محو ناز ہے جب مسجد میں نماز ہو تو مصروف نماز ہے اس دربار عالی میں انبیاء کا بیویوں سے ہمبستری کرنا یہ کسی مؤمن کی سوچ نہیں ہو سکتی یہ مولانا احمد رضا خاں کی اپنی اختراع ہے۔

---

[1] شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی المالکی جلد ۵ ص ۳۳۴ طبع ۱۳۲۶ھ مطبع ازہریہ مصر

حضرت امّ المومنینؓ کے بعد حضرت فاطمہؓ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں نے ان اشعار میں حضرت عائشہ صدیقہ کی شان میں جس بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے مسلمانوں کے دل اس سے بہت زخمی تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب مولوی حشمت علی خاں کے بھائی محبوب علی خاں نے اس گستاخی کی ابھی معافی نہیں مانگی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی شان میں بھی ایک اور گستاخی کر دی۔

عورت کے کئی درجے ہیں۔ عورت کبھی ماں ہوتی ہے کبھی بہن، کبھی بیوی کبھی بیٹی۔ عورت کا لفظ سب پر یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس اطلاق میں اور نظر نظر میں فرق ہے۔ انسان جس نظر سے بیوی کو دیکھتا ہے اُس نظر سے بیٹی کو نہیں، کوئی عزت مند اور شریف انسان بیوی کے حسن و جمال کا تصوّر بیٹی میں تلاش نہیں کرتا۔ حضرت حوّا حضرت آدم علیہ السلام کی نظر میں بہت حسین دکھائی گئیں اور یہ صحیح ہے کہ مرد کو اس حسن کی تلاش بیوی میں ہی کرنی چاہیئے نہ کہ بیٹی میں —— اب مولانا احمد رضا خاں کے اس خلیفہ کی اس عبارت پر نظر کیجئے:۔

جب حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آدم و حوّا کو بہشت میں متمکن فرمایا تو اس روز فردوسِ اعلیٰ کے باغیچوں میں گلگشت فرماتے ہوئے حضرت حوّا کی طرف مخاطب ہو کر یوں کہا کہ اللہ نے تم سے زیادہ حسین اور نیک دوسرا پیدا ہی نہیں فرمایا۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے روح الامین کو حکم دیا کہ جب آدم و حوّا فردوس کی گلگشت سے واپس آئیں تو ہمارے حبیب مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر سیدہ کی زیارت کراؤ۔ — (اوراقِ غم صـ۱۴۳)

بریلوی اس گستاخانہ عبارت کے جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ حضرت حواؑ کے چہرے میں نسوانی حسن ملاحظہ نہ فرما رہے تھے مطلق حسن کی تعریف کر رہے تھے۔ یہ تاویل صحیح نہیں۔ اگر مطلق حسن مراد ہوتا تو پھر روح الامین آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت دکھاتے جن سے بڑھ کر حسین وجمیل کا کوئی تصور نہ تھا۔ حضرت آدم کی وہ نظر نسوانی حسن پہ نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں کے یہ خلیفہ یہاں حضرت فاطمہؓ کی شکل وصورت کا تصور پیش نہ کرتے ——— آہ وہ سیدہ طاہرہؓ، جگر گوشۂ رسولؐ جن کی حیا کا یہ عالم تھا کہ وصیت کی کہ میرا جنازہ بھی رات کے وقت نکلے، کسی دوسرے کی نظر میرے جنازہ پر بھی نہ پڑے۔ ان کے حسن وجمال کا یہ کھلا تذکرہ اور مظاہرہ کرکے بریلویوں کو کچھ بھی خوفِ خدا مانع نہ آیا۔

کوئی شریف بیٹا اپنے ماں باپ کے ذکر میں حیا کی ان حدود کو نہیں پھاندتا پھر ان ماؤں کے بارے میں جن پر یہ کروڑوں مائیں نچھاور کی جاسکیں اور اس روحانی باپ کے سلسلے میں جن پر کروڑوں نسبی باپ قربان ہوں اس قسم کا گھناؤنا تصور اور اسے بطور عقیدے کے ذکر کرنا بے حیائی کی انتہا اور بدبختی کی نہایت تاریک راہ ہے۔

روضہ منورہ پر حاضر ہو کر صحابہؓ کی شان میں گستاخی

سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ گنبد خضرا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیخین کریمین آرام فرما ہیں۔ لیکن سکندر لکھنوی صاحب جب وہاں حاضر ہوئے تو ذہن میں یہی رہا کہ وہ لکھنؤ سے آئے ہیں اور تبرا کرتے آئے ہیں۔

کیا بتاؤں کہ طیبہ میں کیا مل گیا — بے نوا کو دلی مدعا مل گیا
جنس رحمت مدینے میں ارزاں ملی — کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا

سکندر لکھنوی کے یہ اشعار ان کی کتاب "آرزوئے مدینہ" صفحہ ۴۱ پر موجود ہیں۔ طیبہ سے مراد مدینہ منورہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آرام فرما ہیں۔ پس بریلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کو کھرا سودا کہا ہے اور شیخین کریمینؓ کے حضور کھلی گستاخی کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے اور ہم ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔ اور بریلوی نعت خواں کہیں۔ ع

"کھوٹے سکوں میں سودا کھرا مل گیا"   استغفر اللہ العظیم۔

یہاں کھوٹے سکے کہنا کیا یہ کھلا تبرا نہیں؟ بریلویوں کو یہ احساس نہ ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں کو دیکھ کر انہیں صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا تھا تو وہ کبھی اس درجہ کی گستاخی نہ کرتے۔ یاد رہے کہ سکندر لکھنوی کی اس کتاب پر مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا غلام علی اوکاڑوی تینوں بریلوی اکابر کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں ۔۔ کیا اب بھی بلی تھیلے سے باہر نہیں آئی؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

جو چیز کم قیمت پر ملے اس کے عوض بھی کھرے سکے ہی دیئے جاتے ہیں کھوٹے نہیں۔ چیز ارزاں بھی ملے تو کبھی کوئی یہ کہتے نہیں سنا گیا کہ یہ مجھے جعلی کرنسی سے ملی ہے۔ کھوٹے سکے قیمت نہیں رکھتے کم ہوں یا زیادہ۔ نہ ان سے کوئی سودا لیا جا سکتا ہے۔ پس بات یہی سمجھ میں آتی ہے کہ یہاں کھوٹے سکے کے الفاظ تبرا کے طور پر کہے گئے ہیں یا ان میں محض شیعوں کو خوش کرنا مقصود ہے۔

ۓ یہ آرزوئے مدینہ خلیل بک ڈپو کراچی سے طلب کریں۔

مقامِ اولیاء رحمہم اللہ — بریلوی مکتبِ فکر میں!

مولانا احمد رضا خان اور اُن کے پیروؤں کے عقائد

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

امام ربانی مجدد الف ثانی سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے
مولوی احمد رضا خان انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے

اثر خامہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی
ڈائرکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر

مقامِ اولیاء
بریلوی تحریرات کے آئینہ میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو جتنی زیادہ معروف ہوں اتنی ہی غلط ہوتی ہیں ان کا کوئی مبدر حسی نہیں ہوتا مگر زیادہ سے زیادہ پھیلتی جاتی ہیں۔ انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی لوگ اولیاء کرام کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور ان کی یہ تعظیم محض رضاء الٰہی کیلئے ہوتی ہے۔

تحقیقِ حال سے پتہ چلا کہ نہ یہ اولیاء اللہ کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ کبھی ان کے پیشِ نظر رضاء الٰہی کا حصول ہوتا ہے جو شئون وصفات یہ اولیائے کرام کے لیے ثابت کرتے ہیں وہ انہیں شیاطین میں بھی ثابت مانتے ہیں اور جب اولیاء کی کوئی منقبت کہتے ہیں تو انہیں قدرت الٰہی میں شریک کرنے کے لیے کہتے ہیں نہ کہ ان کی تعظیم کرنے کے لیے انہیں تو صرف شرک کرنیکا شوق ہوتا ہے رضاء الٰہی کا حصول کبھی ان کے سامنے نہیں ہوتا۔

اولیاء کو شیطان سے ملانے کی گستاخی

مثال مطلوب ہو تو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نائب خاص مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی کی زبان سے اولیاء اللہ کی شان سنئے۔ مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنے مقبولوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔

> خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دعا سے بھی۔ اس کی عمر لمبی بخش گئی فرماتا ہے فانك من المنظرين حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس

سال کے سو سال فرما دی گئی ۔[1]

اس میں جہاں اولیاء اللہ کو شیطان سے ملانے کی گستاخی ہے وہاں اس قرآنی فیصلے سے بھی کھلا مذاق ہے کہ جب کسی جان پر موت کا وقت آجائے تو وہ پل بھر آگے پیچھے نہیں ہوتا قرآن کریم میں ہے ۔

اذا جاء اجلھم فلا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون[2]

ترجمہ: جب آپہنچتا ہے ان کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکتے ہیں ایک گھڑی اور نہ آگے جاسکتے ہیں ۔

اولیاء کرام کو روحانی پیشوا ماننے

بریلوی لوگ گستاخی پر آئیں تو شیطان سے ملا دیں اور شرک پر آئیں تو ان میں خدائی صفات مان لیں ۔ یہی افراط و تفریط ان کا طول و عرض ہے ۔ دوسروں کے بارے میں تو کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ کو مانتے نہیں اور خود یہ جانتے نہیں کہ لفظ ماننا متعدی بدو مفعول ہوتا ہے (۱) ایک جس کو مانا جائے (۲) اسے کیا مانا جائے مثلاً ایک شخص پوچھتا ہے تو ولیوں کو مانتے ہو ؟ ہم پوچھیں گے کیا ؟ وہ کہے خدا ۔ ہم کہیں گے ہم نہیں مانتے ۔ اگر وہ کہے پیشوا ؟ ہم کہیں گے ہاں ہم انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں ۔

افسوس کہ بریلوی نہ اس لفظ کو سمجھتے ہیں نہ اس کے معنی کو اور علماء حق کے خلاف بلا سوچے سمجھے یہ پراپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ ولیوں کو نہیں مانتے اور خود نہیں جانتے کہ جب تک "ماننے" کا مفعول ثانی ظاہر نہ ہو بات بے معنی رہتی ہے ۔

اس مقالہ میں بریلوی عقائد کی اسی تلخی کا ایک قلب حزین سے جائزہ لیا گیا ہے اولیاء کرام کی ان گستاخیوں پر جو اس گروہ میں پائی جاتی ہیں جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے مگر تعجب ہے کہ اکثر لوگ نہیں سمجھتے ۔

---

[1] نور العرفان صفحہ ۶۸۸ [2] پ۱۱ سورۂ یونس ۴۹ پ۸ الاعراف ع ۴

الحمد للہ وسلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ اللہ خیر اما یشرکون اما بعد

اولیاء کرام کا تعارف

محبوبان بارگاہ ایزدی کسی الہٰی ذمہ داری کے امین نہیں ہوتے نہ ان کے ذمہ کوئی الہٰی امانت سپرد ہوتی ہے ہاں اپنی ذات اور اپنے حلقے کی حد تک وہ اپنی کچھ ذمہ داری رکھتے ہیں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوتے ہیں۔ انہیں اولیاء اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ نفوس محبت خداوندی میں اتنے کھچے ہوتے ہیں کہ ولایت الہٰی کا فیضان ان کی قبار حیات پر ہر طرف سے اترتا ہے۔

البتہ جن محبوبان خدا کو کسی عہدہ کی بجاآوری سپرد ہوتی ہے وہ اللہ رب العزت سے ایک ضابطہ پاتے ہیں انہیں ہی پیغمبر کہا جاتا ہے وہ ضابطہ ان کے لیے نیا بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی پہلے سے ایک آسمانی حیثیت چلی آرہی ہو یہ وہ طبقہ ہے جس پر شریعت کا مغز کھولا جاتا ہے اور وہ وحی سے اس کی جلا پاتے ہیں۔ حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم پر عہدہ نبوت ہر طرح سے ختم ہوچکا اب زمین پر نزول جبرئیل بہ رایۂ وحی قیامت تک کے لیے مسدود ہے حضورؐ نے نبوت کا دروازہ بند فرمایا اور ولایت کا دروازہ کھولا خاتم باب نبوت فاتح باب ولایت تھے آپ کے نور رسالت نے اس اُمت کے اولیاء نے جلا پائی اور اس امت میں وہ بزرگ ہوئے جن کی کرامات ظلمت کدہ عالم میں آیات باہرات ثابت ہوتی رہیں اور قرب خداوندی اور عشق الہٰی میں ملاء اعلیٰ بھی ان پر رشک کرتا رہا حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؒ حضرت شیخ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت امام ربانی شیخ مجدد الف ثانیؒ اس پاکیزہ گروہ کے ممتاز افراد میں سے تھے۔

اولیاء کرام کی اسلامی شان

قرآن کریم میں اس گروہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون[1]

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقوے کی صفت ان کی زندگی کا محور ہوتا ہے۔ ان اولیاء الا المتقون[2] اللہ کے دوست ہیں ہی وہ جو صفت تقویٰ سے آراستہ اور عمل شریعت سے پیراستہ ہوں اللہ کی ربوبیت پر ان کا اعتقاد اور حق پر استقامت ان کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون[3]

ترجمہ: تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان بزرگوں کو پھر کرامات بھی ملتی ہیں اور خرق عادات امور ان سے صادر ہوتے ہیں ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابہ میں ایک صاحب جو ولایت الٰہی میں رنگے جا چکے تھے قدرت خداوندی کے بھروسے حضرت سلیمانؑ سے ہی کہتے ہیں کہ میں ابھی لائے دیتا ہوں۔

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان ان یرتد الیک طرفک[4]

ترجمہ: بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا "میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اس کو پہلے اس سے کہ پھر آئے تیری طرف تیری آنکھ"

اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ نفوس پر غیرت بھی کھاتے ہیں اور جو شخص ان مقربین الٰہی کی عداوت پر اترے اسے اپنی طرف سے جنگ کا اعلان دیتے ہیں حدیث قدسی میں فرمایا

---

[1] پ۱۱ یونس ع ۷ [2] پ۹ الانفال ع ۴ [3] پ۲۴ حم السجدہ ع ۴ [4] پ۱۹ النمل ع ۳

من عاد للّٰه ولیاً فقد بارز اللّٰه بالمحاربة [1]

ترجمہ: جو شخص اللّٰہ کے کسی ولی سے عداوت رکھے اسے اس کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔

لیکن ان تمام عطاؤں اور نوازشوں کے باوجود اللّٰہ رب العزت انہیں کسی درجے میں اپنی قدرت میں شریک نہیں کرتا اللّٰہ رب العزت اپنی ہر شان ہر صفت اور اپنے ہر کام میں وحدہٗ لاشریک ہیں ایک مرید جناب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے کہہ رہا تھا کہ آپ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں جو کچھ چاہیں اور جس وقت چاہیں خدا سے کرا سکتے ہیں اس پر حضرت پیر صاحب نے فرمایا:-

ایسا مت کہو کیونکہ یہ عقیدہ از روئے قرآن وحدیث شریف بالکل صحیح نہیں اصل بات یہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو اتنی طاقت بخشی ہے کہ جس امر کی طرف سے دل سے متوجہ ہو جائیں۔ اللّٰہ تعالیٰ وہ کام کر دیتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں کہ جس وقت چاہیں اور جو کچھ چاہیں ہو جائے کیونکہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چچا ابوطالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کلی اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو یہ تب ہو کہ نعوذ باللّٰہ نعوذ باللّٰہ کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا ولی کو سب اختیار دے کر آپ معطل ہو بیٹھے اور یہ عقیدہ برخلاف عقیدہ اسلام ہے [2]

جو لوگ پیر مہر علی شاہ صاحب کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو اپنا دینی پیشوا مانتے ہیں وہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے اس فیصلے کو غلط کہتے ہیں اور حضورؐ کو علی الاعلان مختار کل کہتے ہیں اور شرک سے کچھ نہیں ڈرتے

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۵۵

[2] ملفوظات طیبات معروفہ مہر چشتیہ ص ۱۴۰

اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم

ان مقبولان بارگاہ خداوندی کی عظمت دل میں رہے اور جہاں تک ہوسکے انسان ان کی عزت و تکریم کرے ان کی صفات و کمالات کو کبھی شیطان سے نہ ملائے اور یہ بھی ہونے نہ پائے کہ انسان ان کی تعریف و تعظیم کرتے ہوئے انہیں خدا سے ملا دے یا خدائی طاقتوں اور قدرتوں کو ان میں عطا مانے ہاں یہ اعتقاد ضرور رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہیں ان کی تکریم و تائید کے لیے اپنی کوئی قدرت ظاہر فرما دیں اس کو کرامت کہا جاتا ہے جس میں عزت و تائید ولی کی ہوتی ہے لیکن کرامت بھی معجزے کی طرح فعل خداوندی ہوتی ہے فعل بندہ نہیں

کرامات فعلِ خداوندی ہوتی ہیں

سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ معجزہ اور کرامت فعل بندہ نہیں فعل خداوندی ہیں ــــ

معجزہ و کرامت فعل خدا است کہ ظاہر مے گردد بر دست بندہ بجہت تصدیق و تکریم وے نہ فعل بندہ است کہ صادر مے گردد بقصد او و اختیار او مثل سائر افعال۔[1]

امام غزالی لکھتے ہیں :- ان کل ما عجز عنہ البشر لم یکن الا فعلاً للہ تعالیٰ[2]

وہ کام جس کے کرنے سے انسان عاجز ہوں صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہو سکتا ہے ۔

اس تعظیم و تکریم کا نمایاں پہلو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ انسان ان صفات ولایت کو پھر اس گروہ میں ہرگز نہ مانے جو اللہ رب العزت کے مقہور ہوئے یا ان پر اللہ کا غضب ہوا ہو مگر افسوس کہ بریلوی حضرات ان صفات کو اولیاء میں بھی ثابت بتلاتے ہیں اور شیطان میں بھی انہیں ثابت کرتے ہیں اور اولیاء اللہ کی توہین کرنے سے کچھ نہیں جھجکتے۔

مقربین الٰہی کو شیطان سے ملانے کی گستاخی

رام پور کے مولوی عبدالسمیع صاحب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت ارضی ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جہاں میلاد پڑھا جائے وہاں حضورؐ تشریف لے جاتے

---

[1] فتوح الغیب ترجمہ فارسی ص ـــــ [2] احیاء العلوم جلد ـــــ ص ـــــ

ہیں لیکن مولوی صاحب مذکور اس صفت کو شیطان میں بھی تسلیم کرتے تھے کہ وہ بھی بیک وقت ایک سے زیادہ مقامات میں پایا جاتا ہے اب اس میں اللہ کے مقبولوں اور محبوبوں کی تعظیم و تکریم کیا رہی اور کہاں رہی ؟ بلکہ ان میں وہ صفت مانی جس کے بارے میں ان کا اپنا عقیدہ پہلے سے یہ تھا کہ یہ صفت ابلیس لعین میں اس سے بھی زیادہ وسیع شان کے ساتھ پائی جاتی ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری لکھتے ہیں۔

> اصحاب محفل میلاد (بریلوی) تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوےٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک، کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے [1]

دیکھئے بریلویوں نے کس گستاخی اور بے ادبی سے شیطان کی وسعت ارضی حضورؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت ارضی سے زیادہ بتلادی اور اس ناپاک دعوے پر انہیں کوئی جھجک محسوس نہیں ہوئی حضورؐ کے مقابلہ میں ابلیس کو لانا ہی کوئی کم گستاخی نہ تھی ابلیس کو آگے بڑھا کر بریلویوں نے ستم بالائے ستم کر ڈالا ہے۔

بریلویوں کے ہاں اولیاء اللہ کا مقام

بریلوی حضرات اولیاء کرام کی تعظیم ہرگز نہیں کرتے ان کے ہاں ان کی تعظیم یا انہیں خدا کے ساتھ شریک کرنے کے لیے کی جاتی ہے یا انہیں شیطان و بہائم کے ہم صفت ثابت کرنے کے لیے۔ بریلوی حضرات اولیاء اللہ کے لیے کسی ممتاز مقام کے ہرگز قائل نہیں نہ انہیں اولیاء اللہ سے کوئی حقیقی محبت و عقیدت ہوتی ہے ورنہ ان کے لٹریچر میں اولیاء کرام پر اس قسم کے توہین آمیز حملے کہیں نہ ہوتے۔

---

[1] انوار ساطعہ ص ۵۷

یہ فرضی بات کہ بریلوی لوگ اولیاء اللہ کی بہت تعظیم کرتے ہیں ایک پراپگینڈہ ہی پراپگینڈہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں جس نے بھی گہری نظر سے ان کا مطالعہ کیا اس پر یہی حقیقت کھلی کہ بریلوی اولیاء اللہ کو پیشوا نہیں مانتے ہاں کبھی خدا کی صفات میں ضرور شریک مان لیتے ہیں سو کچھ باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں کہ جتنی زیادہ معروف ہیں اتنی ہی زیادہ غلط ہوتی ہیں اور انہی باتوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء اللہ کو بہت مانتے ہیں

شیطان سے برابر کرنے کی گستاخی

بندہ اپنے احساسِ بندگی سے جب قادر مطلق سے کچھ مانگتا ہے تو اسے دُعا کہتے ہیں۔ دُعا میں عاجزی اور بندگی کا عنصر ساتھ ہوتا ہے۔ ابلیس لعین نے جب حکم الٰہی کے خلاف نافرمانی اور سرکشی کی اور راندۂ درگاہ ہوا تو اس نے خدا تعالےٰ سے حشر تک کی مہلت مانگی تھی جو اسے دی گئی اس مہلت مانگنے کو اہل اللہ کی سی دعا کہنا کس قدر غلط بات اور شرمناک تعبیر ہے۔ اولیاء اللہ کی شان بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار صاحب گجراتی کہیں بیدردی سے انہیں شیطان کے برابر کرنے کی سعی کرتے ہیں ذرا غور کیجئے اور گستاخ اولیاء کی اس گستاخ عبارت پر افسوس کیجئے :

> خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دُعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دُعا سے بھی اس کی عمر لمبی بخشی گئی فرماتا ہے فانك من المنظرين حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال فرما دی گئی [1]

شیطان غائبانہ امداد کرسکتا ہے

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی سے سوال کیا گیا "کیا شیطان بھی غائبانہ امداد کرسکتا ہے"۔ تو آپ نے فرمایا : ضرور۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انا جعلنا الشیاطین

---

[1] نور العرفان صہ ۶۸۸

اولیاء للذین لا یومنون بیشک ہم نے بنایا شیطان کو بے ایمانوں کے واسطے مددگار [1] ـــــــ مولوی صاحب اس میں بھی شیطانوں اور اولیار کرام کو برابر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بتانا چاہتے ہیں کہ اولیار اللہ نیک بندوں کی غائبانہ امداد کرتے ہیں تو شیاطین غلط لوگوں کی غائبانہ مدد کرتے ہیں ۔ غائبانہ مدد کرنے کی طاقت اللہ نے دونوں کو دی ہے شیطانوں کو بھی اور ولیوں کو بھی (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حق بات یہ ہے کہ فوق الاسباب مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں اس میں اس کا کوئی شریک نہیں نہ اولیار کرام اور نہ شیطان ۔ بریلوی ان دونوں میں یہ صفت مان کر شرک کرتے ہیں ۔

کرشن کنہیا کے برابر کرنے کی گستاخی

قدوۃ السالکین حضرت شیخ فتح محمدؒ قدس سرہٗ ایک مشہور بزرگ تھے ان کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں :۔

کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو گیا ۔ فتح محمدؒ اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو تو کیا تعجب ہے [2]

دیکھئے حضرت شیخ کہ کرامۃً کئی جگہ موجود ہو گئے اسے کس بیدردی سے ذکر کیا ہے اور حضرت کو کرشن کنہیا کے برابر کر دیا ہے ۔ ذرا غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں حضرت شیخ کی یہ کرامت کیا کسی اسلامی اصل پر منطبق نہ ہو سکتی تھی ؟ کیا تشبیہ کے لیے کرشن کنہیا ہی رہ گیا تھا ؟ ہاں مولوی صاحب کا کرشن کنہیا کے بارے میں اگر یہ تصور ہوتا کہ وہ بھی اپنے وقت میں مقبول بارگاہِ ایزدی تھے تو یہ اور بات تھی لیکن آپ

---

[1] مقیاس حنفیت صـ ۲۸۲ ۔ یہ آیت سورہ اعراف رکوع دوم کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "بیشک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست ذکر کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے" (ترجمہ مولانا احمد رضا خاں) مولوی صاحب نے یہاں اولیار کا ترجمہ دوست کرنے کی بجائے مددگار اس لیے کیا ہے کہ وہ اپنا یہ عقیدہ ثابت کر سکیں کہ شیطان ان کی غائبانہ مدد کرتا رہا ہے ۔ [2] ملفوظات حصہ اول صـ ۱۲

نے اسے اسی عبارت میں کافر بھی مانا ہے اور پھر اولیاء کرام کو کس قدر مکروہ اور گستاخانہ تعبیر سے کرشن کنہیا کے برابر کر دیا ہے۔

اس حکایت کے ضمن میں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بریلوی مذہب کے لوگ صرف حضور کے ہی حاضر ناظر ہونے کے مدعی نہیں وہ حضرت شیخ فتح محمدؒ کو بھی کئی جگہ حاضر و ناظر سمجھتے تھے مفتی احمد یار صاحب گجراتی بھی لکھتے ہیں:

ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو جانا اللہ والوں کے نزدیک باذن الٰہی مشکل نہیں ایسے ہی قبر میں سوال کرنے والے ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والے فرشتے یہ طاقت رکھتے ہیں حاضر ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے[1]

اب آپ ہی خیال کریں کیا یہ لوگ کئی جگہ پر حاضر و ناظر ہونا حضورؐ کی صفت مانتے ہیں یا ان کے ہاں اور بھی کئی بندے اس شان میں حضورؐ کے شریک ہیں۔

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانیؒ تو صرف اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر[2] کہتے تھے مگر افسوس کہ بریلویوں نے اپنے پیروں کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا شروع کر دیا اور یہ بھی ان کے ہاں کوئی تکریم و تعظیم کے لیے نہیں نہ ان کے ہاں اس میں کوئی کمال ہے وہ اس صفت کو کافروں میں بھی ثابت مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کو کافروں کے ساتھ ملاتے ہیں اور انہیں اس میں کبھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی اور نہ ان کی عقیدت کہیں مجروح ہوتی ہے اولیاء کرام کے ان گستاخوں کی اس گستاخانہ تعبیر پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

کرشن کنہیا کو اولیاء اللہ سے پھر یہاں بڑھا بھی دیا ہے کہ حضرت شیخ فتح محمد قدس سرہٗ تو چند جگہ حاضر ناظر تھے لیکن کرشن کنہیا تو کئی سو جگہ حاضر و ناظر ٹھہرے۔ گستاخی بالائے گستاخی کی یہ بدترین مثال ہے۔

---

[1] نور العرفان صـ ۲۴۵ [2] مکتوبات شریف جلد ۱ صـ ۱۰۱ نمبر ۸۷

موت کے بعد کافروں کی رُوحانی وُسعت

بریلویوں کا عام عقیدہ تھا کہ اولیاءَ اللہ اپنی قبروں پر پکارنے والوں کی فریادوں کو سنتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کی ہندووانہ ذہنیت نے جوش مارا تو یہاں بھی وہ کافروں کو لے آئے وہ اصل میں ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کرشن کنہیا کس طرح ہزاروں جگہ حاضر ناظر ہو گیا۔ مولانا احمد رضا خاں سے پوچھا گیا کہ ہر ایک کے ساتھ کتنی روحیں ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا :-

> صرف ایک رُوح ہے اگر مسلمان ہے تو علیین میں اور کافر ہے تو سجین میں
> جو شخص قبر پر جاتا ہے اس کو بخوبی دیکھتی ہے اور اس کی بات سنتی سمجھتی ہے
> مرنے کے بعد رُوح کا ادراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو خواہ کافر کی[1]

بریلوی حضرات کو آخر کیا ضرورت پڑی تھی کہ وفات کے بعد اولیاء کی روحانی وسعت کا اقرار کرتے ہوئے کافروں کی رُوحانی وسعت کو بھی ساتھ لے آئیں یہ سوچنے کی بات ہے آخر انہیں اس کی ضرورت کیا تھی۔ اس کی بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ بات عام کہہ دی جاتی ہے جیسے حضرت امام ربانیؒ نے ایک جگہ کہی تھی۔

> روح را نسبت با جمیع امکنہ باوجود لامکانیت برابر است[2]

ترجمہ: روح کا تعلق باوجود لامکانی ہونے کے تمام جگہوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔

اس عموم میں دونوں قسم کی رُوحیں آگئیں یہ مطلق روح کا بیان ہے کسی ایک طبقے کی تخصیص نہیں پھر اس میں اولیاء اللہ کا نام لے کر انہیں کافروں کے ساتھ نہیں ملایا گیا نہ کافروں کو اللہ کے ساتھ ذکر کر کے ان کی گستاخی کی گئی ہے جیسا کہ بریلوی عام کرتے ہیں اور انبیاء و اولیاء کے مقامات کو بیان کرتے ہوئے شیطان لعین تک کی مثال لانے سے نہیں چوکتے

---

[1] ملفوظات حصہ اوّل ص۹۱ [2] مکتوبات شریف دفتر اول نمبر ۲۸۵ ص۳۷۱

مولانا ابوالبرکات سید احمد کا نادر جھوٹ

مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور نے امامِ ربانی سیدنا حضرت مجدد الف ثانیؒ کے چالیس ارشادات کا اردو ترجمہ ایک پمفلٹ میں شائع کیا ہے اس میں موصوف حضرت مجدد صاحبؒ کے مندرجہ بالا ارشاد کا ترجمہ ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

> انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں کو عرش سے فرش تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کوئی چیز ان سے دور و نزدیک نہیں [1]

مولانا ابوالبرکات نے انبیاء و اولیاء کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کئے ہیں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصل عبارت ابھی آپ دیکھ آئے ہیں حق اور انصاف یہ ہے کہ مولانا موصوف نے جھوٹ بولنے میں یہاں اپنے پیشرووں کو بھی مات کر دیا ہے، یہ سب محنت اور جسارت محض اس لیے کی ہے کہ روح کے یہ وسیع ادراکات کافر کی روح سے منتفی ہو سکیں اور اہل اللہ کے بارے میں ان کا خود ساختہ معیارِ کمال کہ انبیاء و اولیاء ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں حضرت امام ربانیؒ کے اس ارشاد سے مجروح نہ ہو سکے لیکن مولوی صاحب مذکور کے اس جھوٹ سے کیا بنتا ہے جب اعلیٰ حضرت خود اپنے ہاتھوں اپنے خود ساختہ معیار کو تار تار کر چکے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ اولیاء کرام ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟ اس پر آپ نے یہ نہ کہا کہ خدا چاہے تو ایسا ہو سکتا ہے بلکہ فرمایا

> اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ [2]

پیش نظر رہے کہ سائل نے صرف چند جگہ حاضر ہو سکنے کی قوت کا پوچھا تھا دعوت

---

[1] پمفلٹ حزب الاحناف ترجمہ مکتوبات [2] ملفوظات حصہ اول ص ۱۲۷

کا نہ سوال تھا نہ کوئی تذکرہ تھا یہ اعلیٰحضرت کی حکمت کہیئے یا پیش بینی کہ اپنی طرف سے دعوت قبول کرنے کی بات کہہ دی بعض پیر اسی حکیمانہ طریق سے مریدوں کو دعوت کرنا سمجھا دیتے ہیں کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا تھا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں ؟ اس نے جواباً کہا چار روٹیاں اس کو حکمتِ عملی بھی کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے لئے گدھے کی مثال لانا

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے الہام غیبی اور کشف باطنی کو گدھے کے برابر لاکر ایک اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اولیاء اللہ کو اللہ تعالےٰ جب اور جتنے غیب کی خبریں یہ نور سنت کا فیض ہے ان پاک ہستیوں کو جب بھی امور غیبیہ پر کوئی اطلاع ملے تو یہ اطلاع غیب ہوتی ہے علم غیب نہیں ہوتا یہ ان کے روحانی کمال کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کشف سے اور کبھی اطلاع علی الغیب سے بعض امور غیبیہ کو پا لیتے ہیں۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس عقیدہ کے ثابت کرنے کے لئے ایک حکایت نقل کی ہے ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ کے دربار میں حاضری دی ان کے پاس کچھ سیب تھے بادشاہ نے ایک خاص سیب کا ارادہ کیا کہ مجھے دیں گے تو انہیں ولی سمجھوں گا اس پر انہوں نے ایک گدھے والی حکایت بیان کی اعلیٰحضرت یہ بات ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں :-

> ایک صاحب اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں سے تھے آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ

سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا [1]

غیب کی بات جاننا کوئی وجہ کمال نہیں

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ بالا واقعہ پر لکھتے ہیں :۔

بس سمجھ لیجئے وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں ۔[2]

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ۔ نہ اس میں ان کا کوئی کمال ہے ۔ اولیاء اللہ کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کسی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں کوئی شان نہیں ۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کنہیا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں پھر تعظیم کہاں گئی اور تکریم کہاں رہی ؟ کیا ہی عنوان ہیں جن کے ماننے اور نہ ماننے پر مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کئے جاتے ہیں اور انہی کے محاذ پر عرصہ دراز سے جنگ لڑی جا رہی ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

---

[1] ملفوظات حصہ چہارم ص۱۰ [2] ملفوظات حصہ چہارم ص۱۰

شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے

بریلوی حضرات ایک طرف تو بڑے شد ومد سے کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ علم غیب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ انہیں عطا کر رکھا ہے کہ جب چاہیں کسی غیب کو جان لیں مگر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ان کا یہ عقیدہ ہماری نظر سے گذرتا ہے کہ شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے [1]

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ بریلوی اولیاء کے ساتھ شیطان کو کیوں ملا رہے ہیں۔ اولیائے کرام کی کیا کچھ بھی عزت ان کے دلوں میں ہے؟ بالکل نہیں

اولیاء اللہ پہلوانوں کے اکھاڑے میں

اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ چلا آتا تھا کہ اولیاء کرام میں روحانی طاقت ذکر و اذکار محنت و ریاضت کثرت نوافل اور اللہ کے تعلق اور بزرگوں کے فیض سے آتی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں نے ایک نیا تصور پیش کیا ہے کہ پہلوانوں کا اکھاڑا روحانی اکھاڑے کی بنیاد ہے اور اولیاء اللہ میں روحانی طاقت بعض اوقات اکھاڑے کی کشتی سے بھی آتی ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کہتے ہیں۔

خواجہ نقشبندؒ بخارا میں حضرت امیر کلالؒ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھا ایک مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آگئی دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس سے پار جانا چاہتے تھے دریا میں اترے جتنا زور کرتے دھنستے جاتے کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے

---

[1] نور العرفان ص ۲۴۱

اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلالؒ تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دریا کے اس پار کر دیا آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آتے۔ | ملفوظات حصہ چہارم ص ۲۷ |

اس میں تصریح کی گئی ہے کہ حضرت امیر کلال فیض طریقت پانے کے بعد بھی اکھاڑے کا شغل رکھتے تھے اور کشتی لڑتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی یہ بات درست نہیں حضرت امیر کلال (۷۷۲) حضرت بابا سماسیؒ سے بیعت ہونے کے بعد پھر کبھی اکھاڑے کی کشتی میں نہیں گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں ان اولیاء کبار کو استہزائی رنگ میں لا کر عوام میں ان کی عقیدت کمزور کرنا چاہتے ہیں تاکہ پھر انہیں اپنا نیا مذہب چلانے میں کوئی دقت نہ ہو لوگ سمجھیں اولیاء اللہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔

حضرت امیر کلالؒ کا اصل واقعہ

اصل بات معلوم کرنی ہو تو شرقپور کے مشہور بزرگ حضرت میاں شیر محمد صاحب نقشبندیؒ کی سوانح حیات خزینہ معرفت میں تذکرہ مشائخ نقشبندیہ کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

> حضرت امیر کلالؒ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا نہایت شوق تھا ایک روز حضرت بابا سماسیؒ کا گذر معرکہ کشتی پر ہوا اور آپ وہاں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے بعض مریدوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ حضرت باباؒ کا ایسے مجمع میں ٹھہرنے کا کیا موقعہ ہے آپ نے اشراق خاطر سے معلوم کر کے فرمایا اس معرکے میں ایک مرد ہے کہ اس کے فیض سے بہت سے آدمی درجۂ کمال کو پہنچیں گے اس کے شکار کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اسی اثنار میں حضرت امیرؒ نے حضرت باباؒ کی طرف دیکھا اور دیکھتے ہی متاثر ہو گئے چنانچہ فی الفور معرکہ کشتی چھوڑ کر حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہو لئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے مکان پہنچے حضرت امیر کلالؒ کو خلوت میں طلب کیا اور تلقین کا طریقہ فرمایا

اور اپنی فرزندی میں قبول کیا اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پھر کبھی کشتی کے لیے بازار نہیں گئے اور تیس سال حضرت بابا کی خدمت میں حاضر باش رہے ہفتہ میں دو مرتبہ دوشنبہ و پنج شنبہ اپنے مسکن سوخمار سے سماس کو جاتے اور واپس آجاتے تھے اور تمام راہ شغل طریقہ میں اس طرح مشغول رہتے کہ کسی کو خبر نہ ہوتی یہاں تک کہ دولت صحبت تکمیل وارشاد کو پہنچے ۔ (خزینہ معرفت ص۲۸)

حضرت امیر کلالؒ بلند پایہ بزرگ تھے ۔ سلوک میں آنے سے پہلے اکھاڑے کے پہلوان تھے ۔ مولانا احمد رضا خان نے یہ بات گھڑی کہ وہ اکھاڑے میں اتر کر ہی بزرگ ہوئے روحانی طاقت انہیں اکھاڑے سے ہی ملی تھی ۔ حالانکہ یہ بات امیر کلال نے ہرگز نہ کہی تھی۔

اولیاء اللہ خدا کے ساتھ اکھاڑے میں

بریلوی حضرات اکھاڑے کی کشتی میں یہاں تک کھو گئے کہ حضرت امیر کلالؒ تو ایک طرف رہے یہ خدا تعالیٰ رب العزت کو بھی اکھاڑے میں لے آئے اور یہ گستاخی پھر اپنے اپنے نام پر نہیں حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کے نام پر کی فوائد فریدیہ میں ہے۔

" حضرت ابو الحسن خرقانی نے فرمایا ہے کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا " ـــــ اب اس کی دلیل بھی سنیئے ۔

اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں ۔ فوائد فریدیہ ص۸۲

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا سکتا ہے کہ رب تعالیٰ ۳۵۰ ھ میں پیدا ہوئے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ۔ خدا کی عمر متعین کرتے ہوئے پھر انہیں خدا تعالیٰ کے لیے وہ انسانی رشتے بھی تلاش کرنے پڑے جو مخلوق کے فطری رابطے ہوتے ہیں خدا کی روحانی بیوی ثابت کرنے کے لیے انہوں نے ایک بزرگ کو زنانہ لباس پہنانے سے بھی گریز نہیں کیا

خدائی سہاگ زنانہ لباس میں

احمد آباد (ہند) میں ایک بزرگ حضرت موسیٰ سہاگ کا مزار ہے ان کا نام تو موسیٰ تھا مگر

شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے مولانا احمد رضا خاں اس بزرگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ مشہور مجاذیب میں سے تھے۔ احمد آباد میں مزار شریف ہے میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا۔ مینہ بھیجیے یا اپنا سہاگ لیجیے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیئے۔[۱]

محبوبان خدا کو زنانہ وضع میں پیش کرنا اور پھر یہ دعوےٰ کہ شریعت کا مقابلہ کبھی نہ کرتے تھے عجیب رضاخانی منطق ہے۔ شریعت تو یہ ہے۔

لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال رواہ البخاری[۲]

ترجمہ: اللہ کی لعنت ہے ایسے مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت بنائیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت بنائیں۔

بریلوی تحریرات کے اس آئینے میں اولیاء اللہ کی عظمت و شان بُری طرح مجروح نظر آتی ہے کہیں وہ ان کے لیے شیطان کی سی وسعت ارضی ثابت کرتے ہیں اور کہیں انہیں وہ کرشن کنہیا کے رُوپ میں پیش کرتے ہیں کہیں خدا کا سہاگ ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں زنانہ لباس پہناتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے غیبی اطلاعات پاتے کو وہ گدھے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ علم غیب اور حاضر و ناظر ہونا ان کے ہاں قطعاً کوئی خوبی اور کمال نہیں بلکہ اولیائے کرام میں انہیں ثابت کرنے کے لیے وہ انہیں کافروں اور جانوروں

---

[۱] ملفوظات حصہ دوم صہ ۸۳   [۲] مشکوٰۃ صہ ۳۸۰

میں بھی مانتے ہیں اور ان محبوبانِ خدا کی سخت بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں
حق بات یہ ہے کہ بریلوی مذہب انبیاء و اولیاء کی اس قسم کی گستاخیوں اور بے ادبیوں پر
کسی حلقۂ علم و دانش میں پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام کا ظاہری
دم بھرنے والے درحقیقت ان کی عظمت و رفعت کو مٹانا چاہتے ہیں اور ان کی غرض
یہ ہوتی ہے کہ اس قسم کی لایعنی روایات کو عام کر کے وہ اپنی لایعنی زندگی کے لیے بزرگی
کا ایک نیا معیار پیش کر دیں جس پر ان کے سوا کوئی شریف انسان پورا نہ اتر سکے اور لوگ اپنے
پیروں میں اس قسم کی عجیب و غریب حرکات دیکھ کر بھی ان سے دُور نہ ہوں بلکہ پہلے سے
ذہن بنا ہوا ہو کہ بزرگوں کی ایک یہ شان بھی ہوتی ہے کہ کسی ننگ دھڑنگ ملنگ کو
پلنگ پر بھی دیکھیں تو اس سے بدگمان نہ ہوں دبے رہیں کہ ممکن ہے اس نہنگ کے
پیچھے کوئی پیر کامل ہو جو اس کے پیچھے اس کے منکرین کے لیے کہیں لٹھ لیے کھڑا ہو۔

جاہل پیروں سے مرعوب کرنے کی تدبیر

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ تمہیں کوئی پیر بے عمل اور اندر سے
بالکل خالی بھی دکھائی دے تو بھی تم اس کی عقیدتمندی سے نہ نکلو اس سے ڈرتے رہو اور
اسے نذرانے دیتے رہو یہ اندر سے خالی پیر فقیر بھی تمہارے تختے اُلٹ سکتے ہیں۔

جب قوم کو ذہنی طور پر اس طرح مرعوب کر دیا گیا ہو تو پھر جاہل لوگ مزاراتِ اولیاء
کے حجروں میں ہونے والی ایسی حرکات اور اس قسم کی تحریرات کے باوجود ان لوگوں کو
بڑے حضرت مانتے رہیں تو تعجب کی کون سی بات ہے۔

اس من گھڑت اصول سے معلوم نہیں کتنے گھر اُجڑے ہوں گے؟ کتنے جعلی پیروں
اور بدکردار فقیروں کا کام چلا ہوگا؟ یہ اس وقت کا موضوع نہیں ہم یہاں اعلیحضرت (بڑے
حضرت) کی وہ حکایت نقل کرتے ہیں جس پر بریلویوں کا مذکورہ بالا عقیدہ مبنی ہے۔ مولانا
احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

۲۴/۲

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا کہ ایک روپیہ دے وہ نہ دیتا تھا فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹتا ہوں اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دکاندار سے فرمایا جلد روپیہ دے دے ورنہ دکان الٹ جائے گی لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔ تو بات کیا تھی شیخ کا دامن قوت سے پکڑے ہوئے تھا۔ ملفوظات حصہ دوم ص۶

اس عبارت سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ بریلوی مذہب کے پیرو مولانا احمد رضا خاں کی مذکورہ گستاخانہ عبارتوں کے باوجود انہیں بڑا حضرت کیوں مانتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ شاید ان کا پیر کچھ ہو وہ ان کی طرح کانہ ہو اور اگر وہ بھی خالی ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس کا پیر خالی نہ ہو آخر کوئی تو ہو گا جو تختہ الٹ سکے۔

اہل اللہ کا کیا یہی کام ہے تختے الٹنا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا احمد رضا کی اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلا کہ بریلویوں کے ہاں شیخ کی خلافت خالی لوگوں کو بھی مل جاتی ہے جن کا باطن کچھ نہ ہو ان کے ہاں یہ ضروری نہیں کہ مرید سلوک کی منزلیں طے کرے۔ باطنی نور سے آراستہ ہو پھر وہ روحانی خلافت کا مستحق ہے حکایت مذکورہ میں اس بے شرع جاہل کا پیر اندر سے بالکل خالی تھا مگر پھر بھی وہ اپنے کامل شیخ کا خلیفہ تھا اور وہ کامل شیخ بھی اتنا کامل تھا کہ اپنے خالی خلیفہ کے خالی مرید کو ایک روپیہ تو نہ دے سکتا تھا مگر ایک بے قصور دکاندار کا تختہ الٹنے کے لیے تیار کھڑا تھا۔

گدھی سے مصروف ہونے کا واقعہ | پیر خلاف شرع کہاں تک جاسکتے ہیں اسے بھی مطالعہ کیجئے :۔

ہمارے پیر و مرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا، دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھیرا دی تاکہ ذرا آرام لے کر اور نماز ظہر پڑھ کر بعد فرد ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں، تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے، ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی کھاپی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی ...... جب ہم سو کر اٹھے تو گاڑی اسی درخت کے تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے فقیر صاحب بھی سوتے ہیں۔ ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے، فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہو لیے...... آخر بہادر گڑھ پہنچے، وہاں ایک مکان میں ٹھیرے فقیر صاحب نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء ہماری روٹی اس مسجد میں لے آنا، جب ہم روٹی لے کر مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں، میں نے منہ پھیر لیا، پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں، بعد فراغت کھانا کھایا[1]...... الخ

ہم حیران ہیں میاں صاحب نے بلا غسل نماز کی نیت کیسے کرلی اور نماز کے معاً بعد کھانا کھانے کیسے بیٹھ گئے. لیکن بریلوی حضرات کو یہاں قطعاً کوئی حیرت نہیں ہوتی. پیران عظام کی کسی حرکت پر انہیں لب کشائی کی اجازت نہیں، ذہن میں یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ تمہارا نفع ونقصان سب انہی کے ہاتھ میں ہے. ذرا بولے نہیں اور تم گئے نہیں. ان حالات میں مریدوں کے لیئے اس سے سوا چارہ نہ تھا کہ میاں صاحب نے گدھی سے فارغ ہو کر جو لنگوٹا اتارا ہے اسے دھونے میں ہی اپنی سعادت سمجھیں. اسی واقعہ میں آگے لکھا ہے :۔

" فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے جاؤ ہمارا لنگوٹ دھلوا لاؤ۔ میں نے کہا حضرت آدھی رات ادھر بھلا اسوقت کون کپڑے دھوتا ہوگا ، فرمایا کہ ذرا تم لیجاؤ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے۔"

---

[1] الانسان فی القرآن ص۲۵۳ تا ۲۵۵ طبع اول، شائع کردہ صاحبزادہ سید باقر علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ۔ دوسرے ایڈیشن میں بریلویوں نے گدھی سے مصروف ہونے والی بات نکال دی ہے۔

ہر وقت مرید کے پاس ہونا

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ پیر ہر وقت مرید کے پاس ہوتا ہے۔ یہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں سمجھتے اپنے پیروں کو بھی ہزار ہا جگہوں پر حاضر ناظر سمجھتے ہیں ظاہر ہے کہ ایک ایک پیر کے ہزاروں مرید ہوتے ہیں جب پیر ہر لحظہ اپنے ہر مرید کے پاس ہوتے ہیں تو وہ ہر وقت ہزار ہا جگہ کیوں حاضر ناظر نہ ہوں گے یہ حضور و نظور صرف دنیوی زندگی تک محدود نہیں یہ اسے بعد وفات بھی اسی طرح تسلیم کرتے ہیں منشی محبوب بخش صاحب جناب میاں محمد خاں صاحب کے آخری لمحات کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

> آپ کے پاس صرف حضرت میاں علی محمد خاں صاحب علیہ الرحمۃ بیٹھے رہے اور آپ پر گریہ طاری تھا حضرت قبلہ قطب زماں نے حضرت میاں علی محمد خاں صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنا چہرہ جھکا دیں تو حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنا چہرہ اپنے مقدس شیخ اور مشفق نانا کے حضور جھکا دیا تو نانا نے اپنے پیارے نواسے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا "گھبراؤ نہیں ہم ہر وقت ہر آن تمہارے ساتھ ہیں" اس کے بعد آخری سانس لیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ [1]

پیر کا قبر میں آنا

"جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے" [2]

بریلوی عوام کو اور کیا چاہیئے بس ضمانت مل گئی کہ انہیں قبر تک میں کسی سوال کا جواب دینا نہ پڑے گا پیر ہی سب کام کرے گا تمہارے ذمہ صرف یہی ہے کہ پیر بناؤ اور نذرانے دیتے جاؤ۔

مرید کی بیوی کے پاس سونا

اسلام کی پاکیزہ تعلیم یہی ہے کہ شیخ مریدوں کی بیویوں کے پاس خلوت اختیار نہ کریں پیر روحانی معالج ہونے

---

[1] شہباز قدس صـ ۱۵ شائع کردہ جامعہ فریدیہ ساہیوال [2] فیوضات فریدیہ صـ ۹

کے باوجود غیر محرم ہے اور اس سے پردہ کرنا لازمی ہے[۱] جب خاوند بیوی خلوت میں ہوں تو اس وقت اللہ کے فرشتے بھی حیاء کے باعث پاس نہیں ٹھہرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ[۲]

ترجمہ: بیشک تمہارے ساتھ وہ افراد بھی ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے مگر قضائے حاجت کے وقت یا جب مرد اپنی بیوی کے پاس جائے۔

مگر بریلوی مذہب میں پیر مرید کی بیوی کے پاس سوتے ہیں ان کے ہاں پیر کبھی مرید سے جدا نہیں ہوتا ہر آن ساتھ رہتا ہے اور پورا نظارہ کرتا ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں

سیدی احمد سلجاسی کی دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے ہوئے دوسری سے ہم بستری کی یہ نہیں چاہیئے عرض کیا حضور وہ اس وقت سوتی تھی۔ فرمایا سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا فرمایا جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا۔ فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے[۳]

مولانا احمد رضا خاں نے جس مکروہ انداز میں اولیاء اللہ کا حاضر و ناظر ہونا بیان کیا ہے ہم اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ حقیقت حال آپ کے سامنے واضح ہے لیکن ہم یہ سوال کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اہل اللہ کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی عظمت اور کمال ہے یا نہیں؟ بریلوی حلقوں میں کوئی شخص اولیاء اللہ کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کو نہ مانے تو اسے الزام

---

[۱] پیر سے پردہ واجب ہے جب کہ محرم نہ ہو" احکام شریعت ص ۱۸۱/۲ [۲] جامع ترمذی جلد ۲ ص ۱۰۳ [۳] ملفوظات حصہ دوم ص ۴۹ خاں صاحب کا یہ بھی جھوٹ ہے حضرت عبدالعزیز دباغ نے یہ ہرگز نہ کہا تھا کہ اس خالی پلنگ پر میں تھا بریلوی علماء یہ بات کہیں سے نہیں دکھا سکتے

دیا جاتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی عظمت و شان کا معتقد نہیں اور ان کے کمال کا اعتراف نہیں کرتا اس صورتِ حال سے پتہ چلتا ہے کہ بریلویوں کے ہاں حاضر و ناظر ہونا اہل اللہ کے روحانی کمالات میں سے ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس طرح کی کھینچا تانی سے خواہ اس کے لیے کتنا گندا اور مکروہ استدلال کیوں نہ کرنا پڑے اولیاء کرام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرتے رہتے ہیں — "کہ پہلی بیوی کے پاس جو پلنگ تھا" اس پر میں تھا۔

خانصاحب نے اولیاء کرام کے نام سے یہ بات خود گھڑی ہے مولانا احمد رضا خاں نے پیروں کو مریدوں کی بیویوں کے پاس سلانے کے لیے یہ واقعہ از خود تصنیف کر لیا۔ دیکھئے ملفوظات ۲ ص ۴۹

ولی عارف زوجین کی خلوت کے وقت بھی سامنے

بریلوی اپنے اس قسم کے نظریات ثابت کرنے کے لیے بزرگانِ دین کو بھی اپنے ساتھ بُری طرح ملوث کرتے ہیں اور لوگ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ بزرگوں نے ایسی باتیں کی بھی ہیں یا یونہی ان کا نام استعمال کیا جا رہا ہے۔ حضرت سید احمد بن رفاعی کے کسی خادم یعقوب کے نام سے ان لوگوں نے ولی عارف کی یہ پہچان لکھی ہے۔

لا تستقر نطفة فی فرج انثیٰ الا ینظر ذالک الرجل الیها ویعلم بها [۱]

ترجمہ: کسی عورت کے اندامِ نہانی میں کوئی نطفہ قرار نہیں پاتا مگر یہ ولی عارف ضرور اسے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اسے جانتا ہے صرف اولیاء کرام ہی نہیں بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام بھی خاوند بیوی کی خلوت کے وقت وہاں موجود ہوتا ہے ان کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی جاتے ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔ [۲]

---

۱ نجم الرحمٰن ص ۵۲ ۲ مقیاس حنفیت ص ۲۸۲

مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تھا ءَ عرستم اللیلۃ (کیا آج رات تم نے ہم بستری کی ؟) افسوس کہ مولوی صاحب کا ذہن اس طرف نہ گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس پر مطلع کیا ہوگا اچھڑی صاحب اپنے ذہن کے مطابق یہی سمجھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم وہاں موقع پر موجود ہوں گے اور سارا نظارہ کر رہے ہونگے (معاذ اللہ) جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

کیا یہ سب ڈرامہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی تعظیم کے لیے سٹیج کیا جاتا ہے ؟ کیا ان لوگوں کے ہاں ان نفوس قدسیہ کی شان بیان کرنی مقصود ہوتی ہے ؟ نہیں کیونکہ وہ برملا یہی عقیدہ کفار و مشرکین میں بھی تسلیم کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ کرشن کنہیا بھی سینکڑوں جگہوں پر حاضر و ناظر تھا اور یہ کہ گدھا علم غیب جانتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ کہ یہ امور ہرگز ہرگز وجہ کمال نہیں۔ ہم بریلویوں کے ضمیر سے (اگر وہ کسی درجے میں بھی زندہ ہے) پوچھتے ہیں کہ جو حقیقت آپ کے اعلیٰ حضرت کفار و مشرکین تک میں تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی شخص ان صفات کو بزرگوں میں تسلیم نہ کرے تو وہ ان بزرگوں کا منکر کیسے ہوگیا۔ ایسے امور اگر واقعی کسی تکریم کا موجب تھے تو آپ نے انہیں کرشن کنہیا[1] اور گدھے[2] تک میں کیسے تسلیم کر لیا اور اگر ان میں تکریم کا کوئی پہلو نہ تھا تو آج ان عنوانات کے سہارے آدمی سے زیادہ امت پر بزرگوں کی شان میں گستاخیوں کا الزام آخر کیوں ہے۔

ولی عارف کی اسی تیز نظر نے بریلویوں کو اس اعتقاد پر مجبور کیا کہ مریدوں کی مستورات پیروں کی باندیاں قرار پائیں اور یہ کہ پیر کی بیعت کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہ رہے۔

مریدوں کی مستورات کو باندیاں سمجھنا

مولانا احمد رضا خاں شریعت کا یہ مسئلہ تو نہ بدل سکے کہ پیر سے پردہ واجب[3] ہے جب کہ محرم نہ ہو لیکن اسے غیر موثر کرنے کے لیے آپ نے ایک اور

---

[1] ملفوظات مولانا احمد رضا خاں صـ [2] ایضاً صـ [3] دیکھئے احکام شریعت ج ۲ صـ ۱۸۱

توجیہہ اختیار کی کہ مریدوں کی مستورات پیروں کے لیے لونڈیوں اور باندیوں کے حکم میں ہیں
اور ظاہر ہے کہ لونڈیوں کے لیے آقا سے پردہ نہیں ہے ۔ ایک سید صاحب مولانا احمد رضا
خاں کے زنان خانے میں گھس گئے اور پھر معذرت کہنے لگے تو مولانا احمد رضا خاں نے
کیا کہا المیزان کے احمد رضا نمبر میں ہے ۔

پہلے تو سید صاحب خفت کے مارے خاموش رہے پھر معذرت کی اور اپنی
لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے مکان ہونے کا کوئی علم نہ تھا اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ حضرت
یہ سب تو آپ کی باندیاں ہیں آپ آقا اور آقا زادے ہیں معذرت کی کیا حاجت
ہے میں خوب سمجھتا ہوں حضرت اطمینان سے تشریف رکھیں [1]

خاوند کی اجازت ضروری نہیں

شیخ اور مریدوں کی بیویوں میں روحانی رابطے کے لیے خاوند کی اجازت ضروری نہیں مولانا
احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :۔

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر
کے مرید ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر بغیر اجازت ہوگئی تو کیا حکم ہے ۔
الجواب :۔ ہو سکتی ہے [2]

جب خاوند کی اجازت ضروری نہیں تو ظاہر ہے کہ پیر صاحب کے پاس آنے جانے
کے لیے بھی خاوند کو بتلانے کی ضرورت نہ ہوگی باندیاں اپنے مالکوں کے پاس بلا روک ٹوک
جب چاہیں یا جب وہ چاہیں آتی جاتی رہیں گی ۔ افسوس پیروں کے بارے میں اس قسم
کی مکروہ خبریں روزانہ اخبارات میں آتی ہیں اس پر لوگ نصیحت نہیں پکڑتے ۔
پیروں کی بالادستی کا عقیدہ ان لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح بٹھایا گیا ہے کہ یہ
سمجھتے ہیں گویا خدا پر بھی انہی کا حکم چلتا ہے اور قضا و قدر سب انہی کے قبضے میں ہیں ۔

[1] المیزان احمد رضا نمبر صفحہ ۳۷ [2] احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۶۴

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا خدا پر رعب

بریلوی مذہب میں خدا صرف حضورؐ ہی کے ماتحت نہیں کہ منشی بنا ساتھ ساتھ قلمدان اٹھائے پھرتا ہے اس ذات جل و علا پر حضرت غوث پاک کا بھی رعب چلتا ہے سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت غوث پاک اپنی مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ :

> ابھی وعظ فرما ہی رہے تھے کہ پانی برسنے لگا ۔ سننے والے کچھ پریشان ہونے لگے ۔ آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے رب سے عرض کیا کہ اے رب العزت میں تو تیرا اور تیرے محبوب کا ذکر سنا رہا ہوں اور تو پانی برسا کر سننے والوں کو پریشان کر رہا ہے ، لکھا ہے کہ آپ کا اتنا فرمانا تھا کہ مسجد کے چاروں طرف شدت کی بارش ہوتی رہی مگر مسجد میں ایک قطرہ پانی کا نہیں آتا تھا [1]

یہ وہ باتیں ہیں جو مریدوں نے اپنے پیروں کے بارے میں تصنیف کر رکھی ہیں لیکن حقیقت کے طالب مریدوں کی عقیدت مندی سے نہیں بزرگوں کی اپنی حق پسندی سے حقیقت کا درس لیتے ہیں حق یہ ہے کہ بریلوی مذہب درست نہیں حضرت پیران پیر کا عقیدہ اور عمل تو بالکل درست تھا ۔

بارش رکنے کے لیے ہی خدا تعالیٰ پر بزرگوں کا رعب نہیں چلتا بریلوی عقیدہ کی رُو سے بارش لانے کے لیے بھی وہ اسی رعب سے بولتے ہیں کہ یا تو خدا بارش بھیج دے ورنہ یہ خدا سے روٹھے کہ روٹھے ۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک بزرگ مجذوب کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے ایک ہی دبدبے سے بارش نیچے اتار لی ۔

حضرت سید موسےٰ سہاگ کا خُدا پر رُعب

"احمد آباد میں مزار شریف ہے زیارت سے مشرف

---

[1] سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی صہ۱۳۲

ہوا ہوں زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ واکابر جمع ہوکر حضرت کے پاس دُعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دُعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی التجا وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیاں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھاکر فرمایا مینہہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اڈیں اور جل تھل بھر دیئے" [۱]

حضرات بزرگان دین کا اعتقاد ایسا ہرگز نہ تھا وہ اللہ تعالےٰ کے علم و قدرت اور اسکی ساری صفات میں اس کے وحدہ لاشریک ہونے کے قائل تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدۂ توحید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ:

اللہ والوں کو خوب معلوم ہے کہ مخلوق عاجز و کالعدم ہے ان کے ہاتھ میں ہلاکت ہے نہ سلطنت ان کے قبضے میں دولتمندی ہے نہ مفلسی نہ نفع ان کے نزدیک خدائے بزرگ و برتر کے سوا نہ کوئی بادشاہ ہے نہ صاحب اختیار اس کے سوا دینے لینے والا کوئی نہیں فائدہ نقصان بھی کوئی نہیں پہنچا سکتا اس کے سوا نہ کوئی زندہ کرتا ہے نہ مارتا ہے [۲]

جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہیں نکل سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے بادشاہوں سے حاکموں سے، دنیا داروں سے امیروں سے اور دکھ درد میں طبیبوں سے جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا تو اپنے پروردگار کی طرف گریہ وزاری اور حمد و ثنا سے رجوع کرتا ہے اور ہمیشہ دعا اور حاجتمندی کا اظہار کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالےٰ اسے دُعا سے بھی تھکا دیتے ہیں اور اس کی دُعا قبول نہیں کرتے یہاں تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری تقدیر جاری

---

[۱] ملفوظات حصہ دوم ص۸۳ [۲] الفتح الربانی مجلس ۶۱ ص۲۹۵

ہوتی ہے اور وہ روح خالص بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین موحد بنتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی اور برائی نفع اور نقصان بخش اور محرومی کشائش اور بندش موت اور زندگی عزت اور ذلت دولتمندی اور غریبی ہے[1]

آپ یہ بھی لکھتے ہیں :۔

جو شخص مخلوق سے خواہ وہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع و نقصان کی اُمید رکھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص بادشاہ سے نہ ڈرے اور اس بندے سے ڈرے جو خود دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔[2]

پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں :۔

زندگی اور موت خوشی اور غم سب کچھ نبیوں اور ولیوں کو بھی اسی کی طرف سے آتا ہے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے ۔[3]

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تو اس طرح حق کی بات کہتے رہے لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت میں اس طرح شریک کر لیا کہ العیاذ باللہ ان کا اولیاء کرام کی تعظیم کرنا محض اسی درجہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا سکیں انہیں اس کے کارخانہ قدرت میں مختار کل سمجھیں لیکن جہاں تک ان کے اپنے احترام اور تکریم کا تعلق ہے یہ ان کی شان میں بھی بہت گستاخ واقع ہوئے ہیں اس گستاخی کی وجہ گو جہالت ہو لیکن یہ گستاخی ضرور ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خاں صاحب حضرت پیران پیر کو کس ڈھٹائی سے اصیل مُرغ کہتے ہیں اور اس میں ذرا نہیں جھجکتے۔

---

[1] فتوح الغیب مقالہ ۳ صفحہ ۱۰ [2] ایضاً مقالہ ۷ صفحہ ۱ [3] ایضاً صفحہ

مرغ سب بولتے ہیں بول کے چپ رہتے ہیں　　ہاں اصیل ایک نوا سنج رہے گا تیرا[1]

چمن ولایت میں سب مرغان چمن اپنے اپنے وقت میں بول کر چپ ہو گئے لیکن آپ ایک ایسا اصیل مرغ ہیں جو چمنستان ولایت میں ہمیشہ نغمہ سرا ہوتا گا۔ گاتا رہے گا تیرا اصیل میں اضافت الی النفس مراد ہے جیسے میری شخصیت۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو ایک جانور سے تشبیہہ دینا معلوم نہیں اس میں آپ کی کونسی منقبت ہے یہاں بریلویوں نے آپ کو اصیل مرغ کہا ہے اور کبھی یہ لوگ آپ کا نام سفید باز رکھتے ہیں خدا جانے وہ اس گستاخی کی کیا تاویل کرتے ہوں گے پھر دیکھئے کس طرح وہ آپ کو ہندوانہ القابات سے نوازتے ہیں۔

رس کھاوت ہوں من ہی من میں کیا مکھ لے جاؤں سکھین میں
پت رکھ لے میری مہاراجہ یا عبدالقادر جیلانی[2]

سرکار بغداد نہ کبھی ہندوستان آئے نہ کبھی ہندو رہے تھے مولانا احمد رضا خاں نے کس ہوشیاری سے آپ کو مہاراجہ ٹھہرایا ہے۔ ہندوؤں کے ہاں برہمنوں سے رس کھانا اسی طرح مقدس سمجھا جاتا تھا جس طرح عیسائی گرجاؤں میں پانی مسیح کے خون کے تصور میں پیتے ہیں حضرت پیران پیر کیا (معاذاللہ) برہمن تھے کہ مولانا احمد رضا خاں ان سے "رس کھاوت ہوں" کی گذارش کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے درشن

مسلمان بزرگوں سے ملنے کو زیارت کہتے ہیں ہندو اپنے نیتاؤں کے درشن کرتے ہیں۔ سدھرشن کے درشن ہوتے تھے اور دیوتاؤں اور نیتاؤں کی یاد میں برہا گیت گایا جاتا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں معلوم نہیں ہندوانہ ادا میں حضرت شیخ کی یاد میں برہا گیت کیوں گانے لگے۔

درشن کو ترسے نیناں ترست　　میں لاج کی ماری کاسے کہوں
میں برہا کی ماری یہ بپتا　　یا عبدالقادر جیلانی[3]

---

[1] حدائق بخشش حصہ اول صلا　[2] حدائق بخشش حصہ سوم صنے　[3] ایضاً

ہندو محبوب کو پیتم کہتے تھے اور برہمن کتھا باچا کرتے تھے۔ مقدس کتابوں کا وعظ کہنا ان کے ہاں کتھا کہلاتا تھا۔ دیکھیے مولانا احمد رضا خاں کسطرح ہندوؤں کے رنگ میں کتھا باچتے ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم میں ہے۔

نیناں ترست ہیں درشن کو ۔۔۔ میرے دکھ کی کتھا پیتم سن لو

اب دور کرو میری بپتا ۔۔۔ یا عبد القادر جیلانی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت کو ان کے درشن کہنا اور اپنی مصیبت میں ان کے نام کی دہائی دینا ہندو عقائد کی اندرونی کیفیت کا پتہ دیتا ہے۔ اس پر بریلویت کی پوری تحریک کو قیاس کرلیں۔

حضرت خواجہ شیخ معین الدین اجمیری کی شان میں گستاخی

برصغیر پاک و ہند میں شجر اسلام کا باقاعدہ پھیلاؤ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے وقت سے ہوا اس سے پہلے کہیں کہیں خال خال اسلام کے آثار تھے پاک و ہند کے مسلمان ابھی تک حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیریؒ کو اپنا پیش رو اور محسن عظیم سمجھتے ہیں۔ حضرت کی خدمات اسلام اور فیض روحانیت سے مسلم حکمرانوں کے حملے کو کیا نسبت۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب سے سوال کیا گیا

> عرض :۔ حضور ہندوستان میں اسلام حضرت خواجہ غریب نواز کے وقت سے پھیلا۔
> ارشاد :۔ حضرت سے کئی سو برس پہلے اسلام آگیا تھا۔ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے سترہ حملے ہندوستان پر کئے۔ ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول صفحہ ۳۲

جواب ملاحظہ فرمائیے مولانا احمد رضا خاں نے حضرت کے اتنے عظیم کردار کا کیسے یہاں سائل اسلام کے آنے کا نہیں پھیلنے کا پوچھ رہا ہے مگر اعلیٰ حضرت سوال بڑی حکمت سے کاٹ رہے ہیں اور حضرت اجمیریؒ کی خدمات عظیمہ کو سلطان محمود غزنوی کے حملوں کے ساتھ ملا رہے ہیں روحانی دنیا کے سلطان الہند کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا یہ رویہ اتنا ہی

قابل افسوس ہے جتنا حضرت پیران پیر کو اصیل مرغ سے تشبیہہ دینا باعث افسوس تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا اور سلطان محمود غزنویؒ کو ان پر مقدم کرنا محض اس لیے ہے کہ حضرت اجمیریؒ خان نہ تھے اور سلطان محمود غزنویؒ افغان تھے مولانا احمد رضا خان بھی افغانوں کے قبیلہ بڑہیچ سے تعلق رکھتے تھے افغان ہونے کی عصبیت کارفرما تھی جو خان صاحب بریلوی حضرت اجمیریؒ کی اسلامی خدمات کو نظر انداز کر رہے ہیں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہے کہ جہاں تک اولیاء کرام کی اپنی شان اور خدمات کا تعلق ہے اس سے بریلویوں کو کوئی دلچسپی نہیں یہ لوگ ان نفوس قدسیہ سے صرف اسی حد تک دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں خدا کی صفات میں حصہ دار کر سکیں۔

اعلیٰ حضرت کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے کئی سو برس پہلے اسلام ہندوستان میں آ گیا تھا غلط ہے مولانا احمد رضا خان کا تاریخی مطالعہ بہت کمزور تھا سلطان محمود غزنویؒ آپ سے کئی سو برس پہلے نہیں صرف دو سو برس پہلے آئے تھے۔

حضرت شیخ سرہندی کی شان میں گستاخی

مولانا احمد رضا خان قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؓ نقشبندی سلسلہ کے پیشوائے طریقت تھے مولانا احمد رضا خان ان کی عظمت شان کے معتقد نہ تھے اس لیے آپ انہیں جہاں بھی ذکر کرتے ہیں اس میں ان کی جبلی عصبیت کارفرما دکھائی دیتی ہے مولانا احمد رضا خان انہیں مسلمانوں کے عمومی پیشوا اور بزرگ کے طور پر نہیں صرف خاندانِ دہلی کے پیشوا کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔

خاندانِ دہلی کے آقائے نعمت

مولانا احمد رضا خان ان کیلئے محض اتفاقی طور پہ یہ لقب ذکر نہیں کرتے اس کا بار بار تکرار کرتے ہیں

مولانا احمد رضا اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ صلا میں یوں ذکر کرتے ہیں۔ "تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت" پھر الیا قوۃ الواسطہ صنا پر کہتے ہیں۔ "تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت"

اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے ۔ نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ بغض کیوں ہے ؟ اس لیے کہ حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانی سُنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے سو مولانا احمد رضا انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے ۔

حالتِ سکر میں غلطیاں

مولانا احمد رضا خان صاحب حضرت مجدّد الف ثانیؒ پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں :

> کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کئے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں ۔ ناواقفی یا سکر ۔ سکر تو یہی ہے ۔ ملفوظات حصہ ۳ صفحہ

سب مسلمانوں کے مسلّم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیر و مرشد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالنے والے اور ان پر طنز کرنیوالے اعلٰحضرت کے اپنے عقائد آپ دیکھ چکے ہیں ۔

ان تفصیلات سے جہاں یہ بات نکلتی ہے کہ بریلوی مذہب والے صحابہ کرام امہات المومنین اور حضرات اولیاء کرامؒ کے خلاف بہت بے ادب اور گستاخ واقع ہوئے ہیں وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں بریلوی عوام قصوروار نہیں ان کے سامنے حضرات صحابہ اہل بیت کا نام لیا جاتے تو وہ ہرگز کسی بے ادبی کے مرتکب نہ ہونگے ۔ یہ قصور صرف انکے علماء کا ہے کہ علمائے حق کے بغض کی خاطر وہ ان اکابر کے خلاف بھی ہر قسم کی گستاخیاں کرتے چلے جاتے ہیں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کا یہ زہر ہلاہل نہایت غیرشعوری انداز میں اپنے مریدوں کے بدن میں پیوست کر رہے ہیں ۔

تصویر کا دُوسرا رُخ

ان تحریرات سے جہاں یہ بات واضح ہے کہ بریلوی مذہب کے لوگ اولیاء کرام کی شان میں سخت بے ادب اور گستاخ

واقع ہوئے ہیں وہاں ہم تصویر کے دوسرے رُخ کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے کہ جہاں ان کا بس چلے یہ اپنے پیروں کو خود اس مقام میں لانے سے بھی نہیں چوکتے جو انہوں نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کر رکھا ہے مثلاً ان کا عقیدہ ہے کہ جب میت سے سوال ہوتا ماذا تقول فی ھذا الرجل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں تشریف سے جاتے ہیں[1] پھر یہی مقام وہ اپنے پیروں کے لیے اس ڈھٹائی سے ثابت کرتے ہیں۔

جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے۔[2]

اس قسم کی تصریحات میں ان کا مقصد بزرگوں کی مدح و تعریف نہیں ہوتا مقامِ رسالت جو انہوں نے پہلے سے لوگوں کے ذہنوں میں بٹھایا ہوا ہوتا ہے اس کی برابری بلکہ بسا اوقات تنقیص پیش نظر ہوتی ہے۔ وہ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضورؐ ہی قبر میں نہیں آتے پیر صاحب بھی آتے ہیں۔ حضورؐ سوال کی مشکل میں ڈالتے ہیں اور پیر صاحب اس مشکل سے نکالتے ہیں (معاذ اللہ)

افسوس کہ یہ حضرات توہینِ باری تعالیٰ میں یہ چال چلے کہ اسے بشری لباس میں اتارا۔ اور توہینِ رسالت میں یہاں تک گر گئے کہ اپنے پیروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر بنایا بلکہ آپ سے بڑھایا جو عقیدت ایک امتی کو اپنے پیغمبر سے ہونی چاہئے اس سے کہیں زیادہ یہ اپنے پیروں پر قربان ہوتے ہیں اور جو احساس بندہ صرف اپنے مولیٰ کے بارے میں محسوس کر سکتا ہے اسے یہ لوگ اپنے پیروں پر منطبق کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا احمد رضا خاں اس کے قائل نہ تھے وہ فرماتے ہیں وجہ معلوم سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضۂ مقدسہ سے پردہ اٹھایا جاتا ہے شریعت نے کچھ تفصیل نہیں بتائی۔ ملفوظات حصہ چہارم صہ ۶۹ [2] فیوضات فریدیہ۔ صہ ۶۰

مقامِ حرمین

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بریلوی عقائد کی زد میں

حرمین شریفین

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ء اللہ خیر اما یشرکون اما بعد

پیشتر اس کے کہ ہم بیت اللہ شریف اور حرم شریف نبوی کے بارے میں بریلوی تحریرات کا جائزہ لیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی سلامی اہمیت پر کچھ مختصر گذارش کی جائے ۔ واللہ ولی التوفیق

مکہ اور مدینہ مرکز سلام ہیں

شخصیات میں جہاں انبیاء کرام اور صحابہ کرام شموع اسلام اور نجوم ظلام ہیں ۔ مکانیات میں ارض حرم مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مراکز اسلام ہیں ہدایت جس طرح ان شخصیات کریمہ اور نفوس قدسیہ کے گرد گھومتی ہے تجلیات ربانیہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر دن رات برستی ہیں ہر وقت ہزاروں انسان تجلی کعبہ کے گرد مصروف طواف پائے جاتے ہیں اور ہزاروں فرشتے اور انسان ہر آن روضہ منورہ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں یہی خطہ زمین وہ ارض اسلام ہے جہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اور وہاں سلام کے سوا کسی اور دین کا داخلہ جائز نہیں ۔

حقیقت کعبہ اور اس کا مقام

کعبہ اس چار دیواری اور اس کے پتھروں کا نام نہیں حقیقت کعبہ اس سے مختلف ہے اس پاک زمین اور خاموش عمارت پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہر وقت جلوہ ریز رہتی ہے اور کعبہ مشرفہ

اپنی سطح سے لے کر بیت المعمور تک کعبہ ہے کعبہ اس ظاہری عمارت کی چھت تک محدود نہیں مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اسی طرف رُخ کرتے ہیں تو نماز ادا ہوتی ہے وہ ان پتھروں اور عمارت کو سجدہ نہیں کر رہے ہوتے ان کی مسجود لہٗ خدا کی ذات ہوتی ہے ۔ یہ اللہ رب العزت کی تجلی ہے جس سے کعبہ ممتاز ہے اور دنیا کا قیام ہے ۔ تجلیات کعبہ کی لہریں دیکھنی ہوں تو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب قبلہ نما کا مطالعہ فرمائیں اور پھر طواف کعبہ کی سعادت حاصل کریں حقیقت کعبہ انشاء اللہ خود منکشف العزیز ہوتی ملے گی ۔ رب العزت ہمیں حقیقت کعبہ کو سمجھنے اور اس کی تجلیات سے زیادہ سے زیادہ بہرہ ور ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ان دنوں کعبہ شریف کی اسی روحانی سطوت اور مدینہ شریف کی اسی مرکزی رفعت کے خلاف ایک اندھی آندھی چل رہی ہے ۔ ابلیسی روحیں عازمینِ حج اور زائرین روضہ کو اس پاک خطہ زمین میں داخل ہونے سے پہلے پکارتی ہیں کہ مکہ و مدینہ میں نماز کے امام سب کافر ہیں وہاں جا کر باجماعت نماز نہ پڑھو عقیدہ رکھو کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہو آل سعود سب وہابی اور کافر ہیں جو لوگ ان کی باتوں میں آجاتے ہیں وہ ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے اور اتنی طویل مسافت طے کرنے کے بعد بھی وہاں کی باجماعت نمازوں اور مسجد حرام کی نماز جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں ان محرومان قسمت پر آنسو تو بہائے جا سکتے ہیں لیکن انہیں دوسرے مسلمانوں کی صف میں دیکھا نہیں جا سکتا صفت اسلامی میں اتحادِ اسلامی کا نقشہ انہی کو نصیب ہوتا ہے جو قضا و قدر کے فیصلے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت بننے کے لیے قبول ہو چکے ہوں ۔

اس مختصر تحریر میں انہی لوگوں کو راہ دکھانے کی ایک تدبیر اختیار کی گئی ہے ۔

واللہ ولی التوفیق　　　　(مؤلف)

مقامِ حرمین

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام
علے سید المرسلین وعلے الہ الطیبین واصحابہ اجمعین امابعد

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اسلامی عظمت اور مرکزیت مسلمانوں میں ہمیشہ
ہر شبہ سے بالا رہی ہے وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن دھریں اور
ان کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصور کریں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا وہاں جب سے
حق آیا اور باطل نکلا ہے حق کا ابدی غلبہ ہے وہاں باطل اب کبھی عود نہ کرے گا۔
قرآن کریم میں ہے۔

قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب ہ قل جاء الحق وما
یبدئ الباطل وما یعید [1]

ترجمہ: آپ کہہ دیں بیشک میرا رب حق کو برسا رہا ہے وہ جانتا ہے چھپی چیزیں
آپ کہہ دیں حق آیا اور نہ ظہور کرے گا باطل اور نہ کبھی عود کرے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں نے حرمین کے چشمہ زلال میں جس گستاخی سے پتھر
پھینکے ہیں وہ مسلمانوں کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے ایسی حماقت اور ایسا ظلم کبھی
کسی نے دیکھا یا سنا نہ ہوگا کہ کوئی قوم اپنے ہی مرکز کے گرد اس دیدہ دلیری سے اتنے
کانٹے بچھائے کہ اس راہ میں پھر چلنا ہی دو بھر ہو جائے۔ یہ برطانوی استبداد کا کڑوا
پھل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب مکہ و مدینہ کی ان گستاخیوں سے ترتیب پا گیا

---

[1] پ ۲۲ السباء ع ۹

اپنے منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں دام کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا،

اسلام کی عالمگیر دعوت اسلام ایک عالمگیر دین ہے اور اس کی دعوت ہر خطہ ارضی اور ہر دور زمانہ کو شامل ہے اسلام میں جبر نہیں کفر بھی اسلام کے تحت امن سے زندگی گزار سکتا ہے اور اسلام میں اقلیتوں کے باقاعدہ حقوق ہیں

ارض حجاز کی شرعی حیثیت ہاں ایک خطہ پاک ایسا ہے جہاں صرف اسلام ہی رہ سکتا ہے وہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا تجتمع دینان فی جزیرۃ العرب [1]

ترجمہ: جزیرہ عرب میں دو دین جمع نہ ہو سکیں گے (یعنی یہ صرف ارض اسلام ہے یہاں کفر نہ ٹھہر سکے گا)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں:

ان مکہ و المدینۃ وما حولھما من جزیرۃ العرب و قد بلغنا عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ لا یبقی دینان فی جزیرۃ العرب [2]

ترجمہ: بیشک مکہ اور مدینہ اور ان کے اردگرد کی زمین جزیرہ عرب ہے اور بیشک ہمیں نبی کریمؐ کی یہ بات پہنچ چکی ہے کہ جزیرہ میں دو دین نہیں رہ سکتے۔

حرمین پر ابدی قبضہ اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اعلان فرمایا تھا کہ اب اس کے بعد اس زمین کی پھر وہی حرمت ہے جو پہلے تھی اب قیامت تک اس میں کسی کو قتال کی اجازت نہیں ہو گی نہ اب

---

[1] موطا امام مالکؒ صفحہ ۳۶۰ [2] موطا امام محمدؒ صفحہ ۲۸۳

مکہ سے آئندہ کبھی ہجرت ہو سکے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں گویا یہ پیش گوئی بھی فرما دی تھی کہ سرزمین کعبہ اب قیامت تک کے لیے مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ یہاں کفار کا قبضہ کبھی نہ ہو سکے گا آئندہ کبھی ایسا ہونا ممکن ہوتا تو پھر اس کے جواب میں جہاد و قتال یا کم از کم وہاں سے ہجرت کی تو اجازت ہوتی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہاں کفر کے قبضے کا امکان تو رہے لیکن اس کے ازالہ کے سارے سامان ہمیشہ کے لیے روک دیئے جائیں نہ وہاں قتال ہو سکے اور نہ وہاں سے ہجرت ہو سکے۔ کچھ تو غور کیجئے۔

حرمین شریفین دنیا کے آخری دنوں میں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ دنیا کے آخری دنوں میں بھی مدینہ منورہ ہی مرکز اسلام ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ایمان ہر طرف سے سمٹ کر انجام کار اسی مرکز پر آجائے گا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا [1]

بے شک (آخری دنوں میں) ایمان مدینہ کی طرف پناہ لے گا جیسے سانپ اپنے بل کی طرف لوٹتا ہے۔ (تقدیس الحرمین ص۱۱)

مدینہ منورہ کا روحانی جذب

حرمین شریفین کی پاک سرزمین پر ہزاروں اولیاء کرام کھچے چلے آئے اور ایسے عاشقوں کی بھی کمی نہیں رہی جنہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مرنا اپنی بڑی سعادت جانا ہے۔

اکابر دیوبند میں بہت ۔ ایسے حضرات گذرے جنہوں نے زندگی کے آخری ایام مکہ مدینہ اور مدینہ منورہ میں محض اس لیے گزارے کہ یہاں کی پاک مٹی انہیں قبول کرلے۔ یہ حرمین شریفین کا وہ روحانی جذب ہے جو صادقین اور کاذبین میں امتیاز قائم کرتا ہے

[1] صحیح مسلم جلد ۱ ص۸۳، صحیح بخاری ج ص ۔ (رواہ احمد ایضاً کما فی الجامع الصغیر ص۱۳۳)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قادری لاہوری نے بجا فرمایا تھا کہ جنازے ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلے کریں گے۔

اکابر دیوبند جنہیں زندگی کے آخری دنوں میں عشق خاک مدینہ حرمین شریفین کھینچ لائی اور انہوں نے یہاں کی سرزمین میں دفن ہونا اپنی بڑی سعادت جانا۔ ان کی ایک مختصر سی فہرست ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ۔ (۲) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی۔ (۳) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی۔ (۴) حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی۔ (۵) حضرت مولانا خیر محمد (ٹھل حمزہ) مہاجر مدنی۔ (۶) حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مہتمم اشرف العلوم گوجرانوالہ (۷) حضرت مولانا حبیب اللہ بن حضرت مولانا احمد علی لاہوری۔ (۸) حضرت مولانا محمد شریف صاحب مہتمم خیر المدارس ملتان۔ (۹) استاذ القرا حضرت قاری فتح محمد صاحب۔ (۱۰) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوری۔

ایک طرف ان عاشقوں کے روحانی جذب وکیف کا اندازہ کریں جو عشق رسالت میں ہجوم در ہجوم یہاں کھچے چلے آئے اور دوسری طرف ان مخالفوں کا بھی جائزہ لیں جو حرمین شریفین کی طرف ہجرت کرنا تو درکنار خود حرمین شریفین سے ہجرت کرنے کو جائز قرار دے رہے تھے اور یہاں آنے والوں کو خفیہ خفیہ نصیحتیں کرتے بارہا پکڑے گئے کہ مکہ مدینہ کے اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ وہاں نجدی سب کافر ہیں اور مکہ مدینہ اس وقت کافروں کے قبضہ میں ہے۔ اعاذ نا اللہ من ھٰذہ الخرافات۔

قاضی عیاضؒ (۵۴۴) لکھتے ہیں۔

ان الایمان اولا واخرا بھذہ	ایمان اول و آخر اسی صفت سے چلا آرہا ہے۔
الصفۃ لانہ فی اول الاسلام	ابتدائے اسلام میں ہر شخص جس کا ایمان خالص اور

كان كل من خلص ايمانه وصح اسلامه اتى المدينة اما مهاجرا مستوطنا و اما متشوقا الى رؤية رسول الله صلے الله عليه وسلم ومتعلماً منه و متقربا ثم بعده و هكذا فى زمن الخلفاء كذالك ولاخذ سيرة العدل منهم والاقتداء بجمهور الصحابة رضى الله عنهم ثم من بعدهم من العلماء الذين كانوا سرج الوقت وائمة الهدى لاخذ السنن المنتشرة بها عنهم فكان كل ثابت الايمان منشرح الصدر به يرحل اليها ثم بعد ذالك فى كل وقت الى زماننا لزيارة قبر النبى صلے الله عليه وسلم والتبرک بمشاهدة آثاره وآثار الصحابة الكرام فلا ياتيها الا مومن[1]

اسلام صحیح ہوا تو وہ مدینہ ہجرت کر کے اسے وطن بنانے کے لیے آتا یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق دیدار کیلئے اور آپ سے پڑھنے کے لیے اور آپ کا قرب حاصل کرنے کیلئے یہاں چلا آتا آپ کے بعد بھی وہاں خلفاء کے زمانے میں یہی طریقہ چلا آیا اور تاکہ لوگ ان سے عدل کی سیرۃ پائیں اور جمہور صحابہؓ کی انہیں وہاں اقتدار نصیب ہو صحابہ کے بعد یہ وابستگی ان علمائے حق سے ہوئی جو وقت کے روشن چراغ اور ہدایت کے امام تھے تاکہ ان سے وہاں پھیلی ہوئی سنتیں حاصل کریں سو ہر پختہ ایمان اور شرح صدر والا شخص وہاں جاتا رہا پھر اس کے بعد سے ہمارے زمانے تک ہر دور میں ایسا ہی رہا۔ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کیلئے اور وہاں آپ اور آپ کے صحابہ کرامؓ کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے آتے رہے ہیں سو وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا

جب وہاں مومن کے سوا کوئی نہیں جا سکتا، نہ وہاں کی پاک زمین کافر کو اپنی طرف کھینچتی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مکہ و مدینہ پر پھر سے کافروں کا قبضہ ہو جائے۔

---

[1] نووی شرح مسلم جلد ۱ صہ ۸۳

اب آپ ہی سوچیں اہل مدینہ کی حرم کی نمازیں غلط بتلانا اور اپنے لوگوں کو وہاں کی با جماعت نمازوں سے محروم رکھنا اور وہابیوں کو کافر بتلانا اس سے بڑھ کر مدینہ والوں سے کیا زیادتی ہوگی۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اراد اھل ھذہ البلدۃ	جو شخص مدینہ کے رہنے والوں سے کسی قسم
بسوء یعنی ـــــ المدینۃ	کی برائی کا ارادہ کرے گا ایسے پگھل جائیگا
اذابه اللّٰہ کما یذوب الملح[1]	جیسے نمک پگھل جاتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہاں کے امام وہاں کے مسلمانوں کی نمازیں ضائع کررہے ہیں اور اس پر اتنی طویل مدت گزر چکی ہے تو آسمان کیوں نہیں پھٹ جاتے اور زمین کیوں شق نہیں ہوجاتی ۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف دجال اکبر سے ہی خاص نہیں کہ وہاں وہ قابض نہ ہوسکے گا داخل ہونا چاہے گا تو نمک کی طرح پگھل جانے لگے گا بلکہ جو شخص بھی اہل مدینہ کی بدخواہی کریگا اللہ تعالےٰ اسے ناکام کرکے رکھ دیں گے اس سے زیادہ اہل مدینہ کی برائی کیا ہوگی کہ ان کی سالہا سال سے نمازیں برباد ہورہی ہوں اور سالہا سال سے لوگ حرم مکہ اور حرم مدینہ دونوں کے اسلامی جمعوں سے محروم ہوں پس یہ بات ہرگز باور کرنے کے لائق نہیں کہ وہاں وہابی قابض ہیں اور یہ کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ عرصہ ساٹھ ستر سال سے کفار کے قبضے میں چلے آرہے ہیں ۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور اس کا خلاف نہیں ہوسکتا

لا یدخل المدینۃ رعب المسیح	مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوسکے
(الدجال) لھا یومئذ سبعۃ	گا اس دن مدینہ کے سات دروازے ہونگے
ابواب علی کل باب ملکان[2]	ہر دروازے پہ دو فرشتے پہرہ دے رہے ہونگے۔

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۴۵ — [2] صحیح بخاری جلد ۹ صفحہ ۷۵

اس روایت میں یہ بھی فرمایا ۔

یاتی المسیح من قبل المشرق	مشرق سے دجال آئے گا اس کا قصد مدینہ
همته المدینة حتی ینزل دبر	کی طرف ہوگا احد کی پشت پر اترے گا پھر
احد ثم تصرف الملائکة وجهه	فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے
قبل الشام و هنالک یهلک ؎	اور وہ وہیں ہلاک ہوگا ۔

اس سے واضح ہوا کہ وہ مدینہ طیبہ نہ جا سکے گا، باوجود قصد کے اس کا وہاں داخلہ نہ ہوگا۔ آسمانی قوتیں قہرانہ ہاتھوں سے اسے روکیں گے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ وہاں آپ کی مسجدیں کس طرح کافر قبضہ پا سکتے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لئے یہ سننا کتنا دشوار ہے کہ مکہ اور مدینہ پر کافروں کا قبضہ ہے اور ان کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ۔

شیخوپورہ کے جناب فاروق رضوی نے ۲۴ فروری ۷۶ء کو اپنے علماء سے ایک استفتاء کیا تھا۔ لائلپور کے مولانا ابو الخلیل صاحب نے دار الافتاء جامعہ رضویہ سے اس کا جواب تحریر کیا۔ ہمارے پاس اس فتویٰ کی فوٹو کاپی موجود ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں :-

فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والا صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان سرزمین عرب میں ان لوگوں کی اقتدا میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ کیونکہ وہاں سے آنے والوں کا کہنا یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو امام ہیں وہ کٹر قسم کے وہابی ہیں۔ وہاں کیا صورت اختیار کی جائے۔ ——— بینوا توجروا

السائل سکیے از عندلیبان چمن رضویہ فاروق شیخوپوری ۲۴؍۲

الجواب

جو ان کے پیشواؤں پر فتوے ہے وہی ان کے ماننے والوں پر فتوے ہے۔ جب ان کے پاس ایمان ہی نہیں تو ایسے امام کی اپنی خود نماز نہیں ہوتی تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیسے ہوگی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ ادا نہ ہوگا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ باقی رہتا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ علیہما نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز فرماتے تھے۔ بلکہ حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طیبین میں اپنی نماز علیحدہ پڑھتے رہے[1]۔ نجدی امام کے پیچھے بالکل نہیں پڑھی جس واقعہ کا عوام کو علم ہے[2]۔ اہلسنت حجاج کرام کسی اہل سنت کے پیچھے نمازیں پڑھیں ورنہ تنہا پڑھیں۔ اکثر اہل سنت مولوی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ اُن کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں[3]۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابوالخلیل غفرلہٗ خادم الافتاء جامعہ رضویہ لائلپور[4]

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اور کوئی اہلسنت ان دونوں مولانا کے ساتھ نہ ہوتا تھا سب امام حرم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے صرف مولانا اپنی نماز علیحدہ پڑھتے تھے۔ [2] مولانا سردار احمد لائلپوری وہاں پکڑے گئے تھے یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ [3] نماز جمعہ تو اسی طرح چوری چھپے نہیں پڑھی جا سکتی کس قدر بدبختی ہے کہ انسان حرم شریف پہنچ کر بھی جمعہ کی نماز سے بے نصیب واپس لوٹے۔ [4] مولانا ابوالخلیل نے دستخط فرماتے ہوئے لائلپور لکھا ہے فیصل آباد نہیں لکھا۔ شاہ فیصل عربی کے نام سے ان کا شہر موسوم ہو یہ انہیں پسند نہیں ہے۔ لارڈ لائل جن کے نام پر لائل پور آباد ہوا تھا وہ اُن کے خیال میں شاید حنفی ہوں گے اس لیے لائلپور لکھا فیصل آباد نہیں لکھا۔

حرمین کے بارے میں بریلوی مذہب

بریلوی مذہب کے لوگ حرمین شریفین کے آئمہ کرام اور وہاں کی حکومت کو مسلمان نہیں سمجھتے انہیں وہابی کہتے ہیں اور وہابیوں کو مرتد یقین[1] کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بریلوی لوگ وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے حرمین شریفین جاکر بھی وہاں کی نماز باجماعت[2] سے محروم رہتے ہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتاب احکام شریعت میں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ آئیگا ایسی نیت اسکی درست ہوگی یا نہیں

جواب ـــــــــ زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں[3]

یاد رہے اس وقت حرمین شریفین میں شریف مکہ کا اقتدار تھا جنہیں خاں صاحب بریلوی کافر نہ کہتے تھے کیونکہ شریف ترکوں کے مخالف تھے مگر خانصاحب (س) امکان کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ ہو سکتا ہے اب بریلوی وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے انہیں کافر سمجھتے ہیں مولانا احمد رضا خاں کا فتوے ہے کہ وہابی کافر اور مرتد ہیں اس فتوے کی رُو سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان دنوں مکہ اور مدینہ کفار کے قبضے میں ہیں (معاذ اللہ)۔ بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں۔

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتدار نہیں کی۔ وہاں کے بریلوی احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز گزارتے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتدار ہمارے علمار کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔[4]

---

[1] ملفوظات حصہ اول صفحہ ۱۰۸ احکام شریعت صفحہ ۱۲۲ [2] مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں "اصل ثواب جماعت اولیٰ میں ہے" احکام شریعت ۲ صفحہ ۱۲۲ [3] احکام شریعت ۲ صفحہ ۱۲۸ [4] مقیاس حنفیت حصہ اول صفحہ ۱۱

مولانا احمد رضاخاں کی ایک پیشگوئی

حرمین شریفین پر کافروں کے قبضے کا اعلان تو ایک طرف رہا مولانا احمد رضاخاں اپنے پیروؤں کو تو یہ بھی بتا گئے کہ آئندہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی دنیا میں کہیں حکومت نہ رہے گی مولانا احمد رضاخان نے بتایا "شاید ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے[۱]

خدا کرے مولانا احمد رضاخاں کی یہ تمنا اور آرزو کبھی پوری نہ ہو اور حرمین شریفین ہمیشہ اسلام کی حفاظت میں رہیں۔ اس پس منظر میں آپ کعبہ شریف اور حرم نبوی کے بارے میں بریلویوں سے کیا کسی ادب و احترام کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آئیے اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے ہاں مکہ اور مدینہ کی عظمت و رفعت کا عقیدہ کس حد تک پامال ہے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں

بریلوی کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں۔

بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل۔ اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت سے رخصت ہو رہا ہے۔[۲]

حقیقت کعبہ کے بارے میں بریلوی عقیدہ

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی کعبہ پر جلوہ ریز ہے اس کا درجہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبے سے کم ہے رب العزت کی تجلی اس کی صفت کی جلوہ ریزی ہے اسے مخلوق نہیں کہا جا سکتا نہ اس کے درجے کو گھٹایا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو بالاتفاق مخلوق ہیں ممکن اور حادث ہیں گو مرتبہ میں تمام مخلوقات سے افضل و اکمل اور ارفع و اعلیٰ ہیں۔

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی کعبہ پر ہر وقت جلوہ ریز ہے وہ کبھی کبھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضے کا بھی طواف کرتی ہے اس کی رُو سے بریلویوں کا عقیدہ ہے

---

[۱] ملفوظات حصہ ۱ صفحہ ۱۱۲ [۲] شرح دیوان فرید صفحہ ۳

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ اللہ تعالیٰ کی جلوہ پیرائی سے کہیں زیادہ اونچا ہے مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں :-

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو　　کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو [۱]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ تجلی کعبہ روضہ نبوی کا طواف کرتی ہے دیکھئے کعبہ کے پتھر اور اینٹیں تو حرکت نہیں کرتے نہ کبھی مدینہ گئے یہ اللہ رب العزت کی جلوہ پیرائی ہے جسے یہ لوگ مدینہ شریف کا طواف کرنا بتاتے ہیں۔

کعبہ طواف اولیاء میں (معاذ اللہ)	بریلوی مذہب والے صرف کعبہ کا طواف مدینہ منورہ تک محدود نہیں رکھتے۔ بریلویوں کا

عقیدہ ہے کہ حقیقت کعبہ بعض اولیاء کرام کا بھی طواف کرتی ہے (معاذ اللہ)

کعبہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا طواف کرتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کعبہ کی شان گراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت کعبہ آپ کے دروازے کا طواف کرتا ہے۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف　　کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا [۲]

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں۔

کعبہ معظمہ بھی اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے عالم میں چکر لگاتا ہے [۳]

کعبہ کی تجلی کسی فرد یا جگہ پر اترے یہ بات تو سمجھ آسکتی تھی مگر یہ چکر لگائے اور طواف کرے یہ عقیدہ معلوم نہیں ان لوگوں نے کہاں سے گھڑ لیا ہے مشہور جلیل القدر سنی عالم حضرت علامہ ابن ابی العز الحنفی ان لوگوں کی مذمت میں جو اسلام کو چھوڑ چکے ہیں لکھتے ہیں :

---

[۱] حدائق بخشش جلد ۱ صفحہ ۵ 　[۲] حدائق بخشش صفحہ ۲ 　[۳] جاء الحق صفحہ ۱۵۳

وکذا من یقول بان الکعبۃ تطوف برجال منھم حیث کانوا فھلا خرجت الکعبۃ إلی الحدیبیۃ فطافت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین احصر عنھا وھو یود منھا نظرۃً [۳]

ترجمہ:- اور اسی طرح ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ ان کے بزرگوں کا جہاں بھی وہ ہوں طواف کرتا ہے (وہ نہیں سوچتے کہ) جب کافروں نے حضورؐ کو مکہ آنے سے روکا اور آپ چاہتے تھے کہ کعبہ پر ایک نظر ہی ڈال لیں تو کعبہ حدیبیہ تک کیوں نہ چلا آیا۔

بیت اللہ کا مجرا کرنا

مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی اس وقت بھی کعبہ نے آپ کے گرد طواف کیا تھا۔ طواف تو ایک طرف مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ بیت اللہ شریف اس وقت فرطِ مسرت میں مجرا کر رہا تھا [۱] (معاذ اللہ)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا　　　تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرا کر گر گیا

اسی پر اکتفا نہیں کی خانصاحب نے عرش اعلیٰ کے لیے مجرے کا لفظ استعمال کیا

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ　　　گرے تھے سجدے میں بزم بالا
کہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا　　　وہ گرد قربان ہو رہے تھے [۲]

بریلویوں کے ایک بزرگ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کر لو۔ شرح دیوان فرید میں ہے :

---

[۱] مجرا کرنا کے معنی لغت میں ہیں باادب سلام کرنا، ناچنا محفل میں ناچ کرنا وغیرہ (دیکھیے علمی اردو لغت ص۱۳۴۷) افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کو کعبہ شریف کے لیے ایسا لفظ استعمال کرتے ہوئے کوئی حجاب نہ آیا اور اس کے لیے وہ لفظ استعمال کر گئے جو ناچ وغیرہ کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ [۲] حدائق بخشش حصہ اول ص۱۱۲ [۳] شرح عقیدۃ طحاویہ ص۵۷۷ طبع مکہ۔

ایک شیخ نے حضرت بایزید بسطامی کو جو بیت اللہ کے طواف کے لیے
مکہ معظمہ جا رہے تھے ۔ فرمایا کہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا ہو تو مکہ معظمہ جاؤ
اور اگر خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو شرح دیوان فرید ص

کسی بزرگ یا شیخ کی عظمت بڑھاتے بڑھاتے کعبہ کی عظمت سے کھیلنے لگنا بریلویوں
کا دن رات کا کھیل ہے کعبہ کی تجلی کو ذات باری سے جُدا رکھنا یا کعبہ کو تجلی باری تعالےٰ
سے جُدا کرنا یہ الحاد کی وہ راہیں ہیں جو ان لوگوں نے کعبہ کی تقدیس کو کم کرنے بلکہ اس کی
توہین کرنے کے لیے اختیار کر رکھی ہیں ۔ یقین کیجئے کعبہ کی بے ادبی ہو جائے تو کسی بزرگ
کی تعظیم ہرگز قائم نہ رہ سکے گی ۔

کعبہ کی گودی کو نالہ قرار دینے کی گستاخی

شہروں کے نشیبی علاقوں میں پانی جمع ہو کر گندے نالے بن جاتے ہیں. نالے کا لفظ اچھے معنوں میں بہت
کم ملے گا. جہاں کعبہ شریف ہے اس کے اردگرد پہاڑ ہیں لیکن کعبہ کی اس گودی کو کسی نے نالہ کہا
قرآن پاک نے اس کے لیئے وادی کا لفظ اختیار کیا ہے. حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا.
ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم (پ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۸)

(ترجمہ مولانا تھانویؒ) اے میرے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے
قریب ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں.
(ترجمہ مولانا احمد رضا خان) اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں
بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی ۔

اس سے زیادہ کعبہ کی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی گودی کو میدان اور وادی کی بجائے
نالہ ٹھہرایا جائے اور لوگوں کو وہاں نماز یا جماعت پڑھنے سے اس لیئے روکا جائے کہ وہابی کافر
ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ۔ (استغفر اللہ)

قرآن کریم میں وادی مقدس کا لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں بھی آیا ہے (پ ۱۶ ع ۱۰، پ ۲۰ قصص ع، پ ۳۰ ع) مگر خانصاحب وہاں وادی کا ترجمہ نالہ نہیں کرتے ـــــ بریلوی بعض اوقات یہ جواب دیتے ہیں کہ وادی ایمن نشیبی جگہ پر نہ تھی، اس لیے اس کا ترجمہ نالہ نہیں ہو سکتا تھا مگر کعبہ تو نشیبی جگہ میں ہے اس بستی کے لیے لفظ نالہ ہی صحیح تھا۔ (استغفر اللہ)

علی پور کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا

یہ نہ سمجھیں کہ بریلوی حضرات مدینہ شریف کی فرط عقیدت میں تجلی کعبہ کی بے ادبی کرنے میں ہرگز نہیں، اگر ان کے پیش نظر واقعی تکریم مدینہ ہوتی تو کم از کم یہ تو ہوتا کہ وہ مدینہ منورہ کے برابر کسی اور آستانہ عقیدت کو ہرگز جگہ نہ دیتے مولانا احمد رضا خاں کے ایک پیرو پیر جماعت علی شاہ کے پاس علی پور ضلع سیالکوٹ پہنچے تو علی پور کی شان میں یوں گویا ہوئے۔

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی ادھر آؤ تو اچھا ہے ادھر جاؤ تو اچھا ہے[1]

پیران عظام کا ہر آستانہ عقیدت مدینہ منورہ کے تابع ہے بالمقابل نہیں کہ ادھر بھی جاؤ تو وہی بات ہے اور ادھر بھی آؤ تو وہی بات ہے ایک علی پور تو کیا کروڑوں علی پور مل کر بھی مدینہ منورہ کی برابری نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ انہوں نے اپنے پیر صاحب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

تیرا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرام ہے تیری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے

ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اس شعر یا مضمون کی کہیں مذمت یا تائید کی ہو۔

بریلی کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا

اللہ تعالیٰ نے عرب کو عجم پر فوقیت بخشی کہ نبی آخر الزماں کو عرب میں مبعوث فرمایا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں حرم عرب میں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف (عرب) میں ہیں اور مولانا احمد رضا خاں عجم بریلی (عجم) میں تھے مولانا نورانی کے والد عبد العلیم حج کے بعد حسب

---

[1] رسالہ نوائے صوفیہ نمبر ۱۹۲ ص۔

مدینہ سے واپس بریلی پہنچے تو مولانا احمد رضا خاں کو مخاطب کرکے کہا :۔

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جسکی صورت کو عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو[1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے عقیدے میں جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم عرب کے لیے مولانا احمد رضا خاں عجم کے لیے تھے کیا اس میں بریلی کو مدینہ شریف کے بالمقابل نہیں لایا جا رہا ؟ کس قدر گستاخانہ تعبیر ہے ۔

ملتان کو مدینے کے برابر لانے کی کوشش

بریلویوں کے مولوی محمد یار صاحب شاہ صدرالدینؒ کی منقبت کہتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان بشکل صدر دین خود رحمۃ للعالمین آمد[2]

اس میں جہاں حضرت شاہ صدر الدین کو رحمۃ للعالمین کہا ہے[3] ملتان کو بھی مدینہ شریف کے برابر لانے کی بے ادبی کی گئی ہے ۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو تو مدینہ شریف سے حضورؐ ہی صدر دین کی شکل میں ملتان آئے ہیں (معاذ اللہ)

دوسرے شہروں کو مکہ ومدینہ پر مسلط کرنے کی ان لوگوں نے سازش کر رکھی ہے ۔ پیر کرم شاہ نے ہر جگہ جا کر تحریک اٹھائی کہ یہ مراکز اسلام عرب حکومت کے تحت نہ رہیں انہیں عجمی ممالک کے ماتحت کر دیا جائے (معاذ اللہ)

---

۱ سوانح اعلیٰ حضرت ص۱۴۸

۲ دیوان محمدی ص۲۲ ۔ ۳ بریلوی اس کے جواب میں شیخ سعدیؒ کے ایک شعر کا سہارا لیتے ہیں جو موصوف نے اپنے ممدوح کے بارے میں بوستان میں کہا تھا ۔ توئی سایہ لطف حق بر زمیں پیمبر صفت رحمۃ العالمین (کلیات سعدی ص۱۸۹ مطبوعہ ایران) سو یہ صفت اپنے درجے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اوروں میں بھی ہو سکتی ہے ہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم صفت رحمۃ للعالمین کا مظہر اتم ہیں ۔ جوابا گذارش ہے کہ کسی بزرگ کو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا بالکل مظہر بنا دینا اس کے مرقد ملتان کو مدینہ کے برابر لانے کی کوشش کرنا نہایت بے ادب کوشش ہے ۔

پیر کرم شاہ صاحب کی فکری غلطی

پیر کرم شاہ صاحب کی تجویز یہ ہے کہ حرمین شریفین عالم اسلام کی مشترکہ کمانڈ میں آجائیں اور ان پر صرف عرب حکومت نہ ہو سب مسلم ممالک وہاں مل کر حکومت کریں۔

افسوس پیر صاحب یہ نہ سوچ سکے کہ جب جملہ مسلم ممالک مل کر وہاں متصرف ہونگے تو کیا اس سے ایران کے تصرف کی راہ نہ کھلے گی خمینی کی جارحیت کسی پردے میں نہیں رہی۔ کیا پیر صاحب خود اس کیلئے ابن علقمی کا کردار ادا کرنا چاہتے ہیں ؛ ہم نہیں سمجھتے کہ پیر صاحب کی سوچ اسقدر گری ہوگی ورنہ کوئی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی اجازت نہیں دے سکتا کہ خمینی کی رائے گنبد خضریٰ میں لیٹے شیخین کریمین کے بارے میں سنی جاسکے خمینی کے گماشتے موسم حج میں اب بھی وہ کچھ کرجاتے ہیں کہ اگر ایام حج اور تقدس حرمین پیش نظر نہ ہو تو وہ کبھی سلامت نہ جاسکیں اللہ تعالیٰ حرمین کو انکے شر سے بچائے۔

پھر صرف ایران ہی نہیں شام کا صدر حافظ الاسد بھی اگر نصیری فرقے کی نمائندگی میں آگے آئے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ناموس حرمین محفوظ رہ سکے گی ان بھانت بھانت کی بولیوں سے تقدیس کعبہ بری طرح متاثر ہوگی اور مسلمان ملکوں کا آپس کا اختلاف حرمین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔

عالم اسلام پہلے کونسے محاذ پر یکجا ہے ؛ جب انہیں پہلے سے کوئی عملی وحدت موجود نہیں تو نظم امور حرمین کیلئے انہیں وحدت کہاں سے آئے گی۔ اس سے تو سینکڑوں مسئلے پیدا ہو جائینگے۔ پہلے عالم اسلام کو ایک کیجئے پھر انکے کسی مشترکہ دستور کی امید کیجئے۔

افسوس کہ پیر صاحب موصوف مقام کعبہ کی ایک جھلک بھی نہ پاسکے اور یہ نہ سمجھ پائے کہ جب کعبہ عرب و عجم کے اسلامی ملکوں کے ماتحت چلا جائیگا تو اسکی روحانی حالت کیا ہوگی ؛ اس صورت میں عالمی اثرات کعبہ کیطرف لوٹیں گے کعبہ عالم اسلام پر اثرانداز نہ ہوگا اور یہ خلاف اصول اسلام ہے کعبہ عالم کو اثر دیتا ہے اس سے اثر لیتا نہیں جس شخص نے روحانیت کی کبھی کوئی ادنیٰ تجلی بھی پائی ہو وہ حرم کعبہ اور گنبد خضریٰ کو ایک ادنیٰ لمحے کیلئے بھی کسی بیرونی کمانڈ میں دینے کی تجویز نہ کرسکے گا۔ پیر کرم شاہ صاحب تکمیل علوم سے پہلے ازہر سے نہ لوٹتے اور فارغ التحصیل ہو کر پاکستان آتے تو شاید اتنی کمزور بات انکے نصیب میں نہ ہوتی۔ نہ وہ کعبہ کو بین الاقوامی کنٹرول میں دینے کی بات کہتے۔

کلمہ شریف کے بارے میں بریلوی تحریرات

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وامابعد

کسے معلوم نہیں کہ اسلام کا سب سے بڑا عنوان کلمہ طیبہ ہے اور اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ تعلیمات کی تصدیق ہوتی ہے۔ دنیا میں ایمان کا اظہار یہی ہے اور اسلام کے پانچ ارکان میں سے یہ پہلا رکن ہے اسی سے انسان خدا کی بادشاہی میں داخل ہوتا ہے۔ مسلمان نے ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرے تو وہ اسی کلمہ سے نکلتا ہے اور اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔ گو وہ کتنے ہی ظاہری اسلامی اعمال بجالائے۔

کلمہ شریف بنیاد اسلام ہے کافر بھی صدق دل سے پڑھ لے تو اس سے کفر کی قبا اتر جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ میں بہترین ذکر اللہ کی توحید اور بہترین اقرار رسالت محمدی کی تصدیق ہے۔ کلمہ کے دو جزو ہیں جن میں توحید و رسالت کا اقرار ہے کلمہ کا کوئی تیسرا جزو نہیں سو کلمہ میں کسی جزو کا اضافہ کرنا یا کلمہ کے ساتھ کوئی اور جملہ ملا کر کلمہ میں ابہام پیدا کرنا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نہایت خطرناک سازش تصور ہوگی۔

مخالفین اسلام نے اسے باہر سے اپنے حملوں کا نشانہ بنایا تو ملحدین نے اسے اندر سے تشکیک کے کانٹوں میں کھینچا اور بروز دلوں کے سائے میں حضورؐ کا اسم مبارک اپنے اوپر منطبق کرتے رہے۔

آئندہ سطور میں ان چند گستاخیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کے ہاں غلط عقیدت کے جاہلی جوش یا مخفی عداوت کے سیاہ سائے میں شد و مد سے پھیلائی جا رہی ہیں۔

کلمہ اسلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امّا بعد

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بریلویوں نے جس طرح حرمین شریفین کی سخت بے ادبی کی ہے ان کی ملحدانہ زبان اور گستاخ قلم نے کلمہ شریف قرآن شریف اور درود شریف کے بارے میں بھی توہین اور بے ادبی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دیا جہاں تک ان سے ہوسکا ہے انہوں نے ہر نشان اسلام کو تشکیک کے کانٹوں سے زخمی کیا ہے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

کلمہ شریف کے (۲) دو جزو

کلمہ شریف کے دونوں جزو قرآن کریم میں مختلف مقامات پر دیئے گئے ہیں اس کا کوئی اور جزو ہوتا تو وہ بھی قرآن کریم میں مذکور ہوتا۔ کلمہ شریف پڑھتے ہوئے دل سے اس کی تصدیق ضروری ہے۔ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب اگر کوئی شخص کلمہ پڑھے اور اللہ کے لفظ سے کچھ اور مراد لے یا محمد کے لفظ سے اپنے پیر کا تصور کرے تو یہ کلمہ اسلام نہ ہوگا کفر و الحاد کی راہ ہوگی اسے اس کا کلمہ پڑھنا تصور نہ کیا جائے گا بلکہ یہ کلمہ شریف کی سخت توہین اور بے ادبی ہوگی مثلاً:

لا الہ الا اللہ

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نعت خوان خاص مولانا حافظ خلیل الدین حسن مصنف نغمۃ الروح جو مدرسہ بریلی کے سالانہ اجلاس میں حاضر ہوتے مولانا کے سامنے اپنا کلام پیش کرتے اور ان سے داد پاتے تھے ایک مقام پر اپنے پیر کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

لب کہیں لا الہ الا اللہ دل کا نعرہ ہو یا محمد شبیر [۱]

کلمہ پڑھتے ہوئے زبان اور دل کا یہ فرق کیوں؟ کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے اور یہی کلمہ

---

[۱] آئینہ پیغمبر صـ۴۶ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔

اسلام ہے ؟ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب کا کیا یہی مطلب تھا ؟ بریلویوں کو کچھ تو خیال کرنا چاہیئے تھا کس نادانی سے کلمہ کی دولت ہاتھ سے دے رہے ہیں ۔ لفظ خدا سے خدا کے محبوب مراد لینا ایسی غلط لکیر ہے معلوم نہیں کتنے نادان اس پر چلے ہوں گے اور گمراہ ہوئے ہونگے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔ لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ
کہ جس شخص پر موت حاضر ہو اسے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو ۔

امام نووی (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں : ذکروا لا الٰہ الا اللہ لتکون آخر کلامہ کما فی الحدیث من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ والامر بھذا التلقین امر ندب واجمع العلماء علیٰ ھٰذا التلقین و کرھوا الاکثار علیہ [1]

ترجمہ :۔ حاضرین اسے لا الٰہ الا اللّٰہ یاد کرائیں تاکہ یہی اس کا آخری کلام ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جس کا آخری کلام لا الٰہ لا اللّٰہ ہوگا وہ جنت میں جائے گا تلقین کا یہ حکم مندوب ہے علماء کا اجماع اسی تلقین پر ہے اور وہ اس پر کسی اور بات کے بڑھانے کو مکروہ سمجھتے ہیں ۔

زبان پر آخری وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہونا چاہیئے اور اسی کی حدیث میں تعلیم دی گئی ہے مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں ۔

بندگی ہونا چاہیے مرتے وقت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھ کر جان نکل جائے پھر تو سب آسان ہے ۔[2]

غور کیجئے مولانا احمد رضا خاں نے کس دیدہ دلیری سے کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ کی تلقین کو جملہ محمد رسول اللہ سے بدل ڈالا ہے تبھی تو ان کے مریدیوں کہتے تھے ۔

لب کہیں لا الٰہ الا اللّٰہ　　　دل کا نعرہ ہو یا محمد شیر

---

[1] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰　　[2] ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۶

کلمہ یا محمد معین خواجہ

مومن کی تو یہی تمنا ہونی چاہیئے کہ آخری وقت خدا کا نام اس کی زبان پر ہو مگر بریلویوں کی تمنا اور آرزو ملاحظہ کیجئے۔

جو وقت آخر میں ہو تیاری　　نظر میں صورت رہے تمہاری

زبان پہ کلمہ یہی ہو جاری　　کہ یا محمد معین خواجہ [۱]

بریلویو! یہ کلمہ یا محمد معین خواجہ کہاں سے لگیا؟ کچھ حیا کرو

محمد رسول اللہ سے مراد

کلمہ طیبہ کا دوسرا جزو محمد رسول اللہ ہے اس اقرار اور تصدیق کے بغیر کسی کی بخشش نہیں ہو سکتی۔ بریلویوں نے اسے بھی اپنے مقام پر نہیں رہنے دیا۔ حدیث میں ہے کہ قبر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تو آپ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ مسلمان کے لیے کتنی بڑی سعادت ہوگی کہ اس وقت وہ اپنے آپ کو حضور کا امتی بتائے بہت افسوس کی بات ہے کہ بریلوی اپنی نعتوں میں اس موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نام تجویز کرتے ہیں۔

قبر میں قادری طریقے

لحد میں جب فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو کہہ دونگا

طریقہ قادری ہوں نام لیوا غوث اعظم کا [۲]

بریلویوں نے اسے پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک بھی نہ رہنے دیا اور انکی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو یہاں لا کھڑا کیا

محمد رسول اللہ کی بجائے یہاں اپنے پیروں کا نام لینا بریلویوں کی اسلام کے خلاف ایک نہایت خطرناک سازش ہے قادری لوگ اپنے پیروں کو چشتی لوگ اپنے پیروں کو اور نقشبندی حضرات اپنے پیروں کو یہاں ذکر کریں تو کلمہ اسلام کہاں باقی رہے گا۔ بریلویوں نے کلمہ شریف بدلنے کے لیے کیسی بے تکی گاڑی چلائی ہے۔

---

[۱] ہفت اقطاب ص ۱۶۶　　[۲] نعت مقبول ص ۶۵ مؤلفہ شہزاد ایوب حمید

لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ

بریلویوں نے اپنے خیالات واہیہ کو بزرگوں کے نام سے اس سے چلا رکھا ہے کہ ان کے نام سے یہ کڑوی گولی وہ بآسانی اپنے مریدوں کے حلق سے اُتار دیتے ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ہرگز کبھی ایسی بات نہ کہی نہ کبھی کلمہ اسلام کو بدلنے کی کوشش کی دیکھئے ان لوگوں نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے نام سے کیسا جھوٹ گھڑا ہے۔

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اپنا مرید بنائیں فرمایا کہہ " لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ " اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چشتی اللہ کا رسول ہے [1]

دیکھو مسلمانو! بریلوی کس طرح ایک وار سے دو شکار کر رہے ہیں اور اسلام پر ہر دو طرف سے چھرا چلا رہے ہیں ایک کلمہ بدلنے کا جُرم کیا دوسرا اس کفر کو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے سر تھوپا حالانکہ حضرت خواجہ اجمیریؒ اللہ تعالیٰ کے بڑے مقرب اور سنی العقیدہ صحیح مسلمان تھے وہ بریلوی ہرگز نہ تھے وہ کافروں کو مسلمان بنانے والے تھے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لیے ہندوستان نہ آئے تھے۔

بریلویوں کی اس روایت میں دو باتیں زیادہ قابل غور ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ نے لا الٰہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کی تعلیم جاگتے ہوئے دی ہے یہ کوئی خواب کا واقعہ نہیں۔ خواب کا واقعہ ہوتا تو اسے نظر انداز کیا جا سکتا تھا کیونکہ خواب پر کوئی مواخذہ نہیں سوئے ہوئے سے گرفت کا قلم اٹھا ہوتا ہے۔

۲۔ آپ کی زبان سے یہ جُملہ کسی بے اختیاری یا جذب کی حالت میں نہیں نکلا بیداری میں بھی کوئی بات بے اختیاری سے زبان سے نکلے تو اس پر شرعاً مواخذہ نہیں آپ نے ایک شخص کو مرید کرتے ہوئے یہ کلمہ تلقین فرمایا ہے

---

[1] فیوضات فریدیہ صد ۸۳

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے ایک مرید کے بارے میں بھی ایک ایسی بات کہی جاتی ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا کہ وہ محض ایک خواب کا واقعہ تھا اور جاگتے ہوئے وہ کلمات بے اختیاری سے زبان پر جاری تھے ان الفاظ پر گھبراہٹ خود ان سے بیزاری کا نشان ہے لیکن یہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کی تعلیم میں دونوں صورتیں یہاں منتفی ہیں نہ یہ خواب کی بات ہے نہ بے اختیاری کی۔ ان دو صورتوں میں سے کوئی صورت بھی واقع ہوتی تو ہم بریلویوں کے اس کلمہ میں کچھ تاویل کر لیتے اور حسن ظن سے کام لیتے لیکن کیا کریں بریلویوں کی اس من گھڑت روایت کی رو سے نہ حضرت اجمیریؒ کا اسلام باقی رہتا ہے نہ ان کے غلط پیروؤں کا جو بزرگوں کے نام سے اتنے کفریات دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔

لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ

فوائد الفوائد جسے مولانا دیدار علی شاہ صاحب مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور دوسرے کئی بریلوی علماء کی پوری تائید حاصل رہی ہے اس میں برملا لکھا ہے۔

لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ[1] خدا کے سوا کوئی معبود نہیں شبلی اللہ کے رسول ہیں۔

غور کیجئے! ہم کہاں تک بریلویوں کی اس قسم کی تحریرات کی تاویل کرتے جائیں کلمہ اسلام کے مقابلے میں یہ کیا کیا کلمے تجویز ہو رہے ہیں اور جو شخص انہیں نہ مانے صرف پرانے اسلام کا قائل رہے اسے بزرگوں کا نہ ماننے والا قرار دیا جاتا ہے اور معلوم نہیں کس کس فتوے سے نوازا جاتا ہے۔

مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سنی تنظیم ڈیرہ غازی خاں اپنے پیر حضرت نازک کریم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

طالب خدا گواہ کہ نازک بچشم من   عین محمدؐ است کہ عربی شنیدہ

(ترجمہ) اے طالب خدا گواہ ہے کہ میرا پیر میری آنکھوں میں عین محمدی ہے۔ جنہیں تو نے سن رکھا ہے۔[2]

---

[1] فوائد الفوائد ص ۲۵۱   [2] ہفت اقطاب ص ۱۵۱

قرآن کریم اللہ کا کلام ناآفریدہ ہے یہ مخلوق نہیں تاریخ گواہ ہے اہل سنت اس عقیدے پر بڑی جوانمردی سے ڈٹے ہیں امام احمد بن حنبل کی قربانیاں اہل سنت کی تاریخ کا نہایت روشن باب ہیں قرآن کریم کلامِ الٰہی ہے یہ انسانی کلام نہیں نہ پڑھتے ہوئے اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیئے اس کا پڑھنا تلاوت ہے کوئی اپنی صدا نہیں دعا کی نیت سے پڑھیں تو اس کے احکام مختلف ہو جاتے ہیں نماز میں امام کے پیچھے رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی پڑھنا دعا کی نیت سے ہے تلاوت اور قرأت کے طور پر نہیں۔

بریلوں نے عقیدہ بنا رکھا ہے کہ امام جعفر صادق اسے اپنا کلام سمجھ کر پڑھتے تھے استغفراللہ شیعہ قرآن کریم کو مخلوق سمجھتے ہیں اور انہوں نے یہ بات امام جعفر صادق کے نام لگا رکھی ہے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے عقیدہ پر قائم ہیں اور وہ اسے حضرت جعفر صادق کا کلام نہیں سمجھتے بریلوی اسے (قرآن کریم) حضور کی مملوک بھی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو مملوک ہو وہ مخلوق ہوتا ہے اور قرآن ہرگز ہرگز مخلوق نہیں ہے۔ اہل سنت کے ہاں یہ عقیدہ کفر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا مالک سمجھا جائے۔

پھر اہل سنت کے نزدیک قرآن پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے بریلوں کے ہاں یہ فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے شیعہ اس میں تحریف کے قائل ہوں تو بھی یہ انہیں بھائی سمجھتے ہیں اس مضمون میں بریلیوں کے اسی حال زار کو بیان کیا گیا ہے۔ ـــــــــ ادارہ

قرآن کریم انسانی کلام نہیں

قرآن کریم کلام الٰہی ہے اس کا جتنا ادب کیا جائے کم ہے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس کی مخلوق نہیں کُن اس کا کلام تھا جس سے اس نے کائنات کو تخلیق بخشی سو کلمہ کُن خود مخلوق نہ ہوا قرآن کریم انسانی کلام نہیں نہ اسے اپنا کلام سمجھنا چاہیئے مگر بریلویوں نے حضرت امام جعفر صادق رضؓ کے نام سے یہ غلط عقیدہ بھی گھڑ لیا کہ انسان جب قرآن پڑھے تو اسوقت وہ انسانی کلام ہے۔

کیا قرآن کلام امام جعفر صادق ہے؟

امام جعفر صادق نے فرمایا میں قرآن کو جتنا بار بار پڑھتا ہوں اپنا کلام سمجھتا ہوں [۱]

استغفراللہ ثم استغفراللہ العظیم۔ کیا یہ قرآن کریم کی کھلی توہین نہیں کیا کفر و الحاد نہیں کہ قرآن کریم کو انسانی کلام سمجھا جائے۔ انسان مخلوق ہے اور قرآن مخلوق نہیں صفت خداوندی ہے مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے مرشد شاہ احمد نوری کو قرآن کا درجہ دیتے تھے۔ مرشد مخلوق ہے صفتِ خداوندی نہیں لیکن قرآن اللہ کی صفت کلام ہے مخلوق نہیں خانصاحب کہتے ہیں

میرا مرشد ہے مصحف ناطق نوری آیت ہے احمد نوری
سین اس کے پیر و اعلیٰ پیر بیت اقصےٰ ہے احمد نوری [۲]

قرآن اللہ کی صفت ہے کسی کی مملوک نہیں

قرآن کریم جب اللہ کی صفت ہے مخلوق نہیں تو یہ کسی مخلوق کی مملوک نہیں ہو سکتا۔ مملوک وہی چیز ہو سکتی ہے جو مخلوق ہو صفت خداوندی کسی کی مملوک نہیں خدا جہالت کا بیڑہ غرق کرے مولوی محمد عمر صاحب حضورؐ کو قرآن کا مالک سمجھتے ہیں آپ لکھتے ہیں کہ:۔
قرآن کریم عنایت آپ کو ہوا ہے آپ اس کے مالک ہیں [۳] (استغفراللہ)

قرآن ایک ہے دو نہیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو جو قرآن دیا وہ ایک ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ جس ترتیب سے نازل ہوا

---

[۱] فیوضات فریدیہ صہ [۲] حدائق بخشش حصہ سوم صہ [۳] مقیاس حنفیت صہ ۲۹۷

وہ ترتیب اور تھی جس ترتیب سے یہ اب ہمارے سامنے موجود ہے یہ اس کی ترتیب رسولی ہے ترتیب نزولی نہیں حضورؐ نے قرآن کریم ترتیب نزولی سے نہیں لکھوایا یہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضور نے اسے ترتیب نزولی کے مطابق لکھوایا تھا ان کے عقیدہ کے موافق وہ قرآن امام مہدی کے پاس کسی غار میں موجود ہے ۔

بریلویوں کا دوسرے قرآن کا تصور

بریلویوں نے بھی نہایت گستاخی اور نہایت مکروہ انداز میں ایک اور قرآن کا تصور پیش کیا ہے ۔حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر تنقید کرتے ہوئے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں ۔

میرے خیال میں مصنف مذکور کو جو قرآن شریف نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اترا ہے اس کی اتباع کی کیا ضرورت ہے کسی لڑکے یا دیوانے یا کتے وغیرہ کے نازل شدہ قرآن پر ہی ایمان لے آئے اور آؤ آؤ کرتا پھرے [۱]

غور کیجئے قرآن کریم کا نام کتے کے نام کے ساتھ ذکر کر کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی نے قرآن کی کتنی سخت بے ادبی کی حاشا وکلا کتے پر ہرگز کوئی کلام نہیں اترا چہ جائیکہ اس کا نام بھی قرآن ہی ہو ۔ مولوی محمد عمر صاحب یہ بات کہتے ہوئے عام جلسوں میں یہ نقل اتارا کرتے تھے آپ جب آؤ آؤ کرتے یہی معلوم ہوتا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بول رہا ہے ۔ بریلویوں نے توہین قرآن کی اسی پر بس نہیں کی انہوں نے اس پر سوار ہونے کی بھی صورت نکال لی ہے ۔

قرآن پر سواری کرنا

خورجی جو گھوڑے کی زین میں لٹکی رہتی ہے اس میں قرآن شریف رکھا ہو تو ظاہر بات ہے کہ جو بھی اس زین پر سوار ہوگا قرآن اس کے نیچے ہوگا ۔ قرآن کریم اس صورت میں ساتھ رکھنا بھی تو ضروری نہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس کی بے ادبی کا مرتکب ہو مگر مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں ۔

اگر گلے میں نہیں لٹکا سکتا ہے اور خورجی میں رکھنے پر مجبور محض ہے تو جائز ہے [۲]

---

[۱] مقیاس حنفیت ص۲۱۱ [۲] ملفوظات حصہ سوم ص۹

معلوم نہیں مولانا نے قرآن کریم کی اس کھلی بے ادبی کا فتوے کیسے داغ دیا اور کچھ خیال نہ کیا۔

قرآن نازل ہونے سے حضورؐ کو کچھ علم نہیں ملا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:۔
ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان [1]

آپ نہ جانتے تھے کیا ہے قرآن اور کیا ہیں ایمان کی تفاصیل لیکن ہم نے بنایا ہے اسے روشنی۔

یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے کہاں معلوم تھیں گو آپ نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے [2] پھر یہ بھی فرمایا۔ وَوجدک ضالاً فھدیٰ [3] اور پایا آپ کو متلاشی پھر راہ بتادی) وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس [4]

اور اتارا ہم نے آپکی طرف قرآن تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں ان کے لیے کیا چیز اتاری گئی ہے

مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے کچھ علم نہیں ملا آپ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہی سب کچھ جانتے تھے ان کے مفتی احمد یار خاں فرماتے ہیں:۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم نزول قرآن پر موقوف نہ تھا وہ قرآن سیکھے ہوئے ہی پیدا ہوتے تھے۔ [5]

اور یہ بھی لکھا ہے:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاواسطہ رب نے ہدایت دی عقائد اعمال ہر قسم کی حضورؐ اول سے ہدایت پر تھے [6]

گویا بذریعہ وحی آپ کو کچھ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے واسطے سے آپ پر علم کی کوئی راہ نہیں کھولی۔ مفتی احمد یار یہ بھی فرماتے ہیں:

انبیاء پیدائش کے وقت ہی عارف باللہ ہوتے ہیں اور علم غیب رکھتے ہیں [7]

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ بذریعہ وحی کچھ نہیں ملا بلکہ اگر کوئی یہ استدلال کرے کہ آپ پر وحی کبھی آئی ہی نہیں کہ یہ تحصیل حاصل تھا تو آپ اسے روک نہ سکیں گے وہ کہے گا کہ وحی سے افادہ علم ہوتا ہے۔ جب آپکو کسی علم کا نہ احتیاج تھا نہ انتظار تو پھر وحی کا آنا چہ معنی دارد۔ حضورؐ کو پیدائشی طور پر ہر چیز کا جاننے والا بتلانا پورے اسلام اور خدا کے نظام وحی سے ایک کھلی بغاوت ہے

---

[1] پ ۲۵ الشوریٰ ع ۵ [2] تفسیر عثمانی ص ۶۳۳ [3] پ ۳۰ والضحیٰ [4] پ ۱۴ النحل ع ۱۰ [5] نعیم تقریر ص ۹۹ [6] نور العرفان ص ۳۳۷ [7] مواعظ نعیمیہ ص ۱۹۲

قرآن کریم میں ہے اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے طالبوں کو اس کتاب سے سلامتی کی راہوں پر چلاتا ہے
یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام (پ ۶ المائدہ ع ۳ آیت ۱۶)
ترجمہ: (اللہ قرآن سے ہدایت دیتا ہے اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے رستوں کی اور نکالتا ہے اسے اندھیروں سے روشنی کی طرف) اس آیت کے ہوتے ہوئے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہدایت قرآن سے پھیلی ہے اور حضورؐ بھی قرآن سے مستنیر (روشنی حاصل کرنے والے) تھے۔ وحی خفی سے بھی فیضیاب تھے کیا کوئی قرآن کے کتاب ہدایت ہدایت ہونے سے انکار کر سکتا ہے؟

بریلوی دوستوں کو اس جسارت سے کون روکے کہ دنیا میں ہدایت صرف حدیث سے پھیلی ہے قرآن سے نہیں اور اس عقیدہ فاسدہ سے کہ حضورؐ کا علم اور عمل (معاذ اللہ) نزول قرآن پر موقوف نہ تھا ___ استغفر اللہ العظیم

پیر صاحب دیول شریف کا بریلویوں کے خلاف فیصلہ

پیر صاحب دیول شریف بریلویوں کی اس گستاخی پر خاموش نہ رہ سکے انہوں نے یک لخت بریلوی بساط الٹ دی اور فرمایا:۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنے احوال وافعال مرتب ہوئے وہ سامنے کے سامنے بالوحی مرتب ہوئے [۱]

اس میں آپ نے تصریح کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے فیض پہنچا ہے اور آپ نے وحی سے فائدہ پایا ہے۔ دیکھئے بریلویوں کا دن کا کاتا ہوا سارا سوت شام کو ان کے پیر صاحب نے تار تار کر دیا۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی حضرات کریں گے کہ مفتی احمد یار صاحب کی بات درست ہے یا پیر صاحب دیول شریف کی۔ لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ بریلویت کے اصل ترجمان جناب احمد رضا خاں کے خلفاء اور شاگرد ہیں ان کے ہوتے ہوئے پیر صاحب دیول یا مولانا عبدالستار خاں نیازی کی کون سنتا ہے یا سنے گا۔ بریلوی علماء نے مولانا عبدالستار خاں

---

[۱] عقائد ولطیف حقائق ص۱۱ شائع کردہ مجلس نوشہیہ لائل پور۔

کے چارنکاتی مصالحتی فارمولے کا جو حشر کیا تھا وہ کسی سے مخفی نہ ہوگا۔

قرآن سراپا حقیقت نہیں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔ (استغفراللہ)

قرآن پورے کا پورا ذکر ہے صداقت ہے حقیقت ہے اس میں کوئی ہیر پھیر اور چکر کی بات نہیں خود اللہ رب العزت نے اس کا نام الذکر رکھا ہے ناپاک اسے چھو نہیں سکتے اس کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک آیت میں شان اعجاز ہے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کچھ باتیں ہیر پھیر کی بھی ہیں جو حق اور صداقت نہیں جس طرح سی آئی ڈی کا افسر کسی مجرم کو پکڑنے کے لئے پہلے کچھ ہیر پھیر سے بات کرتا ہے اور پھر جب وہ اس سے جرم کی بات نکلوالیتا ہے تو پھر اسے سیدھے ہاتھوں لیتا ہے بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پاک میں معاذاللہ کچھ اس قسم کی باتیں بھی ہیں جو حقیقت پر مبنی نہیں وہ محض مجرموں کو پکڑنے کا ہیر پھیر ہیں۔ ان کے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشراً من صلصال من حماٍ مسنون کہہ کر ذکر فرمایا جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لئے چند کلمات اس کی مرضی کے کہدیتا ہے تو مخالف نبی اللہ جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لئے اس کے خیال کے الفاظ (انی خالق بشراً) پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا[۱]

قرآن کریم کے الفاظ انی خالق بشراً من صلصال من حماٍ مسنون کو شیطان کے خیال کے الفاظ کہنا اور قرآن کریم کی بعض آیات کو سی آئی ڈی افسر کی پہلی ہیر پھیر کی باتوں کا درجہ دینا قرآن کی کسقدر کھلی توہین ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ معاذاللہ قرآن میں کچھ شیطانی آیات بھی ہیں (استغفراللہ العظیم)

---

[۱] مقیاس النور ص ۱۹۱

یہاں (انگلینڈ میں) سُنا ہے کہ ایک شخص شیطانی آیات پر ریسرچ کر رہا ہے اس نے یہ تصور کہاں سے لیا۔ ان بریلوی حضرات سے جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن کریم کا لفظ لفظ حقیقت نہیں کچھ سی آئی ڈی کے انداز میں کہی (معاذ اللہ) شیطانی آیات (Satanic verses) بھی ہیں۔

بعض آیات کو ہیر پھیر کے طور پر جانوروں کی بولی قرار دینا۔

مفتی احمد یار صاحب گجراتی "قل انما انا بشر مثلکم" میں کم ضمیر سے مراد کفار لیتے ہیں یعنی حضور علیہ السلام عام بنی نوع انسان کو نہیں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی انسان ہوں جیسے تم بلکہ صرف کافروں کو کہہ رہے ہیں کہ میں تمہاری جنس سے ہوں" لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

پھر سوال اٹھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو کیسے کہدیا کہ میں تمہاری جنس سے ہوں اس کا جواب مفتی صاحب نے یہ دیا ہے کہ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر ہی تو شکار کرتا ہے ــــ اس میں آپ نے تین گستاخیاں کیں (۱) حضور کو شکاری کہا (۲) قرآن جو اللہ کا بول ہے اسے جانوروں کی بولی کہا اور کن جانوروں کی کافروں کی (۳) قرآن کی بعض آیات کو خلافِ حقیقت محض شکار کرنے کے حیلے قرار دیا ــــ مسلمانوں کے کسی طبقے یا فرد نے اب تک نہ کہا تھا کہ قرآن میں بعض شیطانی آیات بھی ہیں جن میں محض ہیر پھیر کے طور پر بعض باتیں کہی گئی ہیں جو حقیقت نہیں ہیں ــــ اور سارا قرآن حقیقت نہیں ہے استغفر اللہ العظیم

مفتی احمد یار صاحب "قل انما انا بشر مثلکم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں کفار سے خطاب ہے .... فرمایا گیا اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ شکاری جانوروں کی سی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے[۱]

دیکھا آپ نے بریلوی علماء نے کس بے دردی سے قرآن کی عظمت مجروح کی ہے اور کس

---

[۱] جاء الحق ص ۱۷۶

طرح اسے جانوروں کی بولی سے تشبیہ دی ہے۔

قرآن کی دعاؤں کو کارتوس قرار دینا

کارتوس کا رُخ ہمیشہ دشمن کی طرف ہوتا ہے اور دُعا کا رُخ خدا کیطرف ہوتا ہے قرآن کریم نے ہمیں جو دعائیں سکھائی ہیں، وہ اس لئے ہیں کہ ہم ان الفاظ میں خُدا کو پکاریں اس کی رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائیں نہ یہ کہ اِن الفاظ کو کارتوس کی طرح خُدا پر پھینکیں۔ مُفتی احمد یار صاحب اس آیت پر لکھتے ہیں:

وقل ربِّ اعوذبك من همزات الشياطين پ۱۸ المؤمنون آیت ۹۷

ربِّ اعوذبک دُعا ہے قل میں حضورؐ کی زبان مُبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دُعا ہماری بتائی ہوئی ہو اور زبان تمہاری ہو کارتوس بالفعل سے پوری مار کرتا ہے[1] ہائے ہم کس کے سامنے یہ شکایت لے جائیں کہ اس گستاخ نے کس ڈھٹائی سے حضورؐ کے دہن مُبارک کو رائفل سے تشبیہہ دی ہے۔ اور قرآن کریم کی اس عظیم دعا کو کارتوس کہا ہے ۔۔۔ مسلمانو! جب تم دعائیں کرتے ہو تو کیا کارتوس چلاتے ہو۔

قرآن میں گمراہی بھی ہے۔ (استغفراللہ)

خُدا کے بارے میں تو کہتے آئے ہیں کہ خیر و شر سب اس کی طرف سے ہے اور ہدایت دینا اور نہ دینا اس کے ہاتھوں میں ہے جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے گمراہ کر دے ۔۔۔ لیکن قرآن کریم محفوظ چشمہ ہدایت ہے ایک دریائے نور ہے جس سے ہدایت ہی ملتی ہے گمراہی نہیں۔ ہاں جو لوگ اسے سمجھتے نہیں یا جان بُوجھ کر اس کے معنی بگاڑتے ہیں اور اس میں تحریف کرتے ہیں تو ان کی گمراہی ان کی کج فہمی کم علمی یا ضد کی وجہ سے واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ قرآن میں گمراہی ہے (معاذاللہ) یہ بات اب تک کسی مسلمان نے نہ کہی تھی کہ قرآن میں گمراہی بھی ہے ۔۔۔ البتہ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص حضورؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم میں مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

---

[1] نور العرفان ص۵۵۵

"خیال رہے کہ قرآن سے ہدایت بھی ملتی ہے اور گمراہی بھی یہدی
بہ کثیرًا و یضل بہ کثیرًا مگر حضورؐ سے صرف ہدایت ملتی ہے[1]

حضورؐ اور قرآن کا مقابلہ کرنا یہ کوئی کم گستاخی نہ تھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ تو کان خلقہ القرآن کہہ کر دونوں کو جوڑیں حضورؐ اور قرآن کو یک جان دو قالب کہیں اور بریلوی ایک کو دوسرے کے مقابلے میں لائیں۔ افسوس صد افسوس ہائے ہم یہ زخم کس کے سامنے کھولیں جو بریلویوں نے عظمت قرآن مجروح کرتے ہوئے ملت اسلامی کے نازک بدن پر لگائے ہیں۔ یھدی بہ کثیرًا میں ہدایت دینے اور گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے قرآن کی طرف نہیں۔ قرآن کسی کو گمراہ نہیں کرتا اور قرآن کریم میں گمراہی ہرگز نہیں ہے اس میں ہدایت ہی ہدایت ہے۔ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۹
شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینٰت من الھدی پ۲ البقرۃ آیت ۱۸۵۔

ہم تمام ملت بریلویہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ قرآن کریم سے ایک آیت ایسی دکھا دیں جس میں یہ ہو کہ قرآن کریم میں گمراہی بھی ہے۔

بھائیو! یہ تو سراپا ہدایت کتاب ہے ہاں اس سے فائدہ لینا یہ خدا کی دین ہے جسے چاہے دے اور جسے نہ چاہے اسے کوئی نہیں دے سکتا انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ قرآن پاک کا اعلان ہے سو حق یہی ہے کہ قرآن سے گمراہی ہرگز نہیں ملتی بریلوی مفتی نے قرآن کی توہین کی ہے جو یہ لکھا ہے کہ قرآن سے گمراہی بھی ملتی ہے۔

مفتی صاحب نے اپنی اس غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کو بری پلٹی دی ہے قرآن کریم میں یضل بہ کثیرًا پہلے ہے[2] اور یھدی بہ کثیرا بعد میں مفتی صاحب نے محض اپنے مسئلے کی ضد میں قرآن کریم کو الٹا ہے نعوذ باللہ من ذالک التحریف

۲۷/۴

[1] نور العرفان صفحہ ۸۲۱، صفحہ ۸۔ [2] پ۱ البقرہ آیت ۲۶

مولانا احمد رضا خاں نے بھی قرآن کریم کی بہت سے آیاتﷺ تبدیل کی ہیں مُفتی احمد یار اتنی جرأت نہ کرتے اگر بڑے حضرت اتنی جسارت نہ کر چکے ہوتے بریلوی مولویوں نے قرآن کریم سے کیا برتاؤ کیا ہے اس کی ایک جھلک آپ کے سامنے آچکی اب یہ بھی معلوم فرمائیں کہ بریلویوں نے ایمان بالقرآن کے بارے میں کتنی دلآزار روش اختیار کر رکھی ہے۔

قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں

مسلمانوں کے ہاں یہ کہدینا کافی نہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ (۱) یہ قرآن اوّل سے آخر تک ایک ایک لفظ اور آیت کلام الٰہی ہے۔ (۲) اس کی یہ ترتیب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے صحابہؓ کی اپنی اختیار کردہ نہیں اور اسی کے مطابق حضورؐ نے اسے پڑھوایا لکھوایا اور سُنایا ہے (۳) اوّل سے آخر تک یہ محفوظ کتاب ہے کہیں اس میں تحریف نہیں ہوئی (۴) جو اس میں تحریف کا قائل ہو وہ مسلمان نہیں ہے (۵) اسکے احکام ابدی ہیں اور قانونِ الٰہی ہیں جو انسان کے لئے ہمیشہ کے لئے ہدایت ہیں۔

قرآن پر ان تفصیلات کے ساتھ ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے یہ نہیں کہ کچھ مسلمان اسے مان لیں تو اب کسی کے ذمہ اس کا ماننا نہ رہے جس طرح نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کچھ مسلمان پڑھ لیں تو یہ کسی کے ذمہ فرض نہیں رہتی۔ قرآن پر ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے یہ فرض کفایہ نہیں کہ سُنی مان لیں تو شیعہ بغیر مانے بھی مسلمان رہیں —— مگر بریلوں کا عقیدہ ہے کہ جب ہم نے مان لیا تو فرض کفایہ ادا ہوگیا شیعہ انہیں ان تفصیلات کے ساتھ نہ بھی مانیں تو ہمارے بھائی ہیں مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ خاص مُفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں :

"قرآن پر تفصیلاً ایمان لانا فرض کفایہ ہے اجمالاً ایمان لانا فرض عین ہے[۲]"

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن قرآن پر ایمان لانے کو آج تک کسی نے فرض کفایہ نہ کہا تھا۔ غور کیجئے بریلوی قرآن کے بارے میں اپنی گمراہی تک جا پہنچے ہیں۔

---

[۱] دیکھئے ابرالمقال فی استحسان قبلہ الاجلال ص۸ احسنی پریس بریلی میں ایک آیت اسطرح لکھی ہے ومن یعظم حرمات اللہ فذالک خیر لہ عند ربہ پ۱۷ الحج استغفر اللہ۔ [۲] نور العرفان ص۳

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری
قدر گُل بُلبُل بداند قدر یاراں شاہ علیؓ

درُود شریف اور بریلوی مکتبِ فکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا اعلیٰ قربات اور اللہ کی عبادات میں سے ہے اللہ کا حکم ہے اور حضورؐ نے مختلف اور متعدد پیرایوں میں اس کی ترغیب دی اور امت کو جو سکون انہیں ملتا ہے شاید ہی کسی اور ذکر میں ملتا ہو۔

پچھلے انبیاء میں سے کسی کا نام لیں تو علیہ السلام کہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور کا نام لیں تو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں یا صلی اللہ علیہ السلام پڑھیں اور پیغمبروں کے سوا کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام نہ کہیں یہ حق نبوت ورسالت ہے صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ کی بشارت بھی ہے اور خبر بھی دیگر بزرگانِ دین کو رحمۃ اللہ علیہ کہہ کر ذکر کریں۔

پیغمبروں کے سوا کسی پر اصالۃً درود نہیں پڑھا جا سکتا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں آپ کے جمیع آل واصحاب کو ذکر کر سکتے ہیں۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد والہ واصحابہ وسلم اور یہ بھی علی العموم بہتر ہے نام لے لے کر نہیں آل واصحاب میں سب آگئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف کے الفاظ بھی تعلیم فرمائے اور اس کی ہیئت ادا بھی عملاً بتائی الفاظ ایسے بتائے جن میں پہلے خدا کا نام آئے

لہ علی علیہ السلام کہنا رافضیوں کا طریقہ ہے اہل سنت حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اور پڑھنے والے کو پتہ چلے کہ وہ خدا کو پکار رہا ہے اور اس کی عبادت کر رہا ہے اور ہیئت ادا یہ اختیار فرمائی کہ درود شریف بحالت قعدہ پڑھا جائے اس کی شان یہ ہے مومن اسے بیٹھ کر پڑھے اور یہی بہترین نمونہ ہے۔ کھڑے ہو کر بھی پڑھا جا سکتا ہے لیکن نماز جنازہ میں ۔۔۔ جب تک درود شریف بیٹھ کر پڑھا جاتا رہے گا دنیا میں امن و سکون کے حالات رہیں گے جب لوگ کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ کر دیں گے تو جنازوں کے حالات پیدا ہوں اموات کثرت سے ہوں گی اور درود شریف زیادہ تر کھڑے ہو کر پڑھا جائے گا اسے لوگ صلوٰۃ وسلام کہیں گے لیکن حق یہ ہے کہ یہ لوگ مسلمان قوم کے لئے زیادہ موت کے حالات پیدا کرنے والے ہوں گے بیٹھ کر درود وسلام پڑھنے میں جو سکون ہے وہ جنازوں میں نہیں صحابہ جنازوں میں تو بے شک کھڑے ہو کر درود پڑھتے تھے لیکن دوسرے مواقع پر کھڑے ہو کر پڑھنا ان سے نہیں ملتا قبر پر حاضری بھی جنازے کا ہی ایک انداز ہے وہاں کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے۔

بریلوی علماء نے اس بات کو توڑنے کے لئے کہ درود شریف کھڑے ہو کر جنازوں میں ہی پڑھا جاتا ہے صلوٰۃ وسلام کو اذانوں کے ساتھ شامل کیا اذان تو کھڑے ہو کر ہی دی جاتی ہے۔ یہ لیجیئے درود شریف کھڑے ہو کر پڑھنا ثابت ہو گیا۔

ہم عرض کریں گے کہ اذان میں صلوٰۃ وسلام داخل کرنا یہ تو خود ایک متنازعہ فیہ موضوع ہے خیر القرون میں صلوٰۃ وسلام اذان کے ساتھ ہرگز نہ ہوتی تھی ایک متنازعہ فیہ بات کو کسی مجمع علیہ بات سے تو حل کیا جا سکتا ہے، دوسری متنازعہ فیہ بات سے نہیں اس کے لئے کوئی مجمع علیہ بات چاہیئے اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام بہ ہیئت کذائی خود ایک بدعت ہے

مشرکین جس طرح خدا کی صفات مخلوق میں ثابت کرتے ہیں مبتدعین نبوت و رسالت کی شان اپنے پیروں میں لا دکھاتے ہیں اور ان کا نام لے لے کر اس طرح درود پڑھتے ہیں کہ ان کے الفاظ سے توہین رسالت کی نمایاں جھلک سامنے آجاتی ہے اب آئیے آپ کو بریلوی حلقوں میں لے چلیں اور آپ خود ان سے درود کی مختلف

آوازیں سن لیں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ضمیر مستقل نہیں اس کا مرجع ہوتا ہے اور وہ اصل ہوتا ہے ضمیر اور اشارہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔

درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لینا صرف ضمیر پر اکتفاء کرنا اور احمد رضا خاں کا کھل کر نام لینا یہ عجیب گستاخانہ ذوق ہے حضورؐ کے نام میں جو برکت ہے وہ ضمیر میں کیسے ملے گی دیکھیے بریلوی مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت میں کس طرح شانِ رسالت میں گستاخ کھڑے ہوتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلی .... احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمدی[1]

مولوی حامد رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی الشیخ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولوی مصطفیٰ رضا خاں پر درود

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی الشیخ ...... مولانا مصطفیٰ رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولوی حشمت علی بریلوی کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل علیہ وعلیھم وعلی عبدک الفقیر الی عبید الرضا محمد حشمت علی لکھنوی

مولوی عارف اللہ قادری کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم جمیعًا وعلی عبدک الضعیف محمد عارف اللہ قادری۔

---

[1] شجرہ طیبہ رضویہ ص۱۳۔

مولوی ابراہیم خوشتر کا اپنے اوپر درود پڑھنا

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلیھم وعلیٰ عبدک الفقیر الاحقر
محمد ابراھیم خوشتر الصدیقی القادری [۱]

پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے مرید بھی بریلوی ہو گئے۔

پیر جماعت علی شاہ علی پوری مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے پیر جماعت علی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کے بڑے معتقد تھے اور خان حضرت شیخ سرہندی کو پسند نہ کرتے تھے مگر افسوس کہ پیر جماعت علی شاہ کے کئی مرید بھی اب بریلویوں کی طرح پیر صاحب پر درود پڑھنے لگے ہیں اور ان کے پیر پر بھی درود بھیجتے ہیں۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ بابا فتح محمد صاحب ـــــ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ـــ بابا نور محمد صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کس سادگی سے لیا جارہا ہے اور پیر صاحب پر کس طرح القاب کے لشکر چڑھائے جارہے ہیں کیا یہ حضورؐ کی بے ادبی اور گستاخی نہیں؟ اگر یہ لوگ مولانا احمد رضا خاں کے حلقہ عقیدت میں نہ آتے تو کبھی اس طرح حضورؐ کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرتے بہر حال پیر صاحب پر پڑھا جانے والا درود ملاحظہ کیجئے:۔

اللھم صل وسلم علیٰ محمد وسیدنا وھادینا ومرشدنا و مخدومنا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب [۲]

افسوس جن لوگوں کے ہاں درود کی یہ بے قدری ہو اور حضورؐ جن کی شفاعت کے سہارے ہم یہاں جی رہے ہیں ان کے بارے میں اس قدر بے پرواہی ہو اپنے پیروں اور مشائخ کو اس طرح القابات سے نوازا جائے اور انہیں حضورؐ کے مقابلے میں یہ اعزاز دیئے جائیں وہ لوگ اہل حق پر برسیں کہ درود وسلام نہیں پڑھتے۔

؎ غیر کی آنکھوں کا تجھ کو تنکا آتا ہے نظر دیکھ غافل آنکھ اپنی کا ذرا شہتیر بھی

---

[۱] شجرہ شائع کردہ سنی رضوی سوسائٹی مارشس۔ [۲] فیضان علی پور ص۶

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں۔

بریلوی مولوی درود ابراہیمی سے بہت تنگ ہیں کیونکہ اس میں اللہ کا نام آتا ہے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد..... الخ اور بریلوی علماء درود شریف کو اللہ کے نام سے فارغ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ حضرات اس طرح اللہ سے اپوزیشن قائم کئے ہوئے ہیں گویا انبیاء و اولیاء کے کمالات اب ان کے اپنے قبضے میں ہیں معجزات و کرامات کا صادر ہونا ان کے اپنے اختیار سے ہے ـــــ خدا کا نام آیا نہیں اور ان علماء پہ اوس پڑی نہیں پھر اس طرح ہو جائیں گے کہ گویا روح نکل گئی ہے۔

انہوں نے خدا کو ندا کئے بغیر درود کی یہ صورت تجویز کر رکھی ہے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور درود ابراہیمی کو وہ اپنے عقیدے میں ناقص اور ناکامل سمجھتے ہیں کہتے ہیں درود شریف (صلوٰۃ) مکمل وہ ہے جس میں درود اور سلام دونوں ہوں۔ یہ جملہ خود کتنا مہمل ہے جب سلام درود کے علاوہ ہے تو اس کے بغیر درود کیسے نامکمل ہوا درود اپنی جگہ ایک حکم ہے اور سلام اپنی جگہ ایک حکم۔ دونوں کا ایک جگہ جمع کرنا یہ مسئلہ کہاں سے نکل آیا فقہ حنفی کی رو سے اکیلا درود شریف پڑھنا یا اکیلا سلام پڑھنا یا دونوں کو ملا کر پڑھنا ہر طرح جائز ہے نہ درود بلا سلام نامکمل ہے نہ سلام بلا درود نامکمل ہے نہ دونوں کو ایک جگہ جمع کرنا ضروری ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ خاص مفتی احمد یار گجراتی فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"درود شریف مکمل وہ ہے جس میں درود سلام دونوں ہوں نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے مگر نماز سے باہر وہ درود پڑھو جس میں یہ دونوں ہوں حضور نے درود کی جو تعلیم درود ابراہیمی سے فرمائی وہاں نماز کی حالت میں درود مراد ہے غرضیکہ درود ابراہیمی نماز میں کامل ہے لیکن نماز سے باہر غیر کامل کہ اس میں سلام نہیں[1]"

اس سے اگلے نمبر پہ مفتی صاحب لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جس کام سے

---

[1] نور العرفان ص ۶۷۹

حضورؐ کو ایذاء پہنچے حرام ہے اگرچہ بظاہر وہ عبادت ہو۔

مفتی صاحب کو علم نہیں کہ درود وسلام کو جمع کرنا ضروری سمجھنا یہ کن کا مسلک ہے فقہ حنفی میں تو درود وسلام میں افراد جائز ہے کاش مفتی صاحب ہدایہ کا مقدمہ ہی پڑھ لیتے تو ان کا ذہن صاف ہو جاتا۔

یہاں انگلینڈ میں راولپنڈی سے ایک پیر ناداں آئے اور انہوں نے علی الاعلان کہا کہ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے جو لوگ بطور وظیفہ درود ابراہیمی پڑھتے ہیں اور اس کی تسبیح کرتے ہیں وہ عمل مکروہ کے مرتکب ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ اس سے توبہ کریں تاکہ اللہ ان کا یہ گناہ بخشے۔

شیفیلڈ کے مناظرہ میں مولوی عنایت اللہ سانگلوی نے جو موضوع طے ہوئے تھے ان میں ایک یہ موضوع بھی تھا[1] اس سے پتہ چلتا ہے کہ سب بریلوی مولوی درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور درود وسلام میں وہ افراد کے قائل نہیں ہیں۔

درود اور سلام میں افراد جائز ہے۔

قرآن کریم میں اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کا حکم ہے مگر نماز اور زکوٰۃ کو بیک وقت اور دربیک مجلس عمل میں لانا ضروری نہیں اسی طرح درود وسلام کا حکم ہے درود بھی پڑھو اور سلام بھی بھیجو لیکن بیک وقت صلوٰۃ وسلام کو اکٹھا کرنا ضروری نہیں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے ایک وقت میں جمع کرنے کیلئے نہیں بالخصوص جبکہ وسلموا تسلیما میں دونوں احتمال ہیں کہ تسلیم انقیاد مراد ہے یا سلام تحیّہ۔

شافعی مذہب میں بے شک بعض علماء صلوٰۃ والسلام کے جمع کرنے کے قائل تھے لیکن حنفیہ میں سے کسی نے افراد کو (کہ اکیلے درود پڑھا جائے) مکروہ نہیں کہا تھا اور شافعی مسلک کے علماء سے بھی حق کی طرف رجوع منقول ہے ہمیں اس پیر ناداں پر بہت افسوس ہوا کہ کس بے دردی سے اپنے حنفیوں کیخلاف یہ قدم اٹھایا اور درود ابراہیمی نماز سے باہر پڑھنے کو برملا مکروہ کہا اور دوسرے

---

[1] دیکھئے مناظرہ شیفیلڈ۔

بریلوی علماء یونہی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔ حالانکہ مولوی احمد رضا خاں اس مسئلے میں حنفی المذہب تھے افراد کے قائل تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ کبھی صرف درود پڑھ لیا اور کبھی سلام اور کبھی دونوں کو جمع کر لیا۔

درود و سلام ـــ افراد کی روشنی میں۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے آپ کہتے ہیں میں نے حضورؐ کو فرماتے سُنا: اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علیّ فانہ من صلی علیّ صلوٰۃ صلی اللہ بہا عشرًا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ [۱]

ترجمہ: جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہی کلمات کہتے جاؤ جو وہ کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر درود بھیجو (جہاں سلام کا ذکر نہیں) جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم میرے لئے خدا سے وسیلہ مانگو جو جنت کا ایک مقام ہے اس میں صرف درود شریف کا ذکر ہے اور اس سے متصل بعد دعائے وسیلہ ہے بتائیے سلام یہاں کہاں گیا اگر افراد ناجائز ہوتا یہاں سلام پڑھنے کا حکم بھی ہوتا۔

(۲) حضرت حسن بن علیؓ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی:۔

اللّٰہم اھدنی فیمن ھدیت وبارك لی فیما اعطیت .... تبارکت ربنا وتعالیت وصلی اللہ علی النبی محمد [۲]

اس دُعا کے آخر میں حضورؐ پر صرف درود کا حکم ہے یہاں سلام ساتھ نہیں معلوم ہوا افراد جائز ہے امام نسائیؒ نے اپنی سنن کے اختتام پر یہ الفاظ لکھے ہیں وصلی اللہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ الٰہ الطیبین الطاھرین ورضی عن کل الصحابۃ اجمعین [۳] اس میں صرف صلوٰۃ ہے سلام نہیں کیا یہ محدثین سب عمل مکروہ کے مرتکب تھے؟ کچھ تو پیر نادان نے سوچا ہوتا۔

---

[۱] صحیح مسلم جلد ۱ صـ۱۶۶ دہلی جامع ترمذی جلد ۲ صـ۲۰۵ لکھنؤ طحاوی جلد صـ۸۵۔
[۲] سنن نسائی جلد ۱ صـ۲۵۲۔ [۳] ایضاً جلد ۲ صـ۲۳۶۔

وھی خالیۃ عن التسلیم وکفی بہ حجۃ علی عدم الکراھۃ [1]

ترجمہ:۔ آنحضرت صَلّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم سے درود پڑھنے کی کیفیات جو آپ نے تعلیم فرمائیں صحیح روایات سے پہنچی ہیں۔ اور وہ سب سلام کی پابندی سے خالی ہیں اور اس میں ثبوت ہے کہ افراد ہرگز مکروہ نہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

ومن رد القول بالکراھۃ العلامہ ملاعلی القاری فی شرح الجزریۃ [2]

ترجمہ:۔ اور ان علماء میں سے جنہوں نے افراد کو مکروہ کہنے والوں کا رد کیا ہے ایک ملاعلی قاری بھی ہیں جنہوں نے شرح جزریہ میں اسے تفصیل سے لکھا ہے ان دلائل کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ راولپنڈی کا یہ پیر نادان خارج نماز درود ابراہیمی پڑھنے کو جو مکروہ کہہ رہا ہے یہ حنفی مسلک سے سراسر جہالت اور بغاوت ہے مفتی احمد یار گجراتی بھی اس مسئلے میں غلط ہے اور پیر نادان بھی ان کی پیروی میں حنفی مذہب کے خلاف میدان میں اترا ہوا ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر ہم وہ مختصر مقالہ بھی اس بحث میں شامل کردیں جو اُن دنوں پیر نادان کو حق سمجھانے کے لئے لکھا گیا تھا ہوسکتا ہے کسی اور کو حق سمجھنے میں وہ مدد دے وما ذلک علی اللہ بعزیز

درُود و سلام

درُود و سلام کا یکجا پڑھنا ضروری نہیں احناف کے ہاں اِفراد جائز ہے۔

---

[1] نبراس صٓ۸ [2] ردالمحتار جلد ۱ صٓ۱۲۔

ان علامات قیامت میں سے سمجھا گیا کہ لوگ جاہلوں کو دینی پیشوا بنالیں گے، علماء سُو خود تو گمراہ ہوں گے ہی، اوروں کو بھی گمراہی کی دلدل میں لے ڈوبیں گے فانا للہ وانا الیہ راجعون

آیت احزاب میں درود وسلام کیا برابر کے دو حکم ہیں؟

قرآن کریم سورۃ الاحزاب میں ارشادِ الٰہی ہے:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (پ ۲۲)

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں رسُول پر اے ایمان والو تُم بھی آپ پر درود بھیجو اور سلام کہہ کر یا تسلیم سے اس کے تابع رہو۔

یہاں لفظ صلوٰۃ سے درود شریف پڑھنا مُراد ہے اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن تسلیم سے سلام پڑھنا ہی مُراد ہے اس میں کچھ اختلاف ہے کہ یہاں تسلیم انقیاد مُراد ہے یا تسلیم تحیہ؟ یہاں دونوں احتمال موجود ہیں دوسرا احتمال ہوتے ہوئے اس سے سلام پڑھنے پر استدلال کرنا ایک راجح معنی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس معنی میں قطعی الدلالۃ قرار دینا درست نہیں صلوٰۃ کی دلالت درود شریف پر قطعی اور متفق علیہ ہے لیکن تسلیم کی دلالت سلام تحیہ پر احتمالی اور مختلف فیہ ہے سو اس آیت میں درود وسلام دونوں برابر کے حکم میں نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام پر سلام پڑھنا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا قرآن وحدیث کے دوسرے دلائل کی روشنی میں بیشک ایک قطعی اور واضح عمل ہے لیکن اس آیت الاحزاب میں سلموا تسلیما کی دلالت سلام پڑھنے پر صریح اور اتفاقی نہیں۔ دوسرا احتمال پیدا ہونے سے پہلے استدلال میں قوت نہیں سلام کے ساتھ علیٰ کا صلہ ضرور آتا ہے۔

تسلیم کے دوسرے معنی

تسلیم کے معنی سپرداری کے ہیں اپنے آپ کو کسی فیصلے کے آگے جُھکا دینا تسلیم انقیاد ایک عزم طاعت ہے۔ ایمانِ کامل یہ ہے کہ مومن اپنے ہر معاملہ اور اختلاف میں اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو فیصلہ بھی دیں اسے بصدقِ دل قبول کرے اور اپنے آپ کو ان کے سُپرد کر دے تسلیم کا لفظ سپرداری کے اُن معنوں میں قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر یوں وارد ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليما (پ النساء ع)

اس آیت کے آخری الفاظ یسلموا تسلیماً میں تسلیم انقیاد۔ کامل سپرداری مُراد ہے۔ سلام پڑھنا مُراد نہیں۔ یسلموا تسلیماً سے ملتے جُلتے الفاظ سلموا تسلیما سُورۃ احزاب میں ہیں دونوں میں تسلیم کے ساتھ پہلے یا بعد علیٰ کا صلہ موجود نہیں جو عام طور پر سلام تحیہ کے لئے ہم بولتے ہیں جیسے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، السلام علیکم میں بھی علیٰ کا صلہ موجود ہے۔ قرآن کریم میں سلام علی المرسلین میں پیغمبروں پر سلام علیٰ کے ساتھ آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مامن مسلم یسلم علیّ ...... الا رد اللہ الی روحی فارد علیہ السلام۔ اس میں دو جگہ سلام کا بیان ہے اور دونوں جگہ علیٰ کا لفظ ساتھ ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تسلیم کا لفظ جب سلام تحیہ کے معنیٰ میں ہو تو عام طور پر صلہ علیٰ ساتھ ہوتا ہے اور جب تسلیم انقیاد مراد ہو تو علیٰ ساتھ نہیں ہوتا۔

اس بات کے پیش نظر جب ہم سورۃ احزاب کے اس لفظ پر غور کرتے ہیں اور صلوا علیہ کے ساتھ سلموا تسلیما بغیر علیٰ کے دیکھتے ہیں تو گو سلام تحیہ کا انکار نہیں ہو سکتا کہ یہاں دوسرے معنیٰ تسلیم انقیاد کے بھی موجود ہیں اس احتمال سے انکار نہیں ہو سکتا اور ایک احتمال کے ہوتے ہوئے اس کی دلالت دوسرے معنیٰ پر قطعی اور واضح نہیں رہتی۔ یہاں تسلیم انقیاد بھی مُراد ہو سکتا ہے۔ محدث جلیل حضرت مُلّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں :۔

اما التسلیم المامور بہ فیحتمل ان یکون بمعنی الانقیاد کما فی قولہ تعالیٰ فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔

ترجمہ : اس آیت میں جس سلام کہنے کا حکم ہے اس میں احتمال ہے کہ یہ انقیاد (تابعداری کرنے) کے معنوں میں ہو جیسا کہ اس دوسری آیت میں تسلیم کا یہ معنیٰ مراد ہے ” تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تجھے ہر بات میں حکم نہ مان لیں جس میں بھی ان میں اختلاف ہو اور پھر تیرے فیصلے کے بارے میں اپنے دل میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور سلام کریں

انقیاد (تابعداری) کے طورپر (اپنے آپ کو اس حکم کے آگے سپرد کردیں)

شرح عقائد نسفی کی مشہور شرح نبراس میں ہے:

الثانیۃ کرھوا افراد الصلوٰۃ بدون التسلیم بقولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما ...... والتسلیم فی الاٰیۃ یحتمل الانقیاد ولو سلم فلا دلالۃ علی الجمع نحو اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ وقد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث فی تعلیم کیفیۃ الصلوٰۃ وھی خالیۃ عن التسلیم وکفی بہ حجۃ علی عدم الکراھۃ نعم التسلیم فی نفسہ عبادۃ شریفۃ[2]

ترجمہ: دوسری بات یہ کہ درود بغیر سلام کے مکروہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے درود وسلام دونوں کا حکم دیا ہے .... سلام کا لفظ اس آیت میں انقیاد (تابعداری) کے معنی کا بھی احتمال رکھتا ہے (سو ضروری نہیں کہ اس کا معنی سلام پڑھنا ہی ہو) اور اگر سلام کا معنی مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں اس بات کی کہیں دلیل نہیں کہ درود وسلام دونوں اکٹھے پڑھے جائیں جیسے اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ میں نماز کا ایک وقت میں ادا کیا جانا ضروری نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درود شریف کی کیفیت میں جو احادیث صحیح طریقے سے ثابت ہو چکی ہیں وہ سب سلام کے لفظ سے خالی ہیں اور یہ کافی دلیل ہے کہ درود بغیر سلام کے ہرگز مکروہ نہیں ہاں سلام اپنی جگہ بڑی قرینے کی بات ہے۔

راجح معنی سلام پڑھنے کے ہیں حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ قرآن میں اسی کو اختیار کیا ہے لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اس میں دوسرا احتمال بھی ضروری رہتا ہے۔ قاضی بیضاویؒ نے یہ قول بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

وقیل وانقادوا الاوامر[3] ترجمہ: اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سلّموا تسلیما کا معنی ہے کہ اس پیغمبر کے احکام کے تابع ہوجاؤ۔

قرآن کریم نے اس آیۃ احزاب میں جس سیاق سے درود وسلام پڑھنے کا حکم

---

[1] شرح الشفاء جلد ص [2] نبراس علی شرح العقائد ص [3] تفسیر بیضاوی ج ۲ ص۲۵۱ مصری

دیا ہے وہ یہ کہ "اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود پڑھتے ہیں۔ یہاں سلام کا لفظ موجود نہیں اور پھر یہ مضمون وابستہ کیا ہے کہ "اے ایمان والو تم بھی اس نبی پر درود بھیجو اور سلام کہو۔" تمہید مضمون میں یہ نہیں کہا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود و سلام بھیجتے ہیں فرض درود پڑھنے کا بتلایا ہے۔ اس کے ساتھ یہ حکم زیادہ قرین تمہید ہے کہ اے مسلمانو تم بھی اس برگزیدہ نبی پر درود پڑھو اور اپنے آپ کو اس کے حکم کے آگے بالکل جھکا دو اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو کوئی قول و عمل نبی کے خلاف سرزد ہونے نہ پائے

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام پیغمبروں پر سلام اترا ہے " وسلام علی المرسلین" قرآن کریم کھلی شہادت ہے " الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ " میں خدا کے تمام برگزیدہ بندوں پر صریح طور پر سلام وارد ہے۔ سلام کی فضیلت اور اس کے عبادت شریفہ ہونے میں کوئی کلام نہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے سلام آپ کی پوری امتیازی شان کے مطابق اترتا ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ امت کا سلام بھی آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور اسکی بڑی فضیلت ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت میں لفظ "وسلموا تسلیما" کی دلالت سلام تحیہ پر ہو اس معنی سے بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ دونوں احتمال اپنی جگہ موجود ہیں۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کی ہمیں سلام پڑھنا تو معلوم ہے یہ بتلائیے کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف درود شریف پڑھنے کا سلسلہ چلا حضورؐ پر سلام بھیجنا صحابہؓ میں پہلے سے قائم تھا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر صحابہؓ نے صرف درود شریف پڑھنا سیکھا سلام وہ پہلے سے پڑھتے چلے آتے تھے اس سلموا میں اسی کی تاکید ہے کوئی نیا حکم نہیں۔

درود پڑھنا اور سلام پڑھنا دو مستقل عمل ہیں

درود شریف پڑھنا اور آپؐ پر سلام پڑھنا شریعت میں دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل ہیں ایک دوسرے کے تابع نہیں۔ سلام پڑھنا پہلے سے صحابہؓ میں جاری تھا درود پڑھنے

کا حکم بعد میں آیا۔ اس سے نہ سمجھئے کہ درود ہمیشہ سلام کے بعد ہے گو یہ صحیح ہے کہ ہم نماز میں سلام پہلے اور درود شریف بعد میں پڑھتے ہیں لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جب ہم حضورؐ کے اسمِ مُبارک کے ساتھ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کہتے ہیں تو صلوٰۃ پہلے آتا ہے اور سلام بعد میں۔ یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ سورۂ احزاب کی اس آیۃ میں سلّموا تسلیما سے اگر سلام تحیہ مراد نہیں تو بھی صلوٰۃ پہلے اور سلام بعد میں آئے گا۔

جب یہ ضروری نہیں کہ درود پہلے ہو یا سلام تو معلوم ہوا کہ اسلام میں درود اور سلام پڑھنا دو مستقل عمل ہیں کوئی ایک دوسرے کے تابع نہیں دونوں کی جزا بھی علیحدہ ہے۔ اگر یہ دونوں عمل ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہوتے اور ان میں افراد (دونوں کا علیحدہ علیحدہ پڑھنا) ناجائز ہوتا تو آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ بیان نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔

اندیشہ تھا کہ کوئی شخص جو بات کی تہہ کو نہ پہنچے اس آیتِ احزاب میں درود و سلام کا حکم ایک جگہ دیکھ کر دونوں کو ایک دوسرے سے لازم کر لے اور افراد کو ناجائز سمجھے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب اور علیم بذات الصدور ہیں۔ انہوں نے اس کے ازالہ کے لئے حضرت جبرئیل کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے آکر دونوں عملوں کی جزاء علیحدہ علیحدہ بیان کی۔ یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ یہ دونوں عمل اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں اور دونوں کی بڑی فضیلت ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ اجر و ثواب کا باعث ہیں۔

احادیث جن میں دونوں عملوں کی جزا علیحدہ علیحدہ مذکور ہے

عن ابی طلحۃ ان رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جاء ذات یوم والبشریٰ تری فی وجھہ فقال انہ جاءنی جبرئیل فقال (قال ربك) اما یرضیك یا محمّد ان لا یصلی علیك احد من امتك الا صلیت علیہ عشرًا ولا یسلّم علیك احد الا سلمت علیہ عشرا[1]

ترجمہ: حضرت ابوطلحہؓ سے روایت ہے ایک دن حضورؐ تشریف لائے کہ آپ کے چہرے

[1] سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، ۱۸۹۔

پر کھلی خوشی دکھائی دے رہی تھی آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے رب نے کہا ہے کیا آپ اس سے راضی نہیں کہ آپ کی اُمت میں سے جب کوئی آپ پر درود پڑھتا ہے تو میں اُس پر دس رحمتیں بھیجتا ہوں اور کوئی آپ پر سلام نہیں بھیجتا مگر یہ کہ میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہوں۔

مسند دارمی میں حضرت جبرئیل کی بجائے مطلق فرشتے کی آمد مذکور ہے باقی مضمون تقریباً وہی ہے:

ان ملکاً اتانی فقال یا محمد ان ربك یقول لك اما یرضیك ..... عشراً [1]

امام احمد کی روایت میں ہے:

ان جبریل علیہ السلام قال لی الا ابشرك ان اللہ عزوجل یقول لك من صلی علیك صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیك سلمت علیہ [2]

ترجمہ: بیشک جبریل علیہ السلام نے مجھے کہا کہ کیا میں آپ کو بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کیلئے فرماتا ہے جو آپ پر درود بھیجتا ہے میں اُس پر درود بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام پڑھتا ہے میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں عملوں کی جزاء کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا پتہ دیتا ہے کہ دونوں عمل اپنی جگہ مستقل تھے ان کا اکٹھے ادا ہونا ضروری نہیں تھا جو شخص جس پر بھی چاہے عمل کرے اسے اس کی جزا ملے گی۔ اس وقت یہ نہیں سمجھا جاتا تھا کہ درود سلام کے بغیر مکروہ ہے یا سلام درود کے بغیر مکروہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دفعہ صحابہؓ کو کسی ایک عمل کی تعلیم دی اور اسی کو کافی سمجھا۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دُعائے قنوت سکھلائی:

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وبارك لی فیما اعطیت و تولنی فیمن تولیت وقنی شر ما قضیت فانك تقضی ولا یقضی

[1] سنن دارمی جلد ۲ صفحہ ۳۱۷ [2] مشکوٰۃ صفحہ ۸۷

علیك وانه لایذل من والیت تبارکت ربنا وتعالت وصلی اللّٰه علی النبی محمد [1]

اس دُعا کے آخر میں "صلی اللہ علی النبی محمد" کے الفاظ بدون سلام مذکور ہیں۔ تو اگر درود بغیر سلام کے پڑھنا مکروہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسنؓ کو فقط درود کی تلقین کیوں فرماتے بسنداً یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اس کے مطابق افرادِ صلوٰۃ پر ہی سنن نسائی کو ختم کیا ہے لکھتے ہیں:

وھو اٰخر کتاب المجتبیٰ من النسائی والحمد للّٰہ رب العالمین و صلی اللّٰہ علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین ورضی اللّٰہ عن کل الصحابۃ اجمعین وعن التابعین لھم باحسان الیٰ یوم الدین [2]

علامہ ابن عابدین الشامی نے بھی ایک جگہ شرح غنیۃ المصلی کے حوالے سے سنن نسائی کی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ اِفرادِ صلوٰۃ جائز ہے اس موضوع پر یہ حدیث بڑی صریح ہے۔

اقول وجزم العلامہ ابن امیر حاج فی شرحہ علی التحریر لعدم صحۃ القول بکراھۃ الافراد واستدل علیہ فی شرحہ المسمیٰ بحلیۃ المصلی فی شرح منیۃ المصلی بما فی سنن النسائی بسند صحیح فی حدیث القنوت وصلی اللّٰہ علی النبی ثم قال مع ان فی قولہ تعالیٰ وسلام علی المرسلین، وسلام عبادہ الذین اصطفیٰ، الیٰ غیر ذلك اسوۃ حسنہ وممن رد القول بالکراھۃ العلامہ ملا علی القاری فی شرح الجزریہ فراجعہ [3]

ترجمہ: میں کہتا ہوں اور علامہ ابن امیر الحاج نے تحریر الاصول کی شرح میں اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ سمجھنا غلط ٹھہرایا ہے اور اپنی کتاب حلیۃ المصلی میں سنن نسائی کی اس حدیث سے

---

[1] سنن نسائی جلد ۱ ص ۲۵۲ [2] جلد ۲ [3] ردالمحتار جلد ۱ ص ۱۲

استدلال کیا ہے جو قنوت (نازلہ) کی بحث میں سند صحیح سے منقول ہے اس میں صلّی اللہ علی النبی کے الفاظ ہیں (ساتھ سلام کا لفظ نہیں) قرآن کریم میں سلام کتنی جگہ اکیلا منقول ہے جیسے وسلام علی المرسلین۔ سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ان تمام میں (ہمارے لئے) اسوۂ حسنہ موجود ہے اور جن علماء نے اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ کہنے کا رد کیا ہے ان میں مُلّا علی قاری بھی ہیں جنہوں نے شرح جزریہ میں اسے مکروہ کہنے کی سخت تردید کی ہے سو اسے دیکھنا چاہیئے۔

صحابہؓ کا افرادِ صلوٰۃ پر عمل اور حضورؐ کی بشارت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک دفعہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضراتِ شیخین کریمین کی موجودگی میں درود شریف پڑھ رہے تھے آپ نے اپنے عمل کو جو ترتیب دی اسے آپ کی روایت میں دیکھئے اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیسے اسے منظوری کا پروانہ عطا کیا۔ اور آپ کو ربّ العزّت سے اس کی جزا پانے کی بشارت دی۔ آپ (حضرت عبداللہ بن مسعود) فرماتے ہیں:

فلما جلست بدأت بالثناء ثم الصلوٰۃ علی النبی ثم دعوت لنفسی فقال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سل تعطہ [۱]

ترجمہ: پھر جب میں بیٹھا میں نے ثناء سے ابتداء کی پھر حضورؐ پر درود پڑھا پھر اپنے لئے دُعا کی اس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مانگ لے تجھے دیا جائے گا۔ مانگ لے تجھے دیا جائیگا۔

اب دیکھئے اسمیں صرف درود شریف پڑھنے کا ذکر ہے اور پھر دُعا کا اور اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضامندی کی بھی صراحت سے مذکور ہے۔ حضرت زید بن خارجہ خزرجیؓ نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

صلّوا علیّ واجتہدوا فی الدعاء وقولوا اللّٰہم صلّ علی محمّد وعلی آل محمّد [۲]

ترجمہ: مجھ پر درود بھیجو اور دُعا میں خوب محنت کرو اور کہو اللّٰہم صل علی محمد علی آل محمد۔

---

[۱] جامع ترمذی جلد ص [۲] ایضاً جلد ۱ ص

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولی الناس بی یوم القیٰمۃ اکثرھم علی صلوٰۃ۔[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن وہ شخص میرے زیادہ قریب ہوگا جو مجھ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوگا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ویروی عن بعض اھل العلم قال اذا صلی الرجل علی النبی صلی اللہ وسلم مرۃ فی المجلس اجزاء عنہ ما کان فی ذالک المجلس[2]۔

اس میں تصریح ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا اس وقت کافی ہے جب تک وہ اس مجلس میں رہے۔ اگر سلام بھی لازمی ہوتا تو ایک دفعہ پڑھنا کافی نہ سمجھا جاتا۔ مولانا احمد رضا خاں نے کشف الغمہ عن جمیع الامتہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین باباً من الرحمۃ[3]

اس کا ترجمہ مولانا احمد رضا خاں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کہے صلی اللہ علی محمد اس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے لئے کھول لئے"

اس میں صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے سلام کا نہیں۔ سوچئے کیا یہ شان اور فضیلت کسی فعل مکروہ پر مرتب ہو سکتی ہے؟ پیر ناداں نے کچھ تو سمجھ کی ہوتی!

علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی ان احادیث سے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درود پڑھنے کا طریقہ بیان فرمایا استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث فی تعلیم کیفیۃ الصلوٰۃ وھی خالیۃ عن التسلیم وکفیٰ بہ حجۃ علی عدم الکراھۃ[4]

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث سے درود شریف پڑھنے کی کیفیت

---

[1] رواہ الترمذی کما فی المشکوٰۃ ص ۸۶ [2] ص ۵۲۲ [illegible] [3] فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۴۹
[4] [illegible] شرح العقائد ص ۸

منقول ہے اور وہ سلام سے خالی ہیں سو یہ کافی دلیل ہے کہ اکیلا درود پڑھنا جائز ہے۔

کیا ان احادیث میں جن میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے درود پڑھنے کی کیفیت بیان فرمائی درود ابراہیمی کا ذکر نہیں ؟ اور کیا یہ اسی کے بارے میں تصریح نہیں کہ اس طرح بغیر سلام کے درود پڑھنا ہرگز مکروہ نہیں ہے ؟

افرادِ سلام پر بشارتِ نبویؐ

جس طرح آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صرف درود پڑھنے پر بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائیں اور ان پر قبولیت اور اجر کی بشارتیں دیں اس طرح آپ نے صرف سلام پڑھنے کی بھی پوری پوری قبولیت بیان فرمائی اور کبھی درود و سلام کو ایک دوسرے سے لازم و ملزوم قرار نہیں دیا۔ آپ کی نظر میں درود و سلام دو مستقل اور علیحدہ علیحدہ عمل تھے جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اپنے اخلاص و محبت کے مطابق اس پر اجر پائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا :

ان للّٰہ ملٰئکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام[۱]

ترجمہ : بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت میں رہتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔

کیا اس میں صرف سلام کا ذکر نہیں ؟ کیا اِفرادِ سلام مکروہ ہے ؟ روضہ مُبارکہ پہ حاضری دیتے ہوئے بعض اوقات کیا صرف سلام نہیں کہتے ؟ مولانا احمد رضا خاں نے بھی مجرّد سلام عرض کرنے کی تلقین کی ہے :

" مجرّد تسلیم بجالاؤ اور عرض کرو۔ السلام علیك ایھا النبیّ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ السلام علیك یارسول اللّٰہ السلام علیك یاخیر خلق اللّٰہ السلام علیك یا شفیع المذنبین، السلام علیك وعلٰی اٰلك واصحابك وامتك اجمعین"[۲]

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا " الحمد للّٰہ

---

[۱] سنن نسائی جلد ۱ صہ ۱۸۹ [۲] فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صہ ۷۲۳

والسلام علیٰ رسول اللّٰہ" اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں بھی مانتا ہوں "الحمد للّٰہ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ" یعنی اس کے حقیقت اور صحیح ہونے میں کلام نہیں لیکن حضورؐ نے ہمیں ایسا نہیں فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بتایا کہ چھینک آئے تو ہم کہیں "الحمد للّٰہ علیٰ کلِّ حال۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ حضور پر سلام بھیجنے سے ہمیں انکار نہیں لیکن سلام کا محل بھی حضورؐ سے منقول ہونا چاہیئے اور آپ پر سلام بھیجنے کا یہ محل نہیں ہے۔ اس روایت میں صریح طور پر "افراد سلام" ہے اور اس پر حضرت عبداللہ عمرؓ نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ خود بھی اکیلا سلام پڑھا ہے[1]

ایک جگہ حکم ہونے سے معیت لازم نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کتنے مقامات پر اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ کو اکٹھا بیان فرمایا ہے اس سے یہ مطلب تو سمجھا جا سکتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں عمل مومن کی زندگی میں جمع ہونے چاہئیں، دونوں حکموں کے درمیان واو مطلق جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں۔ جمع کرنے سے معیت مراد لے لینا اسی طرح کی ایک نادانی ہے جیسے ایک شخص نے کسی کو پان کھاتے دیکھ کر کہا تھا کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ پئے بھی جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کلوا واشربوا کا حکم اکٹھے دیا ہے جب کچھ کھاؤ تو اس کے ساتھ اسی وقت پیتے بھی جاؤ۔

سورۃ احزاب کی آیت یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما میں تسلیم سے مراد تسلیم تحیہ لے لیا جائے تو بھی ضروری نہیں کہ درود اور سلام کو یکجا جمع کیا جائے اور معیت سے پڑھا جائے۔ اگر کسی وقت درود پڑھ لے اور کسی وقت سلام اور کسی وقت دونوں اکٹھے بھی پڑھ لے تو ہر صورت میں حکم آیت پر عمل ہو سکے گا ان میں سے کوئی عمل بھی مکروہ نہ ہوگا۔

امام نوویؒ شافعی المذہب تھے اور شافعیہ اور حنفیہ کا اس مسئلہ میں کچھ اختلاف رہا ہے۔ امام نوویؒ نے افراد کو مکروہ کہا تو محدثین نے ان پر سخت تنقید کی۔ حافظ ابن حجر

---

[1] حاشیہ صواعق محرقہ ص۱۴۸ ام ملتان۔

عسقلانی کے شاگرد علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں :

قال شیخنا وفیہ ای قول النووی نظر ، نعم یکرہ ان یفرد الصلوٰۃ ولا یسلم اصلاً اما لو صلی فی وقت وسلم فی وقت آخر فانہ یکون ممتثلاً [۱]

پھر لطف یہ کہ امام نوویؒ نے بھی اپنے فتوے سے رجوع کر لیا تھا نبراس میں ہے :

ان الامام المحقق النووی ابطل القول بالکراھیۃ [۲]

ترجمہ: محقق نوویؒ نے اس افراد کو مکروہ قرار دینے کا قول غلط قرار دیا ہے۔

سو جن حضرات نے اس مسئلہ میں امام نوویؒ کی تردید کی ہے وہ ان کے قول سابق کی تردید تھی اور حق یہ ہے کہ مسئلہ (صرف درود پڑھنے کے مکروہ ہونے کا فتویٰ) اتنا کمزور ہے کہ خود امام نوویؒ نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔

محدث جلیل ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہے معیت کے لئے نہیں۔

الواو تفید الجمع لا المعیۃ کما علیہ الاصولیۃ فلا دلالۃ فی الآیۃ علی کراھیۃ افراد الصلوٰۃ عن السلام وعکسہ کما ذھب الیہ النووی واتباعہ من الشافعیہ وقد اوضحت ذلک فی رسالۃ مستقلۃ [۳]

اور ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ولا دلالۃ للجمع بینھما علی وجہ المعیۃ واما قول من قال یکرہ ولو خطاء فخطاء "مقدمہ جزریہ ابو خیر محمد جزری الشافعی کی مشہور کتاب ہے مصنف نے اس کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے" الحمد للہ وصلی علی نبیہ ومصطفاہ" ایک شافعی عالم کا اس طرح درود بغیر سلام کے پڑھنا شافعیہ کے اپنے معروف مسلک کے خلاف تھا سو اس پر شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا انصاری نے لکھا : کان ینبغی لہ ذکر السلام لان افراد الصلوٰۃ عندہ مکروہ وکعکسہ لاقترانھما فی قولہ تعالیٰ صلوا علیہ وسلموا تسلیما.

---

[۱] ، [۲] نبراس صہ [۳] شرح الشفاء

لیکن صحیح یہ ہے کہ محمد جزری باوجود شافعی ہونے کے افراد ہونے کے قائل نہ تھے انہوں نے مفتاح الحصن میں اس کی تصریح کی ہے: اما الجمع بین الصلوٰۃ والسلام فیقال صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فھو الاولیٰ والافضل والاکمل ولواقتصر علی احدھما جاز من غیر کراھۃ فقد جری علیہ جماعۃ من السلف

ترجمہ: درود اور سلام کو اکٹھا پڑھنا کہ یوں کہا جائے صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم سو یہ بہتر اور افضل ہے اور اگر اکیلا درود پڑھے یا اکیلا سلام پڑھے تو بھی بلا کراہت جائز ہے سلف صالحین کی ایک جماعت اس پر متفق ہے۔

اس پر سیدنا مُلّا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں:

لیس ذالک بمتاکد فانی لا اعلم احدًا نص علی ذٰلک من العلماء ولا من غیرھم[1]

ترجمہ: یہ کوئی پختہ بات نہیں ہے میں علماء میں سے کسی کو نہیں جانتا جس نے اس بات کی صراحت کی ہو اور نہ کسی اور کو (یعنی درود و سلام کے جمع کرنے کو افضل و اکمل قرار دینا یہ کسی ممتاز عالم سے منقول نہیں ہے۔)

نماز میں درُود اور سلام کا علیحدہ علیحدہ حُکم

حنفیہ کرام کے ہاں نماز میں تشہد واجب ہے۔ السّلام علیک ایّھا النّبیّ اسی میں آجاتا ہے لیکن درود شریف پڑھنا سُنّت ہے واجب نہیں درود و سلام اگر ایک ہی حُکم میں ہوتے اور دونوں پر عمل یکساں اور ایک ساتھ ہوتا تو دونوں کا حکم جُدا جُدا نہ ہوتا فقہ حنفی کی مرکزی کتاب ہدایہ میں ہے۔

ویتشھد وھو واجب عندنا وصلی علی النبی علیہ السلام وھو لیس بفریضۃ عندنا خلافًا للشافعی فیھما لقولہ علیہ السلام اذا قلت فقد تمت صلاتک[2]

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمہ الجزریہ صـ [2] ھدایہ اولین صـ ۹۴

ترجمہ: اور تشہد پڑھے اور وہ واجب ہے ہمارے ہاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے یہ فرض نہیں بخلاف امام شافعیؒ کے حضورؐ نے فرمایا جب تم نے التحیات پڑھ لیا تو تمہاری نماز ہو گئی۔

ابتدائی درجے کا طالب علم بھی صرف درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہہ سکتا

برصغیر پاک و ہند میں کسی معمولی طالب علم سے بھی اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ حضورؐ پہ درود پڑھنے کو ناجائز بتلائے اور درودِ ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہے حنفی مسلک کے طلبہ جو ھدایۃ النحو اور شرح مأۃ عامل پڑھتے ہیں وہ بھی اس ورطۂ جہالت میں مبتلا نہیں ہوتے کہ پیر ناداں کی طرح ایک وقت میں صرف درود پڑھنے کو ناجائز سمجھنے لگیں۔ شرح مأۃ عامل کے خطبہ میں صرف درود ہے بغیر سلام کے یہاں سلام مذکور نہیں جس نے شرح مأۃ عامل بھی پڑھی ہو وہ یہاں درود شریف کا افراد دیکھ کر کبھی اسے مکروہ کہنے کی جسارت نہ کرے گا اس کا خطبہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علیٰ نعمائہ الشاملۃ والائہ الکاملۃ والصلوٰۃ علیٰ سید الانبیاء محمد المصطفیٰ وعلیٰ اٰلہ المجتبیٰ۔ اس کے حاشیہ پر جامع الرموز کے حوالے سے یہ تصریح کر دی گئی ہے:

و در ترک سلام کہ اسم تسلیم است اشارت بعدم کراہت آنست۔

ترجمہ: سلام جو تسلیم کا اسم ہے نہ کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف درود پڑھنا جس میں سلام نہ ہو مکروہ نہیں ہے۔

ھدایۃ النحو کا پہلا سبق پڑھنے والا طالب علم ھدایۃ النحو کے اس خطبہ سے بے خبر نہیں پر پیر ناداں کو اس کی خبر نہیں۔

اَلْحمد للّٰہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علیٰ رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اب آپ ہی سوچیں کیا اس پیر ناداں نے ھدایۃ النحو بھی پڑھی ہو گی۔ کاش کہ یہ لوگ جو نماز سے باہر درودِ ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہے ہیں صرف کی کتاب شافیہ

کا پہلا صفحہ پڑھنے کے لائق ہی ہوتے تو کبھی درود پڑھنے کو مکروہ نہ کہتے۔ شافیہ کے خطبہ میں درود شریف کے بغیر سلام ان لفظوں میں مرقوم ہے: الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ص۲۔

مختصر المعانی کا طالب علم جب اس کا خطبہ پڑھتا ہے اور درود بغیر سلام کے دیکھتا ہے تو کیا وہ ایک مکروہ عمل کر کے آگے گزرتا ہے۔ کچھ تو سوچئے اور اس پیر ناداں کی جہالت پر غور کیجئے کس بے دردی سے درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلاتا ہے۔ بہر حال مختصر المعانی کا خطبہ یہ ہے:

نحمدك يا من شرح صدورنا لتلخيص البيان فى ايضاح المعانى ونور قلوبنا بلوامع التبيان من مطالع المثانى ونصلى على نبيك محمد المويد دلائل اعجازه باسرار البلاغة وعلى اله واصحابه المحرزين قصبات السبق فى مضمار الفصاحة والبراعة وبعد ص۲۔

معلوم ہوتا ہے پیر ناداں نے مختصر المعانی کبھی دیکھی نہ ہوگی۔ اسے پڑھنے کا موقع ملتا تو ایسی بات نہ کہتا

ہم نے ایک حلقۂ فکر میں یہ چند حوالے دکھائے تو ایک صاحب ان کے دفاع میں کہنے لگے کہ ہمارے علماء صرف ونحو میں کچھ دلچسپی نہیں رکھتے، فنون میں کمزور ہوتے ہیں ان کی ساری محنت عقائد پر ہوتی ہے۔ تو ہم نے عقائد اہلسنت کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی ان کے سامنے رکھ دی اور اس کا یہ خطبہ سنایا تو وہ دائیں بائیں جھانکنے لگ گئے:

الحمد لله المتوحد بجلال ذاته وكمال صفاته المتقدس فى نعوت الجبروت عن شوائب النقص وسماته والصلوٰة على نبينا محمد المويد بساطع حججه وواضح بيناته وعلى اله واصحابه هداة طريق الحق وحماته وبعد فان علم الشرائع الاحكام واساس قواعد عقائد الاسلام هو علم التوحيد والصفات ص۵۔

ترجمہ: اور درود ہو ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو روشن دلائل اور واضح

معجزات کے ساتھ تائیدیافتہ ہیں اور ان کے آل اور اصحاب پر جو سچائی کی راہ کے راہنما ہیں (معیار حق ہیں)

کیا یہاں علامہ نسفی صاحب متن اور علامہ تفتازانی الشارح (۷۹۱ھ) دونوں عمل مکروہ کا ارتکاب کر رہے ہیں کہ صلوٰۃ بغیر سلام کے لکھ رہے ہیں. کچھ تو سوچیے جہالت بھی عجب بلا ہے جو درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا رہی ہے اور پیر ناداں کے قالب میں سامنے آرہی ہے۔

صاحب اس قول مکروہ کا دفاع کر رہے تھے کہنے لگے کہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کی کتاب شرح عقائد نسفی تو ہم نے اب تک نہیں سنی. ہم نے پوچھا آپ نے عقائد اہل السنۃ کی کونسی کتاب کا نام سنا ہے ؟ تو کہنے لگے "ھدایہ شریف" ہم نے کہا وہ تو فقہ کی کتاب ہے عقائد کی نہیں. (وہ بیچارے عقائد اور فقہ تک میں فرق نہ جانتے تھے) اس پر ہم نے انہیں ھدایہ شریف کا خطبہ سنایا تو وہ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔ بہرحال ہدایہ کا خطبہ یہ ہے اس میں بھی درود بغیر سلام کے مذکور ہے:

الحمد لله الذی اعلیٰ معالم العلم واعلامه واظهر شعائر الشرع واحکامه وبعث رسلاً وانبیاء صلوات الله علیهم اجمعین الی سبیل الحق هادین ماامر

کیا اس میں درود بغیر سلام کے لکھا ہوا نہیں. درود ابراہیمی کو مکروہ بتلانے والا اگر صرف ونحو کی کتابوں سے ناواقف تھا عقائد کی درسی کتابیں بھی نہ پڑھی تھیں کیا اسے ہدایہ تک دیکھنی بھی نصیب نہ ہوئی تھی کچھ تو اس نے پڑھا ہوتا. اب آپ ہی بتلائیں کہ اس قسم کے جاہلوں کا دینی پیشوا بن جانا کیا قیامت کی نشانی نہیں ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کے فتاوے کی دوسری جلد اس وقت سامنے رکھی ہے خیال آیا کہ خانصاحب کی رائے بھی اس مسئلہ میں دیکھ لیں معلوم ہوا کہ خاں صاحب نے یہاں حنفی مذہب کی مخالفت نہیں کی اور بغیر سلام درود پڑھنے کو بالکل جائز سمجھا ہے وہ افراد کے مکروہ ہونے کے قائل نہ تھے. یہاں جو جہلاء درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ بتلا

رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بھی پڑھے ہوئے نہیں۔ وہ فتاویٰ رضویہ کو ہی دیکھ لیتے تو اتنی غلط بات نہ کہتے۔ یہ فتویٰ رضویہ ڈچکوٹ روڈ فیصل آباد کا شائع کردہ ہے کتاب ص۱۷ سے میرٹھ محلہ نگ کے ایک سوال سے شروع ہوتی ہے سرعنوان یہ درود لکھا ہے:

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اس میں صرف درود ہے سلام اس کے ساتھ نہیں ہے۔

پھر ایک سوال کے جواب کے آخر میں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

واللّٰہ سبحانہ الموفق والمعین وبہ نستعین فی کل حین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین وخاتم النبیین محمد والہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین[۲]

ایک جگہ کفر کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ[۳] فی بعض ماجاءبہ من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے...... الخ۔

کیا یہاں مولانا احمد رضا خاں نے صرف درود بغیر سلام کے نہیں لکھا؟ پھر کیا وجہ کہ ان کے یہ ولایتی پیروان کے اس درود پڑھنے کو مکروہ نہیں کہتے اور درود ابراہیمی کے مکروہ ہونے کا شور سارے ملک میں پھیلا رکھا ہے۔

پھر مولانا احمد رضا خاں نے رسالہ منیر العین کے خطبہ میں آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم پر صرف درود بھیجا ہے سلام کا وہاں ذکر نہیں پھر کیوں آپ پر مکروہ فعل کے ارتکاب کا فتویٰ نہیں دیا؟ منیر العین کے خطبہ میں ہے:

ان محمدًا عبدہٗ ورسولہ، بالھدیٰ ودین الحق ارسلہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین[۴]۔ پھر کتاب کے آخر میں ہے: سید البشر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ واولیاء اجمعین[۵]

---

[۱] فتاویٰ رضویہ جلد۲ ص۱۷ [۲] ایضاً ص۱۲۶ [۳] فتاویٰ رضویہ جلد۲ ص۱۸۸ [۴] ایضاً ص۴۲۵ [۵] ایضاً ص۵۳

بتلائیے مولانا احمد رضا خاں کا یہ صرف درود پڑھنا عمل مکروہ تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں تو پھر آپ ہی فیصلہ کریں کہ یہ پیر ناداں کس درطۂ جہالت میں مبتلا ہے۔ پھر اس جلد کے ناشر اصغر علی صاحب نے اس پر جو مقدمہ لکھا ہے اس کا سرعنوان بھی ہے :

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین

ہمیں حیرت ہوئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے ان حوالوں کو دیکھ کر بھی بعض بریلویوں نے کہا کہ یہاں بے شک درود بغیر سلام کے ہے اور یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اکیلا درود پڑھنے کو مکروہ نہ سمجھتے تھے لیکن ان حوالوں میں درود ابراہیمی پڑھنے کا تو کہیں ذکر نہیں وہ پڑھنا ضرور مکروہ ہے۔ ہمارے پیر صاحب نے بڑے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نماز سے باہر درودِ ابراہیمی پڑھنا مکروہ ہے۔ اور جو لوگ اس کی (درودِ ابراہیمی) تسبیحات کرتے ہیں وہ اپنے اس فعل سے توبہ کریں۔ استغفر اللہ العظیم۔

اس پر ہم نے انہیں فتاویٰ رضویہ سے مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ دکھایا جا لکھا ہے لکھتے ہیں:

"سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل عمل میں یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت متعین کر کے ایک عدد مقرر کرے کہ اس قدر باوضو دو زانوں ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو" [۲]

کیا یہ درودِ ابراہیمی پڑھنے کی ترغیب نہیں ؟ کیا یہ سب نماز میں پڑھنے کا بیان ہے ؟ کیا راہ چلتے بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے ؟ کیا اس میں درود شریف کی تسبیح کی ترغیب نہیں ؟ کیا سو بار پڑھنے کا ذکر نہیں ؟ نماز سے باہر درود ابراہیمی پڑھنے کو مکروہ کہنا بہت بری حرکت ہے اور بڑا مکروہ فتوے ہے جس کے قائل پر سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ جس جس نے بھی یہ ناپاک بات کہی ہے اسے اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

---

[۱] ایضاً ص۵ ۔ [۲] ایضاً ص۸۴ جلد ۱۰

حمداً لك یا عظیم صلی علیٰ نبیک الکریم وآلہ وصحبہ اولی التکریم ومجتہدی دینہ القویم۔ آمین۔

لوگوں نے جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیا ہے علامات قیامت اپنا پرتو ڈال رہی ہے علماء اٹھتے جا رہے ہیں ایک جاہل ایک جلسہ میں بڑے طمطراق سے کہہ رہا تھا کہ درود و سلام ایک جملے میں ادا ہونا ضروری ہیں جس طرح آیت احزاب میں صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا حکم یکجا ہے اسی طرح درود و سلام ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں اور اس پر تفسیر بیضاوی کا حوالہ دیا سامعین میں سے ایک شخص نے ہمیں یہ بات بتائی اور پوچھا کہ تفسیر بیضاوی میں کیا ایسا ہی لکھا ہے کہ درود و سلام ایک جملے میں ادا ہونے چاہئیں ہم نے تفسیر بیضاوی کو کھولا تو اس میں یہ عبارت ملی:

والآیۃ تدل علیٰ وجوب الصلوٰۃ والسلام فی الجملۃ

ترجمہ: اور آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صلوٰۃ و سلام فی الجملہ واجب ہے۔

فی الجملہ سے مراد درود اور سلام کا مطلقاً واجب ہونا ہے۔ اجمال اور تفصیل کے الفاظ تو آپ نے عام سنے ہوں گے مختصر بات مجمل ہوتی ہے اور اسے فی الجملہ کہہ کر ذکر کر دیتے ہیں۔ سو مختصر بات یہ کہ درود اور سلام دونوں واجب ہیں لیکن تفصیل اس کی کیا ہے؛ دونوں اکٹھے پڑھے جائیں یا دو علیحدہ علیحدہ موقعوں پر بھی انہیں پڑھا جا سکتا ہے یہاں اس کی تفصیل نہیں دونوں کا پڑھنا فی الجملہ واجب ہے یہی آیت کا اجمال ہے تفصیل دوسرے مراجع سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ سو بیضاوی کی اس عبارت کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ درود اور سلام دونوں اپنی اپنی جگہ واجب ہیں دونوں کا یکجا پڑھنا انہوں نے نہیں لکھا ہے۔ بیضاوی کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دونوں ایک جملہ میں ادا ہونے چاہئیں کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہو سکتا۔ قاضی بیضاویؒ نے خود دونوں حکموں (درود پڑھنے اور سلام بھیجنے) کے لئے دو علیحدہ علیحدہ جملے ۔۔۔ انہوں نے درود و سلام کو ایک جملے میں ادا نہیں کیا تو ان کی یہ مراد کیسے ہو سکتی ہے کہ درود و سلام ایک جملے میں ادا کئے جائیں اگر یہ کہنا ہوتا کہ دونوں ایک فقرے میں ادا ہونے چاہئیں تو عبارت اس طرح ہوتی:

والآیتہ تدل علیٰ وجوب الصلوٰت والسلام فی جملۃ واحدۃ۔

اِفراد جو مکروہ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص درود شریف پڑھے اور سلام کبھی بھی نہ پڑھے یا سلام پڑھے اور درود شریف کبھی بھی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت درود شریف پڑھ لیا اور کسی وقت درود سلام پڑھ لیا اور کسی وقت سلام تو بھی آیت احزاب کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس ارشادِ الٰہی کی تعمیل ہو جاتی ہے کہ "اے ایمان والو اس نبی پاک پر درود پڑھو اور سلام بھیجو"۔ اور معاً بھیجنا ضروری نہیں اور اکٹھے پڑھے جائیں تو بھی حرج نہیں۔ علامہ سخاوی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہیں :

یکرہ ان یفرد الصلوٰۃ ولا یسلم اصلا اما لوصلی فی وقت وسلّم فی وقت آخر فانہ یکون ممتثلا[1]

ترجمہ : مکروہ یہ ہے کہ صرف درود بھیجا جائے اور سلام بالکل نہ ـــــ لیکن اگر کسی وقت درود پڑھا اور کسی دوسرے وقت میں سلام تو اس سے حکم خداوندی پر عمل ہو جائیگا۔

مؤلف کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں صلوٰۃ وسلام ایک وقت میں جمع ہوں مطلق جمع ہونا کافی ہے مولانا احمد رضا خاں کے فتاویٰ جلد چہارم کو دیکھئے ایک جگہ نہیں بیسیوں مقامات پر درود بغیر سلام کے مذکور ملیگا۔[2]

حدائق بخشش اُٹھا کر دیکھئے بیسیوں جگہ سلام بغیر درود کے ملے گا۔ اگر افراد مکروہ ہوتا تو کسی جگہ تو احمد رضا خاں کو سمجھ آگئی ہوتی کہ میں کیا کر رہا ہوں، کیا میں ہی اس صدی میں مکروہات کا بادشاہ ہوں۔ اعاذ اللہ منہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین صلّی اللہ علیٰ سیّدنا محمد خاتم النبیّن وعلیٰ الہ الطیّبین الطاہرین ورضی اللہ عن کل الصحابۃ اجمعین۔

دوسری جلد تمام ہوئی تیسری جلد آگے آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ العزیز)

---

[1] حاشیہ صواعق محرقہ لابن حجر مکی۔ [2] فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۹۳، ۲۴۰، ۴۳۴، ۶۹۸، ۴۰۸، ۴۲۴، ۱۵۹